

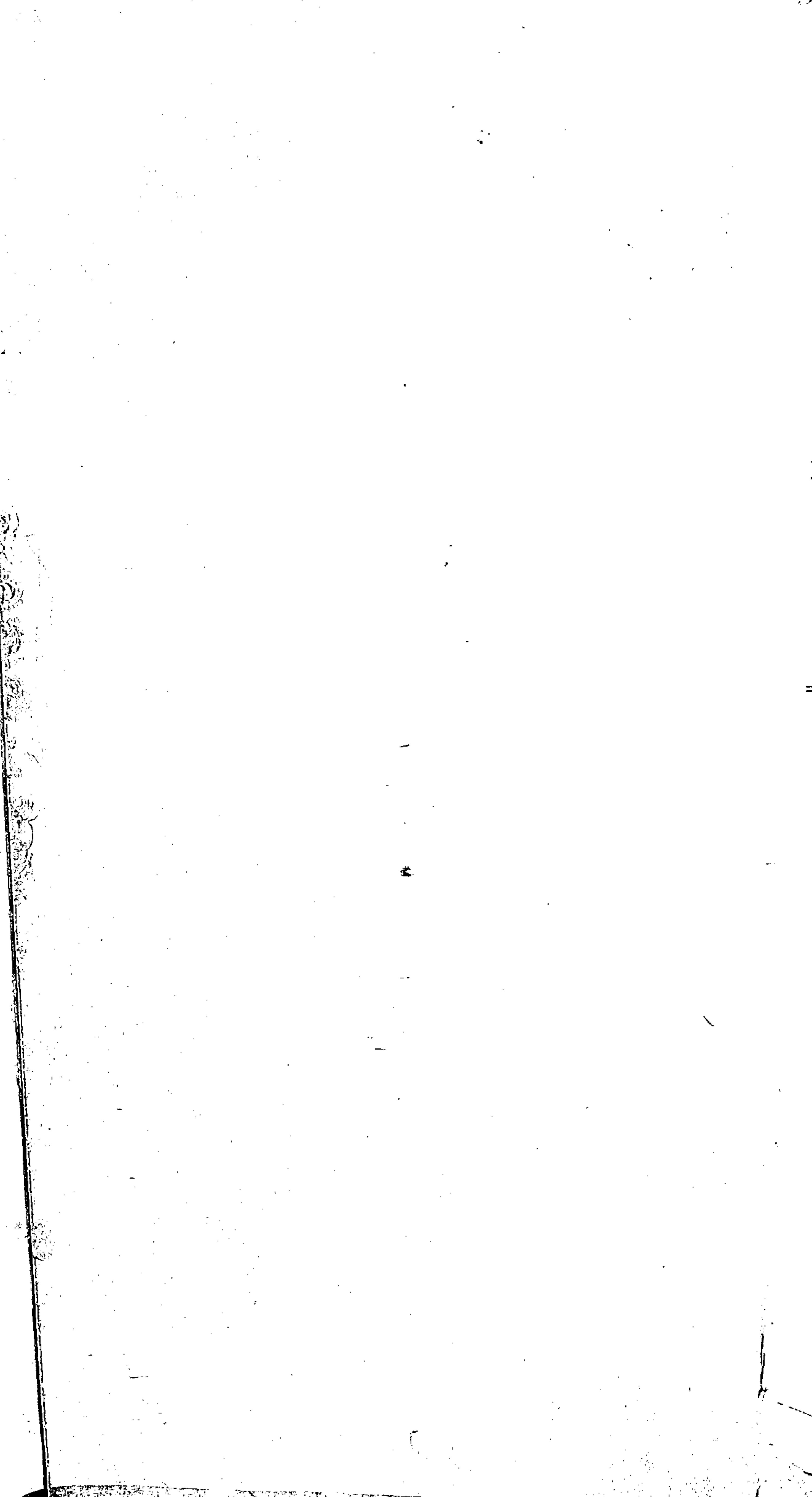
بجواب

بجواب

آیاتِ بینات

(حصہ اول)

قیمت پانچ روپے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هو الذي نزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب

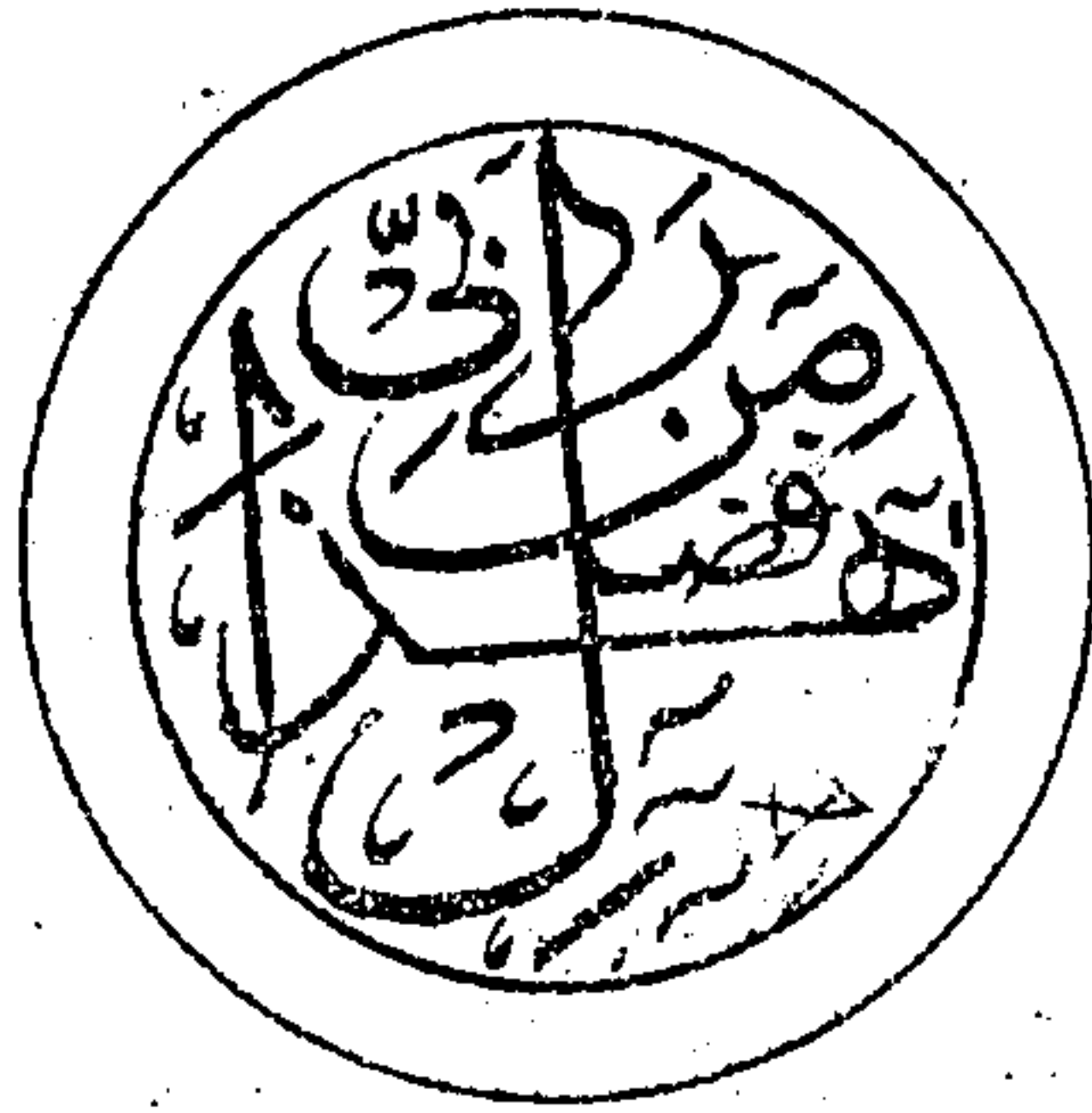
بين آيات محكمات

تصنيف منيف

عالي جناب فضائل آباء مطفي سراج الظلمة منور قلوب البهجة منظر الحق بالسر والعلن
جناب مولوی سید امیر حسن صاحب (پس اٹاؤں)

MARTIBA - E - TAMEER ADAB (Regd. ?

9121 745 Paisa Akhbar, Lahore.



دوسرا ایڈیشن
تعداد اشاعت
مطبع
ناشر
محل اشاعت
قیمت مجلد
غیر مجلد
جولائی ۱۹۴۸ء
ایک ہزار
اکرام حسین مشین پریس بنارس
سید شمیم الحسن رضوی و انس پرنسپل
جوادیہ عربی کالج پربھادگھاٹ بنارس
جوادیہ عربی کالج بنارس
پانچ روپے
چار روپے پچاس پیسے

مفہوم کے پیرائے

۱۔ الجواد بک ڈپو جوادیہ کالج پربھادگھاٹ بنارس

۲۔ احباب پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ

۳۔ مکتبہ تعمیر ادب پیسہ اخبار انارکلی لاہور

حرفِ ناشہ

چونکہ کتاب آیات بینات پاکستان میں دوبارہ شائع ہو کر ہندوستان میں بھی بکثرت فروخت ہو رہی ہے جس میں اس کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ آج تک شیعہ حضرات اس کا جواب نہیں دے سکے "وغیرہ وغیرہ۔

لہذا مختلف شہروں سے مومنین کے خطوط اس مضمون کے ہمارے پاس آنے لگے کہ کیا واقعی کتاب مذکور کا جواب ہماری طرف سے نہیں لکھا گیا ہے؟ ہم نے انہیں لکھا کہ تین سببوں میں نہایت شاکستہ انداز میں خود مولفہ کے حقیقی بھائی نے ان کی زندگی ہی میں جواب لکھ دیا تھا جو نہایت عمدہ کاغذ اور جلی خط کے ساتھ نظامی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا ہے جس میں طبع ہو چکا تھا "مگر چونکہ اس زمانے میں تقریباً نایاب ہے اس لئے ہم نے متوکلاً علی السبب طبع ثانی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ جلد اول کا پہلا حصہ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ اس کتاب پر نظر ثانی ہو جائے اور تمام حوالے از سر نو درست کر دئے جائیں۔ اور آج کل کے مذاق کو مد نظر رکھتے ہوئے عجز ضروری اشعار کم کر دئے جائیں۔ چنانچہ اس کام کے لئے جن صاحبوں کو مقرر کیا گیا تھا وہ اس کو پوری توجہ سے نہ کر سکے۔ اصل عبارت میں کئی مقام پر تبدیلی کے ساتھ حاشیہ کی سرخیاں بھی نہیں لکھیں جسکی وجہ سے قارئین کرام کو ابتدائی حصہ میں فہرست کے مطابق سرخیوں کی تعبیر میں زحمت ہو گی جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ بالآخر ہم نے اصل کتاب سے کتابت شروع کر دی تاکہ جلد از جلد یہ نایاب تحفہ مومنین تک پہنچ جائے۔ اس کتاب کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ حضرت صدر المحققین جناب ناصر الملتہ اعلیٰ نے اس کا ترجمہ کی نظر سے گزر چکی ہے جس کا ذکر طبع اول کے خاتمۃ الطبع میں موجود ہے۔ دعا ہے کہ رب کرم ایسے نامساعد دور میں ہمیں توفیق دے کہ یہ خدمت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ آمین۔

سید شمیم الحسن الرضوی البجفی

فہرست مضامین آیات محکمات جلد اول

مسئلہ فضیلت صحابہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	شک
۱۶	فضیلت خانہ بنت رسول	۱۵	کلمتہ الناشر و فہرست	۱
۱۸	حضرت علیؑ اور فاطمہؑ نے تہجد پڑھنے سے انکار کیا	۱۶	دیباچہ	۲
۱۸	تہذیب قول متذکرہ بالا	۱۷	قول صاحب آیات بینات کہ مذہب	۳
۲۲	الفاروق میں بنی ہاشم کی توہین	۱۸	آبائی اختیار نہ کیا جائے	۴
۲۳	احادیث دربارہ فضیلت بنی ہاشم	۱۹	مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی بنیاد	۵
۲۰	خواجہ حسن نظامی صاحب کا الفاروق پر اعتراض	۲۰	حدیث ثقلین پر ہے	۶
۲۲	صاحب تحفہ کا طرز مناظرہ	۲۱	اسلام میں بہتر فرقہ ہونے کا سبب	۷
۲۲	محدثین اہلسنت کی نظر میں آل رسولؐ کی برائیاں	۲۲	قولہ میں نے بعد تحقیق مذہب اہلسنت کو	۸
۲۴	اہل سنت تحقیق حق سے گزیر کر تے ہیں	۲۳	سچا پا کر اختیار کیا۔	۹
۳۰	قولہ دونوں مذہب کا اختلافی مسئلہ	۲۴	آپ نے مصلحتاً یہ مذہب اختیار کیا ہے	۱۰
۳۲	مسئلہ صحابہ کرام ہے	۲۵	حقیقت تحفہ اثنا عشریہ	۱۱
۳۳	مذکورہ بالا بیان کا بطلان اور مختلف قیہ مسائل	۲۵	سبب تالیف تحفہ	۱۲
۳۴	رسالہ علم الکلام مولفہ شمس العلماء	۲۶	مطالعہ اصحاب کے موجود نام بخاری	۱۳
۳۴	شبلی نعمانی دربارہ عقائد اہلسنت	۲۷	کتب امامیہ جو اب تحفہ	۱۴
۳۹	عقائد مذکورہ رسالہ مذکورہ خلافت آیات الہی ہیں۔	۲۸	صاحب تحفہ یاد دیگر علما میں سے کسی نے	۱۵
			کتب امامیہ کا جواب نہیں دیا	
			علماء امامیہ حافظ دین متین ہیں	
			تہذیب صاحب تحفہ بابت اہراق خانہ فاطمہؑ	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
	اہل اسلام حدیث ثقلین کے تابع کے	۲۳	عقائد فرقہ مذکورہ دربارہ صفات	۲۸
۶۳	کئے ہیں نہ کہ اصحاب کے		ثبوتیہ و سلبیہ	۲۱
	صاحب تحفہ کا قول کہ جو مذہب حدیث	۲۲	اختلاف فریقین دربارہ بعثت انبیاء	۲۱
۶۳	ثقلین کے خلاف ہے ہاں باطل ہے		مسئلہ رویت باری نعم	۲۱
۶۲	صحابہ کا حدیث ثقلین سے انحراف اور اختلاف	۲۵	اختلاف دربارہ امامت	۲۳
۶۲	احکام خدا و رسول میں تغیر و تبدل کرنا	۲۶	اختلاف فریقین دربارہ عصمت انبیاء <small>علیہم السلام</small>	۲۲
۶۵	یہ تغیر بدعت ہے	۲۷	علماء اہلسنت کا پیغمبر خدا کے اقوال میں یقین کرنا	۲۵
۶۶	اہلسنت کا عمل اپنے خلفاء کے اقوال پر ہے	۲۸	یہ تفریق باعث زوال حرمت بخاری	۳۲
	اقوال علماء اہلسنت کہ اہلبیت رسول	۲۹	شریف ہے۔	۲۷
۶۷	نے دین کی خدمت نہیں کی		شبلی صاحب کا بیان اس تفریق کے	۳۵
	کتب صحاح وغیرہ میں اہلبیت اطہار	۵۰	موجود حضرت عمر ہیں	۲۷
۷۰	سے حدیثیں نہیں ہیں		راویان صحیح بخاری میں نواصب ارجح	۳۶
	علماء اہل سنت حدیث ثقلین سے	۵۱	بھی ہیں	۵۱
۷۰	لفظ آل کو حذف کر رہے ہیں		امام ابو حنیفہ کے فقہی مسائل پر علماء	۳۷
	علامہ ابو بکر ابن شہاب کا قول کہ کتب	۵۲	اہل سنت کے اعتراضات	۵۵
	صحاح میں خوارج سے توحید شہابی		شبلی صاحب کا بیان کہ فن فقہ حضرت	۳۸
	گئیں مگر آل رسول سے نہ توحید حدیث	۵۶	عمر کا ساختہ و پرداختہ ہے	۵۶
۷۱	لی اور نہ ان کو تابعین ہی میں شمار کیا		شبلی کا بیان کی قرآن مجید میں تمام خبر نبی	۳۹
	خزانہ اہلسنت کا ہادی دامام آل محمد	۵۳	مذکور نہیں ہیں لہذا قیاس سے کام لیا گیا	۵۶
۷۲	ہی کو بنایا ہے		قول متذکرہ بالا کی تردید اور قیاس	۲۰
۷۳	شیعہ صحابہ کبار کی فضیلت کے معتقد ہیں	۵۴	فی المذہب کی مذمت	۵۷
	خطبات حضرت امیر المومنین و سید	۵۵	وجہ شہرت امام ابو حنیفہ	۲۱
۷۳	الساجدین علیہم السلام		مسئلہ فضیلت صحابہ کی سند کو بابہ النزاع	۲۲
		۶۲	ٹھہرایا گیا	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
	اہلسنت منکرین خلافت و اہل بغی	۷۱	در بارہ فضیلت صحابہ کبار	۵۶
	حضرت ابو بکر کو تو کا فر اور واجب القتل سمجھنے ہیں مگر اہل بغی و منکرین خلافت جناب امیر کو پر وائے جنت دیتے ہیں	۷۱	۷۵	۵۶
۱۰۰	۷۲	۷۶	۵۷	۵۷
۱۰۰	۷۳	۸۰	۵۸	۵۸
	۷۴	۸۲	۵۹	۵۹
۱۰۱	۷۴	۸۲	۶۰	۶۰
	۷۵	۸۲	۶۱	۶۱
۱۰۲	۷۵	۸۲	۶۲	۶۲
	۷۶	۸۲	۶۳	۶۳
	۷۷	۸۲	۶۴	۶۴
	۷۸	۸۲	۶۵	۶۵
	۷۹	۸۲	۶۶	۶۶
	۸۰	۸۲	۶۷	۶۷
	۸۱	۸۲	۶۸	۶۸
	۸۲	۸۲	۶۹	۶۹
	۸۳	۸۲	۷۰	۷۰
	۸۴	۸۲	۷۱	۷۱
	۸۵	۸۲	۷۲	۷۲
	۸۶	۸۲	۷۳	۷۳
	۸۷	۸۲	۷۴	۷۴
	۸۸	۸۲	۷۵	۷۵
	۸۹	۸۲	۷۶	۷۶
	۹۰	۸۲	۷۷	۷۷
	۹۱	۸۲	۷۸	۷۸
	۹۲	۸۲	۷۹	۷۹
	۹۳	۸۲	۸۰	۸۰
	۹۴	۸۲	۸۱	۸۱
	۹۵	۸۲	۸۲	۸۲
	۹۶	۸۲	۸۳	۸۳
	۹۷	۸۲	۸۴	۸۴
	۹۸	۸۲	۸۵	۸۵
	۹۹	۸۲	۸۶	۸۶
	۱۰۰	۸۲	۸۷	۸۷
	۱۰۱	۸۲	۸۸	۸۸
	۱۰۲	۸۲	۸۹	۸۹
	۱۰۳	۸۲	۹۰	۹۰
	۱۰۴	۸۲	۹۱	۹۱
	۱۰۵	۸۲	۹۲	۹۲
	۱۰۶	۸۲	۹۳	۹۳
	۱۰۷	۸۲	۹۴	۹۴
	۱۰۸	۸۲	۹۵	۹۵
	۱۰۹	۸۲	۹۶	۹۶
	۱۱۰	۸۲	۹۷	۹۷
	۱۱۱	۸۲	۹۸	۹۸
	۱۱۲	۸۲	۹۹	۹۹
	۱۱۳	۸۲	۱۰۰	۱۰۰
	۱۱۴	۸۲	۱۰۱	۱۰۱
	۱۱۵	۸۲	۱۰۲	۱۰۲
	۱۱۶	۸۲	۱۰۳	۱۰۳

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
	خلفاء راشدین و ہماجرین و انصاری	۹۹	آنحضرت پر جناب خدیجہ کا مال شمار کرنا	۸۳
۱۵۸	کا اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنا	۱۰۰	حضرت حمزہ کا ایمان	۸۴
۱۵۹	خلفاء راشدین و ہماجرین و انصاری	۱۰۱	حضرت جعفر وغیرہ کا ہجرت کرنا اور جناب جعفر کے دغٹ سے شاہ حبش کا اسلام لانا	۸۵
۱۶۲	مدد کرنا	۱۰۲	احادیث دربارہ القاب امیر المؤمنین	۸۶
۱۶۲	آیات الہی اصحاب مؤمنین کی فضیلت میں	۱۰۳	حضرت علی کے سابق الایمان ہونے پر اعتراض مع رد	۸۷
۱۶۳	بنی کومنافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے خدا کی مخالفت	۱۰۴	جناب امیر کی خانہ کعبہ میں ولادت	۸۸
۱۶۴	اصحاب کا وقت جاں نثاری اپنی جان بچانا	۱۰۵	فاطمہ بنت اسد کی فضیلت	۸۹
۱۶۴	غزوہ احد سے اصحاب کا فرار	۱۰۶	حضرت عمر کا اسلام لانا	۹۰
۱۶۸	اصحاب کا مال غنیمت پر چھوڑنا	۱۰۷	حضرت عمر کے اسلام لانے سے متعلق	۹۱
۱۷۱	آنحضرت پر خیانت کا الزام	۱۰۸	دعا پیغمبر کی روایت غیر معتبر ہے	۹۲
۱۷۳	اصحاب منافقین کے بارے میں آیت کا نزول	۱۰۹	ایمان و اسلام میں فرق	۹۳
۱۷۴	اصحاب کا تقسیم مال کے بارے میں آنحضرت پر اعتراض	۱۱۰	ابتداء بعثت میں اصحاب ثلاثہ کے اسلام لانے کی تردید	۹۴
۱۸۰	روایات اہلسنت دربارہ زہد	۱۱۱	اصحاب مؤمنین و اصحاب منافقین کے اسلام لانے کے اسباب	۹۵
۱۸۲	جناب امیر علیہ السلام	۱۱۲	جواز تقیہ	۹۶
۱۸۳	جناب امیر سے اصحاب کا تقابل	۱۱۳	اصحاب ثلاثہ کے اسلام لانے کے اسباب	۹۷
	۵۰ روایات جن میں اصحاب نے آنحضرت کی مخالفت کی	۱۱۴	اصحاب نجات آخرت کی عرض سے اسلام لائے اور اس سے پہلے نہیں بیان مذکور کی تردید	۹۸

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۱۹۷	رسول اللہؐ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں فرمائی	۱۱۸	آنحضرتؐ سے حضرت عمرؓ کا مخالفت کرنا	۱۱۳
۱۹۷	قول متذکرہ بالا کی تردید	۱۱۹	اقوال پیغمبرؐ میں حضرت عمرؓ کا تفریق کرنا	۱۱۴
۱۹۹	حضرت عثمانؓ کی مخالفت اور اصحاب کبار پر تشدد	۱۲۰	کلام رسولؐ میں تفریق کرنا آیات الہی کے خلاف ہے	۱۱۵
۲۰۰	احکام رسولؐ میں اصحاب کی سرنامی	۱۲۱	رسول اللہؐ کل افعال و اقوال میں معصوم ہیں	۱۱۶
۲۰۱	اصحاب کی آل رسولؐ سے بدسلوکی	۱۲۲	حضرت عمرؓ کا عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے سے آنحضرتؐ کو روکنا	۱۱۷

ماہنامہ الجواد بنارس

۱۹ سال سے ملت جعفریہ کی نصرت میں منہمک ہے

اسکی خریداری قبول فرما کر شکر گزار کیجئے

سالانہ چتہ صرف چھ روپے

نیچر الجواد جم. جواد پب. کالج بنارس

آیات حکمات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین و
تنفیج المذنبین ورحمة للعالمین صلی و آله الطیبین الطاهرین المرسلین المتعجبین واصحابہ المکرمین

اما بعد احقر زمن سید امیر حسن ابن سید رضا من علی صاحب غفر اللہ ذنوبہما اپنے برادران
اسلامی کی خدمات بابرکات میں عرض پرداز ہے کہ عالی جناب مستغنی عن الالقاب برادر
بزرگ جناب مولوی سید ہدی علی صاحب قبلہ الخاطب بہ نواب محسن الملک مرحوم نے اپنا
خاندانی اور ابائی مذہب امامیہ اثنا عشریہ ترک کر کے اپنی کسی خاص مصلحت سے مذہب
اہل سنت والجماعت اختیار کر لیا تھا۔ اور بعد تبدیلی مذہب ایک کتاب مسہمی بہ آیات بینات
تالیف فرمائی تھی۔ جس میں اپنی دانستہ میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کا ابطال اور مذہب
اہل سنت کی حقانیت کا اثبات بڑے شد و مد سے کیا ہے۔ جو اشاعت کے بعد ان
حضرات کی نظر میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی گئی۔ عوام الناس کی زبان پر یہی کلمہ تھا
کہ شیعوں کا مذہب خود ابھیس کی کتب سے باطل کر دیا ہے۔ چونکہ جناب ممدوح نے مذہب
تبدیل کرنے کی وجہ یہ تخریر فرمائی ہے کہ

” میں نے دونوں مذہب کے اصول پر غور کرنے کے بعد مذہب اہل سنت والجماعت
کو مطابق کلام الہی اور احادیث نبوی کے اور مذہب امامیہ کو اس کے خلاف پا کر سچا مذہب
اہل سنت والجماعت کا اختیار کیا۔“

لہذا میں نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے اور ان دلائل عقلی و شواہد نقلی کو غور سے
دیکھا۔ جن کی بنا پر جناب موصوف نے بجائے خود مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی اور احادیث
نبوی کے سچا بتایا ہے، لیکن دو چار ہی ورق پڑھنے سے یہ امر منکشف ہو گیا کہ جناب ممدوح

✓
 "راہ تحقیق" میں "صراط مستقیم" سے کوسوں دور ہیں۔ اور اہل سنت کے متقدمین علماء اور مجتہدین کے کلام اور اقوال پر پردہ ڈال کر متاخرین علماء کے ہم رنگ ہو گئے ہیں، اور غیر معتبر روایات و احادیث سے استدلال کر کے اپنی لسانی اور جادو بیانی سے "خار کو گل" اور گل کو خار سے تعبیر کر کے گلشن مضاہین کو نئے نئے شگوفوں اور رنگ برنگ پھولوں سے زینت دے کر برادران اہل سنت کو ایک سبز باغ دکھا کر نہال کر دیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اور سن کر ان کے دل و دماغ ایسے شگفتہ ہوئے کہ پھولوں نہ سمائے۔ حالانکہ "آیات بیئات" تحقیق سے یکسر عاری ہے۔ اور ابتداء سے انتہاء تک اصل مقصد سے بالکل خالی ہے۔ اس صورت میں ہمارے بھائیوں کا باغ باغ ہونا مثل اس پیاسے کے ہے جس کو سراب (ریت) پر پانی کا دھوکا ہوا ہو۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بَقِيعَةٍ
 يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً إِذَا جَاءَ فَلَمْ يَجِدْ
 شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ
 ۱۱۷

اور جو لوگ کافر ہو گئے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے
 چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ پیاسا اس کو
 پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس
 پہنچتا ہے تو اس کوئی چیز نہیں پاتا۔

معلوم ہوا کہ خوش بیانی اور طاقت لسانی اور چیز ہے۔ اور دعویٰ کا ثبوت دینا بڑی بات ہے۔ اس سے تو ارباب نظر کی نگاہوں میں اس کتاب کی وقعت و منزلت جیسی کچھ ہوگی ظاہر ہے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ مبادا اس کے دیکھنے اور سننے سے عوام کا لالچام کے عقائد پر برا اثر پڑے گا۔ مشہور ہے۔

اگر بنیم کہ تا بینا و چاہ است دگر خاموش بنشتم گناہ است
 لہذا میں نے قصد کیا کہ جناب بھائی مرحوم متفقہ نے جو محض اپنی تخریر و تقریر کے
 زور سے بظاہر مذہب اہل سنت والجماعت کو اچھا اور سچا بتایا ہے اس کی اصل حقیقت کا
 انکشاف ان کی معتبر کتابوں سے کروں۔ نیز اس لئے بھی کہ خدا اور رسول کے احکام کا ناواقف
 بندوں تک پہنچانا بہترین اعمال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
 وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
 الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ پ ۲
 اور تم میں ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہئے جو
 (لوگوں کو) نیک کاموں کی طرف بلائے، اور اچھے
 کام کرنے کو کہے اور برے کاموں سے منع کرے۔
 ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔

اگر اس ہدایت و نصیحت سے ایک شخص بھی ہدایت پا گیا تو گویا کہ تمام لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے، ارشاد ہوتا ہے۔

ومن احیاءنا فکانما احیاء الناس جمیعاً بک من مائدہ ۶۷۔

۱۱) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "سب سے افضل عمل یہ ہے کہ جو شخص کسی نفس کو گمراہی سے راہ راست پر لائے تو یہ سمجھا جائے گا کہ گویا کل آدمیوں کو راہ راست پر لے آیا، مقبول ترجمہ (بحوالہ کافی و تفسیر عیاشی)

۱۲) حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو وحی کی کہ اے موسیٰ اگر تم ایک شخص کو جو بہک گیا ہو سیدھی راہ بتا دو گے تو یہ عمل تمہارا ستوبرس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایسا بحوالہ تفسیر (نسوب بہ) امام حسن عسکری علیہ السلام۔ اگرچہ اس قابل نہیں تھا کہ اس بارگراں کو اٹھا سکتا مگر خدائے عزوجل کی توفیق و تائید پر بھر دسہ ہے اس لئے یقین ہے کہ ساحل مراد کو پہنچوں گا۔

وریں دریائے بے پایاں، دریں طوفان موج افزا، دل افگندیم بکسم اللہ مجھ یہاں
ہر سہا، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس سے پہلے بہت سے رسالے اور کتابیں علم مناظرہ کی تالیف ہو کر شایع ہو چکی ہیں جن میں اکثر عربی و فارسی میں ہیں۔ اور اس زمانہ میں عربی و فارسی سے بے زحمت کی وجہ سے عوام عموماً اور خصوصاً طلباء سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مضامین اردو میں لکھے جائیں اور ان کی ترتیب اس طرح کی جائے کہ عام فہم ہو۔ اس تالیف سے میرا مقصود اپنے ناواقف بھائیوں کی رہبری ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگ بھی مذہبی تعصب

چھوڑ کر انصاف کی نظر سے ان روایات و احادیث و تفاسیر کو دیکھیں گے جو کتب اہل سنت سے درج کئے گئے ہیں تو ان حضرات پر آفتاب نصف النہار کی مانند روشن ہو جائے گا کہ جس بند کو اپنے نزدیک سمجھتے ہوئے ہیں وہ راہ حق سے کوسوں دور ہے۔ اور وہ اب تک جان بوجھ کر غلطی پر ہیں۔ اگر حق و باطل کے امتیاز کے بعد بھی راہ راست اختیار نہ کریں تو سمجھنا چاہئے کہ انھوں نے آیت مندرجہ ذیل سے منہ موڑ لیا ہے۔
(اے بندو) جو کچھ تمہارے رب کے پاس سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، اس کی پیروی کرو اور خدا کو چھوڑ کر اور یاروں کی پیروی نہ کرو، تم کم نصیحت سیکھتے ہو۔

اتبعوا ما انزل الیکم من سابقکم ولا تتبعوا من دونہ اولیا اما قلیلاً ماتذ

کے دن پٹ سے اعراف ۱۷

اور آیت حسب ذیل کے مصداق ہو گئے ہیں کہ اپنے بزرگوں کی کو رائے تقلید کرتے ہیں اور انھیں علماء کے کہنے پر چلتے ہیں جو خدا و رسولؐ کے خلاف حکم دیتے ہیں۔

انا وجدنا اباؤنا علی امة وانا علی اناؤم ہم نے اپنے بزرگوں کو ایک طریقہ پر پایا اور انھیں مقتدون۔ کے نشانات کی پیروی کریں گے۔

”آیات محکمات“ کا بہت سا حصہ بھائی مرحوم کے زمانہ حیات ہی میں تالیف ہو چکا تھا۔ اور مرحوم سماعت بھی فرما چکے تھے حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اس حقیر اور ناچیز کے عمل کو قبول فرما کر گناہوں کو عفو فرمائیں گے۔ ربنا اعقر لی ولوالذی وللمومنین یوم یقوم الحساب بحق ”محمد وآلہ الاحقاد“

قال :- الحمد لله رب العالمین والصلاة علی نبینہ وحبیہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ وانرا واجد وامتہ اجمعین۔

بعد حمد اور صلوة کے جانتا چاہئے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اس پر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اس کی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے، لیکن شیطان نے بعد ایمان اکثر مسلمانوں کو بہکا یا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھرتا رہا کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقتے گمراہ ہو گئے۔ جس کی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہئے، بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر عقائدی مسئلہ کی تطبیق کتاب اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب و عناد کو دخل نہ دے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکے، اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے، ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو، اور سوائے مجاہدے مکارے کے اسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا ہو، اور انا وجدنا اباؤنا علی امة وانا علی اناؤم مقتدون کہتا ہو، وہ بے شک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا۔ اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کھلی پاک و صاف

نہ کر سکے گا۔

قول :- الحمد لله على احسانه که فرقه حقہ اثنا عشریہ صراط مستقیم پر ہے اور اپنے مذہب کو تحقیقاً حق مانتا ہے۔ تقلیداً نہیں۔ کیونکہ اس مذہب کے اصول دین تحقیق عقلی اور آیات قرآن اور احادیث نبوی پر مبنی ہیں جس کی تشریح آئندہ کی جائے گی۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو ناجی سمجھتا ہے لہذا جب اس مذہب کے اصول دین بزرگوں کی کوہانہ تقلید پر حصر نہیں تو آیہ انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی انہم مقتدون کا مصداق بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ خدا کا یہ ارشاد فرقہ اہل سنت والجماعت پر صادق آتا ہے اس لئے کہ ان کے مذہب کی بنیاد ان حضرات کی پیروی پر ہے جنہوں نے قرآن و حدیث کی بیجا تاویلات پر دین و مذہب قائم کر لیا تھا حالانکہ ایسے لوگوں کی تقلید میں ضلالت ہے نہ کہ ہدایت (اس کی سامنے کی مثال یہ ہے کہ آپ نے حسب عقیدہ اہل سنت کل امت کو صلوة میں داخل کر لیا حالانکہ نہ تو کل امت خیر امت ہے اور نہ وعدہ الہی میں شامل، اس لئے کہ اس امت میں ناکثین، ضالین، فاسقین، فاجرین۔ منافقین، ظالمین بھی شامل ہیں۔ بلکہ بیشتر تو ایسے بدترین تھے جن کی مثال امم سابقہ میں بھی نہ مل سکے گی۔ اس صورت میں وہ لوگ حسب احکام خدا و رسول مستوحسب شہادت و ملائت ہیں۔ رحمت و مغفرت کے مستحق نہیں۔ ارشاد الہی ہے۔

ان الابدان لفی نعیام۔ ان الفجار لفی جحیم بیٹنگ نیک لوگ آرام میں ہیں اور بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں۔ اگر آپ کو تحقیق مطلوب ہوتی تو پہلے اس بات کی طرف توجہ فرماتے کہ جب آفتاب دین اسلام کمال کو پہنچ کر اپنے تور سے عالم کو منور کر چکا اس کی تکمیل کی سند بھی خداوند عالم نے ان الفاظ میں دیدی۔

الیوم املکت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ نعمت تمہارا کر دی، اور تمہارے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

اس کے بعد پھر کیا سبب ہوا کہ آنحضرت کی وفات کے بعد ہی اس دین برحق میں نہ صرف زوال اور انحطاط ہوا بلکہ بقول آپ کے جس کو ہم بھی مانتے ہیں ایسا فرق پڑا کہ اہل اسلام میں بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، پس جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف نجات کی امید پر کتاب خدا کو دیکھے مگر تعصب کی عینک کو اتار کر تو اسکی حق و باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔

والذین جاہلوا فینا لینیہم بنتہم اور جو ہمارے (دین کے) بارے میں کوشش کریں گے ہم انکو

یہ کا دین۔ فاسقین، مارقین۔ بلکہ وہ عورتیں بھی ہیں جن کو حضرت نوح و لوط کی کافر بیویوں کی مانند کہا گیا ہے اور جو فقد صنعت تھا۔ بلکہ ان کی مصداق بھی ہیں۔ یہاں لوگ صلوة و سلام میں کیسے داخل ہو سکتی ہیں۔ عابدین

سُبُلَنَا وَانِ اللَّهُ لَمَجِ الْمَحْسِنِينَ - پ ۲۱ کو ضرور بالضرور راستہ دکھلا دیں گے، اور اللہ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہے،

ہاں جو شخص سچائی کا طالب ہی نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور صرف مجاہد و مبارک ہو کہ نہ جانتا ہو اور اپنے ابائی مذہب کو تقلید کی بنا پر حق ماننا ہو، اور "انا وجدنا ابائنا" اس کا وظیفہ ہو اور اپنے علماء کے اقوال کو آیت اور حدیث کے برابر سمجھتا ہو، یقیناً وہ جمالت و غملا لنت میں پڑا رہے گا۔ اور کبھی اپنے دل کو باطل عقیدوں سے پاک و صاف نہ کر سکے گا۔ چنانچہ ہم انشاء اللہ جلد ہی کتب اہل سنت سے ویلیوں کے ساتھ ثابت کر دیں گے کہ بہتر فرقوں کی گمراہی کے باعث کون حضرات ہوئے ہیں۔

قال :- بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار مہدی علی ابن سیدنا من علی غفر اللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ مجھ کو مذہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں۔ ایک اہل سنت و الجماعت، اور دوسرا امامیہ، دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں، اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں، ہزاروں کتابیں تالیف ہوئیں اور صد ہا رسالے تخریر ہو گئے، مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہ ہوا جس کا جو عقیدہ تھا وہ اس پر قائم رہا۔ بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے حق پر نظر کر کے اپنے ابائی دین کو چھوڑا۔ اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو۔ لیکن میں اپنے خدائے عزوجل کا ہزار ہا شکر کرتا ہوں کہ میں ان چند آدمیوں میں ہوں جنہوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا، اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الہی کے پا کر اور مذہب امامیہ کو اس کے مخالف دیکھ کر اپنے ابائی دین کے چھوڑنے اور تمام کنبے و قبیلہ سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا، اور امامیہ مذہب کو جو بھجوائے برعکس نہ مذہب نام زندگی کا فورہ کے مخالف عقائد آئمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہل سنت و الجماعت کا اختیار کیا، چونکہ میرے عزیز و اقربا اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں، اس لئے میں ان پر ان دلائل عقل کو ظاہر کرتا ہوں جنہوں نے میرے دل کو ان کے مذہب سے مستقر کیا، اور ان شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہل سنت و الجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا، اسی واسطے میں یہ رسالہ اہل سنت و الجماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں۔ خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ دیں، اللھم آمین "آیات بینات ص ۱۰"

اقول :- (جی ہاں) امامیہ کا اپنے مذہب کو حق اور اپنے آپ کو ناسی سمجھنا بالکل بجا اور درست ہے کیونکہ وہ بعنایت اینر دی سفینہ اہل بدیت پر سوار ہیں جس کی سلاستی میں کچھ شک نہیں۔ تبصرہ صادق فرمائے ہیں۔

مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا میرے اہلبیتی کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس پر بچی ومن تخلف عنھا غرق و دھوی۔ سوار ہو اسلامت ہا اور جسے اس سے کنارہ کیا وہ غرق اور کشتی

چہ باک از موج بحر آتر کہ باشد نوح کشتیاں
البتہ وہی لوگ غرق ہوئے اور ہوں گے جنہوں نے ناخدا کے اسلام کے فرمان کے خلاف
سفینہ نجات سے کنارہ کیا، اور اپنے قصور فہم سے پس نوح کی طرح کسی پہاڑی کو ذریعہ نجات
کھرا یا۔

اگر آپ تحقیق کرتے اور دونوں مذاہب کے اصول پر غور فرماتے تو ایسے مذہب کو سچا
نہ بتاتے جو سراسر کلام الہی اور احادیث رسالت پناہی کے خلاف ہے اور برعکس نہند نام نہنی
کا نور کا مصداق

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو نہ تو کسی عقیدہ کی تحقیق منظور تھی اور نہ کسی اعتقادی مسئلہ
کی تطبیق بلکہ مصلحتاً اپنے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز میرٹھ دہلوی کے عقائد کی تقلید۔ اور آپ
بینات کی تالیف سے تحفہ اثنا عشریہ کی تائید مقصود تھی (جس کی دلچسپی کہا جانی یہ ہے کہ وہ
خواجہ نصر اللہ کابل کی صواعق کی مسردقہ ہے۔)

سوال از جانب مرزا حسن علی قاسم شاہ و شاہ ولی اللہ صاحب (پندرہ معادب تحفہ اثنا عشریہ)

کتاب صواعق موبقہ در رد مذہب روافض
تخلیہ اللہ تم کہ تالیف نصر اللہ کابل است بملاحظہ
شریف در آمدہ بیانہ و بعد از انکہ ملحوظ نظر فیض اثر
شدہ باشد، فرقے در تصنیف آں و تصنیف
جناب افادت کاب کہ تحفہ اثنا عشریہ است
چہست و معاندان این دیار خصوصاً روافض
خندہم اللہ بطریق ذرا خانی دیہودہ گوئی خیل
شور و شغب میکند کہ کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ

صواعق موبقہ جو مذہب روافض کی رد میں لکھی
اسد کابل کی تالیف ہے آپ کے ملاحظہ میں آئی ہے
یا نہیں، اس میں اور آپ کی تالیف تحفہ اثنا عشریہ
کیا فرق ہے۔ کیونکہ معاندین علی الخصوص روافضی تحفہ کی
نسبت طنز اور بیہودہ گوئی کے طور بہت کچھ چھی گوئی
کرتے ہیں کہ تحفہ اثنا عشریہ صواعق کا ترجمہ ہے
اگرچہ ہم مخلصین اور مذہبین کے نزدیک
یہ سوال لا طائل ہے۔ اور جو کوئی مایہ علم سے

سے کچھ آگیا ہی رکھتا ہوگا وہ اس بات کو
بھی نہیں مانے گا۔ مگر چونکہ بعض اشخاص
نے مجھے بہت تنگ کیا اس لئے یہ امر حضرت
کی سمیع خراشی کا باعث ہوا۔

ترجمہ صواعق موبقہ است، ہر چند سوال میں
معنی ما مخلصان و ذر و یان را الا طائل و بہودہ
میناید و از جملہ بدیہی البطلان است و ہر کس
کہ از بایہ ظلم آگئی داشتہ باشد این خبر را از محکم
مخالف خواهد دانست لیکن بعضے کسان این نا
کس را بسیار تنگ کردند لہذا این امر نامرضی را
موجب سمیع خراشی جناب عالی انگاشتہ

جواب شاہ صاحب

تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے وقت اہل سنت
کی وہ کتابیں جو شیعوں کی رد میں ہیں اور شیعوں
کی وہ کتابیں جو سنیوں کی رد میں ہیں، میرے
پیش نظر تھیں اور وہ سب تین قسم کی تھیں، چونکہ صواعق
کی ترتیب مجھے بہت پسند آئی لہذا اس کی ترتیب
پر کتاب لکھی اور چند ابواب مثلاً بحث تولد
تبرہ اور حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب
مرطاعن صواعق میں موجود نہیں تھے، تحفہ میں بڑھائے
گئے، پس اس کو محض ترتیب ظاہری پر صواعق
کا ترجمہ کہنا درست نہیں۔ اور اگر تامل اور غور کر لیا ہوتا
تو افضیوں کو طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا۔
کیونکہ تحفہ اثنا عشریہ صواعق کا ترجمہ بھی ہو تو اس سے
مذہب اہل سنت کے سچے ہونے اور مذہب شیعہ کے
چھوٹے ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا، ان کو اس بات
سے کیا کام جو اس کی جستجو کر رہے ہیں کہ اس کا مصنف
کون ہے؟ اس طعن سے تو اس کا جواب نہیں ہو سکتا،
اس کتاب جو شہرت فقیر کو حاصل ہوئی ہے اس سے بعض اہل

در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتابہائے
اہل سنت کہ در مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ
در مذہب اہل سنت تالیف شدہ قسم ہمسید
اس قسم کتب در وقت تالیف تحفہ اثنا عشریہ
موجود بودند و اس وقت ترتیب صواعق بسیار
پسند خاطر افتاد بہاں ترتیب دریں کتاب کلام
واقع شد و چند ابواب مثلاً بحث تولد و تبرہ و
حدیث ثقلین و مسئلہ انکار نبوت و باب مرطاعن
کہ در آن بنود این ابواب افرودہ شد پس این
کتاب را ترجمہ آن کتاب گفتن محض بظاہر ترتیب
آن ہی تو اند شد و نیز اگر تامل کنندہ واقض را
ہرگز جائے طعن نیست زیرا کہ این کتاب اگر
ترجمہ صواعق است آخر اثبات مذہب اہل سنت
و رد مذہب رد و افض می نماید انہما را چہ کار از ان
کہ تفتیش کنند کہ این گویندہ کیست جو اب باید تو
و این طعن جو اب نہیں تو اند شد اسے بعض اہل
سنت کہ انہما را بشہرت این کتاب نسبت با

اہلسنت حسد سے عمل مرے، چاہتے ہیں کہ فقیر کا نام نہ ہو، اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ فقیر اس کتاب کی تالیف کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ اس پر فخر کرتا ہے البتہ فقیر کی غرض از باب فہم اور طالبان حق کو راہ راست دکھانا تھی سو الحمد للہ حاصل ہو گئی ہے

فقیر عرق حسد بچوش آمدہ میخو اہند آں نسدت
بایں فقیر در میان نہ اند جو اب سخن ایشان گند
کہ فقیر دعویٰ این کتاب نمی کند و فخر خود نمی خواہد
منظور فقیر عرض ازین مقدمات سلوک طریق
جدید بہ اذہان اولی الالباب و طالبان راہ
صواب و انحراف لہ کہ حاصل بود

بہر حال کسی کی تصنیف و تالیف ہو، ہمارے زمانہ میں تو شاہ صاحب ہی کے نام سے مشہور ہے اور حضرت نے ہی اس کو شائع کیا ہے۔ جس کی اشاعت کا باعث یہ تھا کہ جب دولت مغلیہ کو زوال اور سلطنت برطانیہ کا تسلط ہوا تو شیعہ اپنے ان مذہبی عقائد کو ظاہر کرنے لگے جنہیں مخالفین اور دشمنوں کے جوڑ و ستم کے خوف سے چھپائے ہوئے تھے۔

اذان میں بالاعلان اشدھان امیر المؤمنین و امام المتقین علیا ولی المراد صلی رسول اللہ
و خلیفہ بلا فصل کے نثر کے عام طور پر بلند کرنے لگے، اور محفلوں، مجلسوں میں مناقب و مصائب
آری رسول بیان کرنے لگے۔ جب ان حالات کو سن کر دوسرے فرقے کے معقول و حق پسند لوگ
بھی مائل بہ تشیع ہونے لگے تو جناب شاہ صاحب یہ رنگ اور مذہب حق کی طرف ہمارے حجام دیکھ
کہ گھبرائے۔ بالآخر اپنے مذہب کی بقا اور بندگان خدا کو راہ راست سے روکنے کے لئے صواعق بلا
موصوف کو نئے لباس میں آراستہ کر کے شائع کیا اور تالیف سبب یہ تحریر کیا کہ

اس رسالے کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جن شہروں
میں ہم رہتے ہیں وہاں شیعہ مذہب کا رواج استقامت
زور پکڑتا جا رہا ہے کہ کوئی گھربسانہ لے گا جہاں دو
ایک نفر اس مذہب کے معتقد ہو رہے ہیں لیکن وہ زیادہ تر
علم تاریخ اور اپنے اخبار و روایات سے ناواقف اور
اپنے اسلاف کے اصول سے بیخبر ہیں اور اہلسنت سے
بے جوڑ اور بے سکی باتیں کرتے ہیں لہذا خوشنودئی

غرض تسوید این رسالہ و تحریر این مقالہ آں است
کہ دریں بلاو کہ ماساکن آئیم و دریں زباں کہ مادر
ایم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں جہ سے
اتفاق افتاد کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں
خانہ بان مذہب متمذہب نہ باشند و راعیب این
عقیدہ نہ شوند، لیکن اکثر از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
ماطل و ازاں احوال اصول اسلاف خود بے خبر و غافل

(حاشیہ) لے تحفہ صلا مہبوعہ نو لکھنؤ لکھنؤ ستمبر ۱۸۸۵ء عابد حمیدی

خدا کے لئے یہ رسالہ لکھاتا کہ مناظرہ کے وقت صحیح راستہ پر رہیں اور اپنے اصول کا انکار نہ کریں۔

می باشند و ہر گاہ کہ در محافل و مجالس بجاہل سنت و الجماعت گفتگو می نمایند کج می گویند و شتر گز می آرند جسته بشتر بہ تخریب این رسالہ پر داخل شد تا در وقت مناظرہ از جادہ خود بیرون نروند و اصول خود را متکرر نہ شتر نہ تحفه مطبوعہ فخر المطالع

اس طرح شاہ صاحب نے کاغذ سیاہ کر کے بلا امتیاز حق و باطل، نور کو ظلمت اور ظلمت کو نور بتا کر لوگوں کو مذہب امامیہ اختیار کرنے کی بیکار کوشش کی اور کہنے کو تو یہ کہا کہ دریں رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب شیعہ و بیان اصول ایشان و الزاماتیکہ باید بایشان می شود غیر از کتب معتبرہ ایشان منقول عنہ بناسد

اس رسالہ میں التزام لکھا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور اس کے اصول اور جو الزامات ان پر عاید ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں انھیں کی مستند کتابوں سے تمسک کیا جائے گا۔

لیکن بطور مجادلہ اور مکابرہ لفظ "گویند" کہہ کر خود ہی مضمون آفریں بنے، اور خود ہی اس کو علمائے شیعہ کی طرف منسوب کیا، پھر خود ہی رو بھی کرنے لگے۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ، خود بر سر آں کوزہ خمر پیدار بہ آمد، چنانچہ تحفہ کی ابتدا سے انتہا تک بگو اس اس کی شاہد ہے کہ شاہ صاحب نے ناحق ہی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جو اہل بیت اطہار علیہم السلام خصوصاً امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں انکو غلط و ضعیف لکھا ہے، حالانکہ انھیں کے مذہب کی معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ البتہ جو حدیثیں خلفاء اور حکام وقت کی فضیلت میں جاہ و منصب کی لالچ میں گڑھی گئیں ان کو صحیح اور صحیح بتایا ہے۔ اسی طرح وہ حدیثیں اور تفسیریں اور روایتیں جنھیں علماء و آئمہ اہلسنت نے درج کیا ہے جس سے مشہور صحابہ کے نقص ایمان پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں کسی کا کلام کھلا انکار کر دیا، کسی کے راوی کو جھوٹا بتایا، کسی مورخ کو سفہری اور کسی مفسر و محدث کو را فضی کہہ دیا۔ حالانکہ وہ سب ثقافت اہل سنت ہیں۔ اور اگر کسی بات سے صریحی انکار نہ کر سکے تو

(حاشیہ) نے افسوس کہ شاہ صاحب کا یہ عہد و پیمان باقی نہ رہا، تاکہ میں "کی مانند ہندی" کے معتبر کتابوں سے حوالہ دینے کے بجائے اپنی بخاری و غیرہ کا سہارا لیا جس کی نظر آئندہ صفحات میں آئے گی۔ ۱۲ علیہ السلام۔

راوی کو ضعیف اور جھوٹا بتا کر بیجا تاویلات اور توہمات کر کے ان برائیوں اور مذمتوں کا الزام شیعوں پر رکھ دیا۔ مثلاً باب دہم میں لکھتے ہیں :-

”باب دہم در مطاعن خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام و ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو شبیہ در کتب خود آوردہ اند و ان مطاعن را از کتب اہل سنت بزرگم خود ثابت نمودہ“ ص ۲۶۲

جس کا مطلب یہ ہے کہ شبیہ خلفائے ثلاثہ و دیگر اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون و بدنام کرتے ہیں، کتب اہل سنت میں وہ برائی نہیں۔ حالانکہ اصحاب مد و حین اور بعض ازواج رسول کی مذمت میں بہت سی روایتیں صحیح سستہ وغیرہ میں درج ہیں۔ اور متقدمین صحیحین مفسرین محققین نے ان لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت طنز لکھے ہیں۔ اور ان کے اسلام کو و افکار ثابت کیا ہے۔ اور ان تمام مطاعن کا منبع، اصح الکتب بعد کلام الباری صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں جن میں صحابہ کی مذمت اور برائی میں حدیثیں بھری پڑی ہیں۔ یہ حدیث بہت مشہور ہے۔

قال عبد اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا من طیغم علی الحوض لیرفعن الی الرجال منکم حتی اذا هویت لانا ولهم احتلیجوا دونی فاقول ای سراب اصحابی فیقول لا تدسای ما احدثوا بعد لک۔
سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا ساتھی ہوں گا تم میں سے کچھ لوگ میری طرف بڑھیں گے جب میں ان کو دینے کے لئے جھکوں گا تو وہ میرے سامنے سے ہٹا دے جائیں گے، میں بارگاہ انبوی میں عرض کروں گا کہ یہ تو میرے اصحاب ہیں، ارشاد ہوگا کہ یہ وہ اصحاب ہیں جنہوں نے تمہارے بعد دین میں بدعتیں لیں۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بھی اپنی مسرودہ تحفہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ مگر یہ لکھ کر دامن بچانے کی کوشش کی ہے۔

یہ سچس از اہل سنت آن جماعت را صحابہ کوئی بھی سنی اس جماعت کو صحابی نہیں مانتا۔ نمیداند و معتقد خوبی و بزرگی انہا نیست (تحفہ) اور ان کی اچھائی اور بزرگی کا معتقد نہیں۔

انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر دوسری جلد میں ہوگا۔ پس یہ تمام جو اہل بیت بہا اور گنہ گرانہ اسی سدن و مخزن سے شیعوں کے ہاتھ لگے ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے بقول حافظ شیرازی۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اقتدر از درندہ در محفل رندان بچہرے نیست کہ نیست

اپنے امام محمد اسماعیل بخاری و دیگر محدثین کرام کو تو پردہ میں چھپایا اور علماء امامیہ کو نشانہ تیر ملا مرتب بنایا، جو کچھ میں نے عرض کیا اس کا حال معزز ناظرین پر میری اس تالیف سے روشن ہو جائے گا کہ آیا اصحاب و ازواج رسولؐ کو امامیہ نے بدنام کیا ہے یا خود ہوا ان اصحاب نے جو ان کی مدح و ثنا میں ہمہ وقت رطب اللسان ہیں۔ عرض شاہ صاحب نے شاہد مضامین کو اس حسن سے آراستہ و پیراستہ کر کے اس امید پر شیعوں کے سامنے پیش کیا کہ اس کے مضامین دل فریب ایک حسین کی طرح دلربائی کریں گے۔ لیکن علمائے کرام و حامیان دین اسلام (جو آستانہ شریعت پر متمکن ہیں) کیا متاثر ہو سکتے تھے۔ آخر اس کے شایع ہوتے ہی عجب ایسا گریبان گرفت و آں دامن۔

اس کے ایک ایک لفظ کی تردید اہل سنت کی معتبر کتب تفسیر و حدیث وغیرہ سے کر دیا۔ کسی نے باب الہیات و نبوت کا جواب لکھا۔ کسی نے مطاعن کا۔ چونکہ اصل تحفہ بارہ باب میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کے ہر باب کا کافی و شافی جواب علامہ دہلوی جناب حکیم مرزا محمد رضا نور اللہ مرقدہ نے نثر ہمتنا عشریہ کی بارہ جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جناب علامہ محمد قلی خاں صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے باب اول کا جواب سبب ناصری میں۔ باب دوم کا تقلیب المکائد میں۔ باب ہفتم کا برہان السوادت میں۔ باب دہم کا تشید المطاعن کی تین جلدوں میں۔ اور باب یازدہم کا مصارع الافہام میں۔ اور جناب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہ نے باب ہفتم کا جواب (جو امارت سے متعلق ہے اور ایک اہم مسئلہ ہے) منجملہ مسائل اختلافیہ مابین سنی و شیعہ) جو اہر عنقریب میں اور جناب غفرانآب مولانا سید ولد ار علی صاحب طاب ثراہ نے باب پنجم کا جواب صوارم الہیات میں۔ باب ششم کا حسام الاسلام میں۔ باب ہفتم کا احیاء السنۃ میں۔ باب دوازدہم کا ذوالفقار میں۔ اور جناب سلطان العلماء سید محمد رضوان صاحب نے خاص بحث فدک کا جواب طعن البرج میں بحث متہ کا بارہ ضمیمہ میں (جس کے کچھ بے سرو پا جواب مولوی رشید الدین صاحب سنی المذہب نے شوکت عمریہ میں لکھا تھا کہ ادھر سے بھی جواب الجواب فوراً حضرت حمید ریہ میں دیا گیا۔ اور سب سے آخر میں عالی جناب امام المتکلمین رئیس المناظر مولانا مولوی سید حامد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ نے باب امامتہ کے جواب عقبات الانوار کی تیس جلدوں میں جس میں دس جلدیں شایع ہو چکی ہیں) نہایت مدلل و مفصل تحریر فرمایا۔

جزاؤہم اللہ احسن الجزاۃ۔

مذکورہ تمام کتابیں ایسی لاجواب ہیں کہ شاہ صاحب سے لے کر آج تک کسی سنی عالم کو جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود شاہ صاحب کی زندگی ہی میں کتاب نمبر ۱۱۰ اثنا عشریہ تصنیف ہو چکی تھی اور اُسے ملاحظہ بھی کر چکے تھے۔ مگر اس خیال سے کہ ”جامہ ندرم دامن از کجا آرم“ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ حق کا جواب کیا دے سکتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کا خط بنام حکیم شریف خاں کتاب مذکور کی طلب میں آج تک کتاب رجال میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قد سمعت ان الفاضل الكامل المدقق المحقق
 حرز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ قد کتب علی وجہ
 الرد البحت علی التحفہ الاثنا عشریہ ان
 اتفق مر قوماً نہ ومطالبہ بوسہ ملتکم فالما مول
 ان تبد لو انی ذلک الجھرہ

”تحقیق میں نے سنا ہے کہ فاضل کامل مدقق و
 محقق مرزا احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ اثنا عشریہ
 کی رد میں کوئی کتاب لکھی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ
 کی وساطت سے وہ کتاب طلب کی جائے، امید ہے
 کہ آپ اس امر میں کوشش فرمائیں گے“

منقول از رد التحفہ ص ۱۳

اس تحریر سے جناب علامہ دہلوی کی جلالت قدر کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ جن علماء
 امامیہ کو شاہ صاحب نے علم تاریخ اور احوال و اصول اسلاف سے بے خبر و غافل بتایا تھا
 آخر خود حضرت ہی نے جناب مدد و روح کو فاضل، کامل، مدقق، محقق کے خطابات سے یاد کیا ہے۔
 آپ کے بعد جناب حیدر علی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی تقلید میں کتاب منتہی الکلام
 لکھی (جن میں آل رسول علیہم السلام کی عظمت و مرتبت پر حملے کئے ہیں) جس کا (منہ توڑ جواب)
 استقصاء الافحام، میں علامہ سید حامد حسین صاحب طاب ثراہ نے دیا۔ پھر اس کا جواب بھی
 اہل سنت سے کچھ نہ بن پڑا، حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ ہمارے سنی بھائی مناظرہ کر کے سیدھی

(حاشیہ) - اس کے علاوہ تحفہ کے جواب میں اور بھی کتابیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:-

- ۱) طرد المعاندین از جناب سلطان العلماء، باب دوازدهم تولا و تبراکی فصل، تنقح کا جواب۔
- ۲) آقا سید احمد بہبانی عظیم آباد پٹنہ کے زمانہ قیام میں تحریر فرمایا، یہ کتاب کتب خانہ رشیدیہ کوپانگچ میں موجود ہے۔
- ۳) تحفہ منقلبہ - تحفہ کا جواب تحفہ سے - (۴) غیبت - امام قائم آل محمد کے وجود و ظہور کی بحث۔
- ۵) رد التحفہ - مولانا سید محمد حیدر صاحب طاب ثراہ - خاص خاص مقامات کے جوابات۔

(۶) ابرام الکائد - (۷) شعلہ جوالہ وغیر ذالک - ۱۲ عابد حیدری

اہ کو باکس ثابت کرنے کی سعی لا حاصل نہ کرتے۔ مگر افسوس کہ ان سے چپ چاپ بیٹھا نہیں جاتا۔ اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں تالیفات و تصنیفات بے سرو پا سے شیعوں کے مذہب پر بے نتیجہ حملے کرتے ہیں۔ اور جب شیعوں کی طرف سے ترکی بہ ترکی جواب پاتے ہیں تو برا بھلا کئے لگتے ہیں اور حدالتوں میں استغاثہ دائر کرتے پھرتے ہیں، لیکن الحمد للہ کہ اس دور میں ہر فرقہ اپنے مذہب میں آزاد ہے اس لئے وہ استغاثے خارج کر دئے جاتے ہیں۔ پس ہمارے علمائے اعلام کے معقول و منقول جوابات پر علماء اہل سنت کا سکوت اور جمود ہمارے علماء کے ہتھیار اور عبور و تحقیق مذہب پر بخوبی دلالت کرتا ہے، اس صورت میں ایک منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ شاہ صاحب نے متکلمین امامیہ کی لاعلمی و بیخبری کی نسبت ارشاد فرمایا وہ کہاں تک درست ہے۔ پالی شاہ صاحب جو چاہتے ہیں کہیں۔ مگر حق تو یہ ہے کہ اگر علمائے کرام صراط مستقیم اور شریعت رسول کریم کو خار زار ضلالت سے پاک و صاف نہ کرتے تو زمانہ غیبت جناب صاحب الزمان علیہ السلام میں بقائے ملت حقہ اثنا عشریہ محال تھی۔ جیسا کہ جناب تقدس مآب مفتی محمد عباس صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں۔

در احتجاج طبرسی از جناب امام نقی علیہ السلام منقول است کہ آنجناب فرمودہ علمائے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام راہ می نمایند و کج السی وین متین را نگاہ میدارند و ضعفائے بندگان خدا را از دام شیاطین میرسانند در زمانہ غیب صاحب الزمان علیہ السلام اگر باقی نمی ماند ہر آئینہ ہمگی مردم از دین ہدی برہم من گشتند و راہ ارتداد پیش می گرفتند و لیکن علماء زمانہ ہمارے شیعہ را رست می گرفتند مثلیکہ کشتی بان سکان کشتی را میگردد اند آنہا نزد خدا صاحب فضل و شرف

کتاب احتجاج طبرسی میں امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ ہمارے علماء جو ہمارے شیعوں کو معرفت امام زمان علیہ السلام کی حاصل کراتے ہیں اور براہین روشن سے دین متین کی حفاظت کرتے ہیں اور ضعیف الاعتقاد بزرگان خدا کے دلوں کو دام شیاطین سے بچاتے ہیں اگر غیبت امام علیہ السلام موجود نہ ہوتے تو تمام لوگ ضرور دین خدا سے پھر جاتے اور گمراہی اختیار کرتے لیکن علماء وقت ضعیف شیعوں کے دلوں پر اس طرح حاوی ہو گئے ہیں جس طرح ناخدا کے قبضہ میں کشتی کا سکان ہوتا ہے کہ جس طرف چاہتا ہے اس کو چلائے پھرتے پس یہ علماء پیش خدا افضل و شرف رکھتے ہیں۔

غرض تحفہ کی تالیف سے خدا کے فضل سے مذہب امامیہ کا تو کچھ نہیں بگڑا۔ البتہ اہلسنت

والجماعت کی پوری قلعی کھل گئی۔ اور ان کے پیشواؤں کی جو حالتیں پوشیدہ تھیں وہ طشت از باہم ہو گئیں۔ چنانچہ میں اپنی ہی حالت عرض کرتا ہوں کہ خاص اصحاب نے جو بد سلوکیاں اپنے پیغمبر کی رحلت فرماتے ہی آنحضرت کے پارہ جگر اور نفس رسول کے ساتھ کی تھیں۔ مثلاً احراق بیت الشرف بنت رسول جبر و تعدی بیعت طلب کرنے کے لئے صہبائی فدک و میراث اور حق خمس وغیرہ، مجھے ان کے باور کرنے میں بہت پس و پیش تھا اور خیال کرتا تھا کہ وہ اصحاب کرام جنہوں نے حسب اعتقاد اہل سنت سب سے پہلے جناب رسول خدا کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی آنحضرت کے سفر و حضر میں ساتھ رہے اور حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت امیر المومنین کے مراتب و مدارج سے اچھی طرح واقف تھے۔ اپنے پیغمبر کی بیٹی کا گھر آگ اور لکڑی لے کر جلانے کیونکر آئے ہوں گے۔ اور ان بد عہدوں کے مرتکب کس طرح ہوئے ہوں گے۔ لیکن جب تحقیق کی نظر سے اہلسنت والجماعت کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت واقع ہوئی اور ان میں کتاب تحفہ اثنا عشریہ بھی نظروں سے گزری اور اس میں جناب رسول خدا کی لحدت جگہ کا گھر جلانے کی توجیہ میں شاہ صاحب کا یہ کلام دیکھا کہ :-

ایں تخریف و تہدید کسانے را بود کہ در
خانہ حضرت زہرا لمجا و پناہ ہر صاحب خیانت
دانستہ دریں جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور می
داشتند و برہم زدہن خلافت خلیفہ اول بکنہا شہا
و مشورہ ہائے فساد را نگیز قصد می کردند
تحفہ صلا مطبوعہ فخر المصالح

اس وقت حضرت شاہ صاحب کے ایمان و عقاید کے جو ہر کھلے۔ نیز خود غلط بودانچہ مابینہم
اپنی قلعی کی بھی صحت ہوئی اور یقین آ گیا کہ جو سطا عن اصحاب ممدوح اہل سنت کی طرف منسوب
کئے جاتے ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ جن کو اکابر علمائے اہل سنت کہہ کر بتے ہیں، خود شاہ صاحب کو
بھی جب اس واقعہ کو جھٹلانے کا کوئی بہانہ نہ ملا تو ان کی محبت اور اپنے مذہب کی بقا کی خاطر اس پر
پردہ ڈال دیا۔ اور کہہ دیا کہ یہ تہدید و تخریف بنت رسول کو نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو تھی جو خلیفہ اول
سے مانع ہو کر فاطمہ کے گھر میں جمع ہوئے تھے، اور خلافت برہم کرنے کے مشورے کرتے تھے۔ مگر شاہ

صاحب کے اس پردہ کو شبلی نعمانی نے چاک کر دیا۔ (جن کو اہل سنت اس زمانہ کا بہتسی کہتے ہیں) چنانچہ وہ اپنی کتاب الفاروق میں بحوالہ امام مالک تحریر فرماتے ہیں کہ وہ مجمع خاص بنو ہاشم کا تھا۔ اور حضرت علیؑ اس گروہ کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ ملاحظہ ہو۔

”آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ کے گھر ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے اتباع شریک تھے اور حضرت علیؑ ان کے پیشوا (پیشرو) تھے۔ حضرت عمر نے حضرت فاطمہؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ! خدا کی قسم اگر آپ کے یہاں اس طرح لوگ جمع کرتے رہے تو میں گھر میں ان لوگوں کی وجہ سے آگ لگا دوں گا۔“ حصہ اول ص ۶۵ و ۶۶

اس سے بڑھ کر اصحاب کی حمایت اور کیا ہوگی کہ شاہ صاحب کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ وہ مقدس گھر تھا جس میں حضرت جبرئیل و میکائیل بھی بغیر اجازت قدم نہیں رکھتے تھے۔ جس گھر میں پیغمبر خدا کی پیاری بیٹی فاطمہ زہراؑ نفس رسولؐ علی مرتضیٰ قرة العینین حضرت حسنین علیہم السلام تھے جو اپنے ولی اور آقا کے سونگ میں صدف ماتم بیٹھے ہوئے تھے و بکام میں مشغول تھے۔ جناب خلیفہ آگ اور لکڑی لے کر اس گھر کو جلانے کے لئے آئے تھے۔ بلکہ کتب المسند میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کسی نے کہا کہ گھر میں بنت رسولؐ اور آنحضرت کے صاحبزادے ہیں۔ جناب عمر نے کہا ہوا کریں۔ حالانکہ یہ وہ بیت الشرف ہے جس کی عظمت و جلالت کے لئے ارشاد الہی ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکے فیہا (یہ چراغ) ایسے گھروں میں ہے جس کی نسبت خدا نے حکم دیا اسمہ لیسئلہ لہ فیہا بالذعد و الاصل۔ چنانچہ ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور اس کا نام لیا جائے جن میں صبح و شام وہ لوگ اسکی تسبیح کرتے ہیں تا آخر۔

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان گھروں سے مراد انبیاء کے گھرانے ہیں، اور جناب علی مرتضیٰؑ کا گھر انھیں میں داخل ہے۔ اور کافی میں منقول ہے کہ قتادہ کے نہیں حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بہت سے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھا مگر کسی کے سامنے میرا قلب اس طرح مضطرب نہیں ہوا جس طرح حضور کے سامنے ہوتا ہے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے تو ان گھروں کے سامنے ہے جن کی تعظیم کئے جانے کا خود خدا نے حکم دیا ہے۔ پس تو وہاں ہے اور ہم وہ ہیں قتادہ نے عرض کی، قربان ہو جاؤں، و اللہ آپ نے سچ فرمایا بے شک ان

۱۔ الفاروق حصہ اول ص ۱۲۱ ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۲۵ کراچی۔

۲۔ الفاروق ج ۱ ص ۱۲۱۔ علیہ الفاروق۔

ان بیوت سے مراد مٹی اور پتھر کے مکان نہیں ہیں قول مترجم یہ قنادہ اہل سنت کے مفسرین میں اول درجہ کا مفسر ہے۔ مفسرین اہل سنت نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی ہے ملاحظہ ہو۔

عن انس و بدیعة رضی اللہ عنہما قال قال
رسول اللہ فی بیوت اذن اللہ الخ فقال
ساجل ای بیوت ہذا یا رسول اللہ،
قال بیوت الانبیاء فقال ابو بکر ہذا
البيت منہما و اشار الی بیت علی وفاطمہ
قال نعم من افاضلنا ^{دو} اخرجہ ابن مہر
واسیوطی فی در المنثور) ارجح المطالب ^{۱۰۰}
انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے
کہ جناب سرور کائنات نے مذکورہ بالا آیت پڑھی،
ایک شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہ کن گھروں سے
مراد ہے؟ آپ نے فرمایا انبیاء کے گھروں سے، حضرت
ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ یعنی جناب علی اور
فاطمہ کا کہیں گھروں میں ہے حضرت نے فرمایا ہاں
بلکہ ان سے افضل ہے۔

بفرض مجال اگر ہم مان بھی لیں کہ شاہ صاحب کی توجیہ کے مطابق جناب خلافت مآب
کا مقصود صرف دھمکانا اور ڈرانا ہی تھا تاہم اس تہدید و تحویف کا یہ اثر ہوا کہ ان کے خلیفہ اور
جانشین کو یہ جرأت ہوئی کہ کربلا میں خانہ زہرا کو بے خوف و خطر جلوادیا۔

مگر انسو میں تو اس کا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت عمر کی حمایت میں اس پر اکتفا
نہیں کی بلکہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے اس فعل کو مستحسن سمجھ کر جگہ گوشہ ہائے رسول
اور نفس رسول کو ایک کافر سے مثال دے کر ان خاصان خدا کی شان میں وہ الفاظ لکھے
ہیں کہ جس کو ذرا بھی ایمان و اسلام کا درد ہوگا وہ ان الفاظ کو دیکھ کر اور سن کر الامان الامان
پکارے گا۔ ملاحظہ ہو شاہ صاحب کا ایمان سوز کلام۔

چوں روز فتح مکہ بحضور آن حضرت
عرض نمودند کہ ابن حنظل کہ یکے از شعراء
کفار بود و بارہا از پیجو حضرت پیغمبر در اشعار خود
روی خود را سیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی
کعبہ معظمہ بردہ در پردہ ہائے آفتاب تکی شیانہ
خود را پناہ ساختہ در باب دے چه حکم ست

جب فتح مکہ کے دن آن حضرت کے حضور میں
عرض کیا کہ ابن حنظل جو ایک کافر شعراء کفار سے
تھا اور بارہا حضرت کی پیجو اپنے اشعار میں کہہ کر اپنا
سنہ کا لاکھا خانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ میں پناہ لے کر
چھپا بیٹھا ہے اس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔
ارشاد ہوا کہ حرم کا کچھ لحاظ نہ کرو وہیں ہلاکت

کرد و پس جب ایسے مرد و دان خدا کو خاص
خدا کے گھر میں پناہ نہ ملے تو حضرت فاطمہ زہرا
کے گھر میں کیوں پناہ دینا چاہئے۔

فرمود کہ اور اہم بجا بکشی و پاس حرم نہ کنید
ہر گاہ کہ اس قسم مرد و دان الہی را در خانہ
خدا پناہ بناسد در خانہ حضرت زہرا چہ پناہ
باید داد؟ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵

اس طرح جناب امیر المؤمنین و جناب فاطمہ زہرا علیہما السلام کو نماز شب نہ پڑھتے ہیں
منہم کرتے ہیں اور اپنے اس معاہدہ کو توڑ کر اس رسالہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ مذہب شیعہ اور
ان کے اصول کے بیان کرنے میں جو الزامات ان پر عائد ہوتے ہیں وہ انہیں کی کتابوں سے نقل کئے
جائیں گے پھر بجائے کتب شیعہ کے بخاری کی پرکچھ اس پیش کی ہے۔

بخاری میں متعدد روایتیں ہیں کہ آنحضرت علی و
فاطمہ کے گھر وقت شب تشریف لے گئے اور ان
کو سونے سے بگا کہ نماز تہجد کی سخت تاکید کی۔
اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو، علی نے کہا کہ و السلام
ہرگز نماز نہ پڑھیں گے بجز اس کے جو خدا نے مقرر
کی ہے اور ہمارے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں اگر
وہ ہم کو نماز تہجد کی توفیق دیتا تو ہم پڑھتے آخر
آنحضرت صلعم ان کے مکان سے چلے آئے۔

در بخاری بطریق متعددہ مروی است کہ آنحضرت
ہنگام شب بخانہ امیر و زہرا تشریف بردہ
ایشان را از خواب گاہ برداشت و برائے
نماز تہجدی تقید بسیار فرمودہ گفت تو ما
صلیاً حضرت امیر گفت واللہ لا نصلی
الا ما کتب اللہ لنا قسم بخدا ما ہرگز نماز تہجد ہم
خواند الا آنچه مقرر کردہ است خداے تعالیٰ برائے
ما انما انفسنا بید اللہ یعنی دل ہائے ما
در دست خدا است اگر او توفیق نماز تہجد میداد
میخواندیم پس آنحضرت از خانہ ایشان بازگشت
تحفہ ۲۹۵ مطبوعہ فخر المطابع

حالانکہ بخاری کے اکثر و بیشتر راوی، خارجی اور ناصبی ہیں۔ خود اکا پر علمائے اہلسنت بخاری
اور ان کی روایتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور امام صاحب پر جرح و قدح کرتے
ہیں۔ نیز ایسے اسناد و فریق مخالف کے سامنے پیش کرنا اصول مناظرہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا
کہ خود شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

یہ ضرور ہے کہ جو دلائل امامیہ کی طرف سے پیش کئے جائیں وہ اپنے ہوں جن کو اہل سنت بھی قبول کہیں اس لئے کہ عرض دلائل قائم کرنے سے اہل سنت پر الزام رکھنا ہے ورنہ ہر کتاب اپنی گلی میں شیر غراں ہوتا ہے لہذا شیعوں کے اصول اور ان کی روایتوں کو اہل سنت ایک جو سے بھی مول نہیں لیتے۔

مقدمات و مبادی آن دلائل می باید کہ مسلم الثبوت اہل سنت ہم باشد زیرا کہ عرض از اقامت دلائل الزام بر اہل سنت است والاہر سگے کہ خود بخود در کوچہ خود چو شیر غراں است در وایات شیعہ و اصول انہارا کہ در ابواب سابقہ بتفصیل گذشت اہل سنت بخوئے نمی خزند، تحفہ لہ

ہم شاہ کے اس لعن و طعن سے درگزر کر کے قالوا سلاماً، کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ اسی طرح شیعہ بھی مقام الزام میں بخاری شریف اور جمیع کتب اہل سنت کی سندوں کو ”بخوئے نمی خزند“ سبحان اللہ اس عابد شب زندہ دار کو نماز شب نہ پڑھنے میں مستہم کرتے ہیں جس کے نماز شب پڑھنے کی تصدیق قرآن نے کی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت ہی کم سوتے تھے، اور پچھلے کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے۔ حاصل یہ کہ ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے ٹہی لوگ ہیں جو راتوں میں اپنے بستروں سے اٹھتے اور خدا سے خوف ورجل کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔

۱) كانوا قليلاً من الليل ما يهجعون
وبالا صباح هم يستغفرون ۱۱ سورہ ذاریات
۲) تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون
رابهم خوفا وطمعاً

تفسیر صافی میں اس آیت کی تفسیر معصوم سے اس طرح نقل کی گئی ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے تابعین کی مدح میں نازل ہوئی ہے چونکہ یہ بزرگوار اول شب میں آرام کرتے تھے جب دو تہائی رات گذر جاتی تھی تو یہ وردگار عالم کی جناب میں حاضر ہونے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیتے تھے اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت اور اس کے عذاب سے خوف اس کی بخشش کی طمع رکھتے ہوئے مناجات و دعا میں مصروف ہوتے تھے اس امر کو یہ وردگار عالم خبر کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ اس کے معاوضہ میں اس نے ان لوگوں کو اپنی جوار رحمت میں ساکن کیا۔ اپنی جنت میں داخل کیا، خوف سے امن دیا اور

ان کے دلوں سے دہشت کو زائل فرمایا۔

افسوس اس ہتجد گزار پر الزام رکھتے ہیں جس نے سجدہ خالق میں اپنی جان دی اور کبھی بتوں کو نہ خور سجدہ کیا اور نہ اپنی ماں کو کرنے دیا۔ ملاحظہ ہو۔

عن ابن عباس قال كانت امه اذا دخلت على جيل لتبید له وهي حامله علا علی بطنیها فینعها من السجود فسئی علیا (تذکرہ خواص الامتہ) از حج المطالب علیا
حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ والدہ جناب امیرؑ اپنے ایام حمل میں جس وقت اہل کے پوجنے کے لئے جاتیں اور سجدہ کا ارادہ کرتیں تو جناب امیرؑ ان کے پہلو کی طرف چڑھ جاتے اور سجدہ کرنے سے ان کو روکے رہتے تھے۔ لہذا علیؑ نام رکھا گیا۔

اور روایات اہل ایمان میں تو یہ ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد قصہ بھی سجدہ اصنام کا نہ کرتی تھیں لیکن جناب امیرؑ بتوں کے قریب جانے سے بھی روکتے تھے۔ اس عابد کے نماز نوافل کی حالت باعتبار تعداد رکعات یہ تھی کہ لوگ ہر شب ایک ہزار تکبیروں سے زیادہ کیا آواز سنا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے بیان کی تردید خود انھیں کے علماء کے اقوال سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ترجمہ رکعاً سجداً حضرت مرتضیٰ علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم الشریح کی حال کی ایک شرح ہے، اس لئے کہ آپ کے اکثر اوقات عبادت اور وظائف میں گذرتے تھے، یہاں تک کہ ہر رات میں آپ کے حجرہ شریف سے ایک ہزار تکبیرہ الاحرام کی آواز آپ کے خادموں کے گوش گزار ہوتی تھی۔
ترجمہ رکعاً سجداً شرح حال مرتضیٰ علیؑ است کرم اللہ وجہہ الکریم اکثر و اغلب انات او لوظائف و عبادات میگذشت تا حدیکہ ہر شب آواز ہزار تکبیرہ الاحرام از خلوت او باستماع خادمان عقبہ علیاؑ اش میرسید "تفسیر جلد ۲" طبع نو کشور پریس لکنؤ۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام ایسے عابد تھے کہ بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب نے نماز میں بھی تغیر و تبدل کر دیا تھا تو حضرت ہی ان کو یاد دلایا کرتے تھے، چنانچہ مولوی محمد مبین لکھنوی فرنگی محلی اپنی کتاب "وسیلۃ النجاة" میں لکھتے ہیں۔
بعد از رسول خدا تغیر و تبدل در نماز کہ ستونین پیغمبر خدا کے بعد نماز جو ستون دین ہے اس میں

نہ غالباً اسی وجہ سے آپ کو کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کہتے ہیں آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقة ص ۲۲
۱۵ ص ۱ باب اول - ناہر جیوری۔

اسنت راہ یافت... حضرت علی علیہ السلام
 از نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ زیاد
 مید پانید
 بھی تغیر اور تبدیلی ہو گئی تھی، منکر حضرت علی مرتضیٰ علیہ
 السلام نے صحابہ کو نماز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 یاد دلاتے تھے۔

اس کی تائید بخاری کی حسب ذیل روایت سے ہوتی ہے۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ - قال ما اعرف
 شیئاً ما کان علی عهد رسول اللہ صلعم
 قبل الصلوة قال ایس ضعتہ ما ضعتہ
 فیہا اخرجه البخاری والترمذی تلخیص
 الصحاح جلد اول - کتاب الاعتصام بالکتاب
 والسنۃ ص ۳۵
 حضرت انس سے مروی ہے کہ جو امور رسول
 اللہ صلعم کے عہد میں تھے ان میں سے اب میں
 کچھ بھی نہیں پاتا۔ صحابہ نے کہا نماز تو ہے۔ انس
 نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے نماز میں کئی کیا کچھ
 تغیرات و تفرقات نہیں کئے ہیں۔

محققین اہل سنت معترف ہیں کہ جناب رسالت آپ کے بعد کوئی حضرت علی کی مانند سہجہ
 زاہد، ساجد، عابد، متورع، خاشع نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہو گا۔ ایک شاعر کا قول ہے کہ
 ہوا البرکاء فی المحراب لیلہ
 (یعنی آپ راتوں کو خوف خدا سے محراب عبادت میں روتے تھے، اور میدان جنگ میں۔) (راہ
 خدا میں جہاد کرنے کی وجہ سے ہنستے تھے)

علامہ ابن ابی الحدید، معتمری، جناب امیر المومنین کی عبادت کا حال اس طرح تحریر کرتے
 ہیں۔

وقیل قد یسبط نطح بین الصغیرین لیلۃ الیمی فیصلی علیہ والہما و قوت بیت
 ید یہ و صرات علی صماخیمہ یعیثا و شعا کلا فلا بدتک لذک و ما قام حقی فرغ من وظیفہ
 شرح نوح البدانہ) روایت ہے کہ صغیرین کی لیلۃ الیمی پر میں درمیان دونوں صفوں کے آپ کے
 لئے نطح (فرش چرمی) اچھائی گئی تھی۔ آپ اس پر نماز پڑھنے لگے اور تیرا آپ کے سامنے نہ آتا،
 تھے آپ کے کانوں کے پاس ہو کر داسنے بائیں نکل جاتے۔ منگہ جناب امیر علیہ السلام (السنن) نے فرمایا
 نہیں فرماتے تھے اپنے مقام سے نہ کھڑے ہوتے تھے جب تک کہ اپنے وظیفہ سے فارغ نہ ہو جاتا۔

جناب امیر علیہ السلام کی کثرت نوافل کا یہ حال تھا کہ علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔ وکان
جبینہ کثفنتہ البعیر بطول سجودہ، یعنی جناب امیر علیہ السلام کی پیشانی مبارک طول سجود
سے مثل زانوے شتر کے ہو گئی تھی۔ نماز کے وقت آپ کو ایسا استغراق ہوتا کہ مطلقاً ماسویٰ کا ہوش
نہیں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اپنے جسد عنصری سے بھری ہو جاتی تھی۔

مولوی جامی "تحفہ الاحرار" میں نماز کے وقت آپ کی محویت کے متعلق ایک روایت

اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ارجح المطالب باب سوم ضلع ۲۲ سے صرف ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔)

حضرت علی شیر خدا اور شاہ ولایت ہیں۔ ظاہری اور باطنی شکر کے صیقل کرنے والے

ہیں۔ احد کی لڑائی کے دن جب آپ گھسان کی لڑائی میں مصروف تھے۔ لشکر مخالف کے تیر
آپ کے جسم اطہر میں پیوست ہو گئے۔ تیر کی انی (بھال) کا فنیچہ آپ کے گل جسم میں چھبھا، سیکڑوں
زخموں کے پھول آپ کے گل سے جسم پر کھلے۔ عبادت کے واسطے محراب کی طرف رخ کیا لیٹتے
مبارک تکلیف کی حالت میں اصحاب کی جانب کی۔ زہر آلود تیر کو مثل تیغ کے کھینچا۔ آپ کے تن
اطہر میں چاک گل کی طرح زخم کھل گئے۔ آپ کا جسم خون سے سرخ مثل فنیچہ زنگار گوں ہو رہا
تھا۔ اس سے احسان کی شلخ بہ آمد ہوئی۔ گل خون سے ان کے کچھ گل (قطرہ خون) آپ کی جامائہ
پر پڑے، جب نماز سے فارغ ہوئے، فرمایا یہ پھول میرے پاؤں کے نیچے کیسے بکھرے ہوئے
ہیں کہ جس سے میری جانماز گلزار بن گئی ہے۔ جب صورت حال اصحاب نے عرض کی تو فرمایا کہ خدا
کی قسم مجھ کو تیغ کی تکلیف سے مطلق خبر نہیں، اگرچہ مجھ سے زیادہ خبردار کوئی نہیں۔

شاہ صاحب نے تحفہ میں اہلبیت علیہم السلام کی توہین، اور مذہب اثنا عشریہ کی تذلیل
کی ہے اس وجہ سے اکثر اہل سنت اس کو پسند کرتے ہیں، اور درجہ میں اس کو بخاری شریف سے
کم نہیں سمجھتے، یہی رنگ شاہ صاحب کے مقلدین کا ہے کہ لپٹے پیر و مرشد کے نقش قدم پر چل کر
اپنی تالیفات و تصنیفات میں آل رسول اور اقربا رسول کی تحقیر و تذلیل کرنے کو اپنا ایسا فی
شعار سمجھتے ہیں، جیسا کہ شبلی نعمانی نے الفاروق و المامون وغیرہ میں بہت کچھ اہل بیت کی
شان میں سور ادنیٰ کی ہے، چنانچہ الفاروقی حصہ اول بعض خلافت حضرت ابوبکر لکھتے ہیں
"اگر نبی ہاشم کی سازشیں قائم رہیں تو اسی وقت اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا

۲۲ حضرت المامون کے حصہ پر رقم طراز ہیں:-

۱۵۲۷

خلیفہ مامون کو بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ تمام پہر روز لجاو تیں جو اس کے عہد میں ہوئیں وہ اسی مقدس خاندان کی افسری کی بدولت ہوئیں، تاہم اس نے ہمیشہ درگزر کیا ہے اس موقع پر ہم دو چار حدیثیں بنی ہاشم کی فضیلت میں کتب اہل سنت سے نقل کر رہے ہیں۔

(۱) عن طلحہ - بن مصرف قال کانت یقال لبعض بنی ہاشم نفاق اخرجہ ابو بکر بن یوسف البھلول۔

طلحہ بن مصرف راوی ہیں کہ (عہد صحابہ میں) کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم کا لفظ علامت نفاق ہے۔

سوانح عمری حضرت علی مولد مولوی عبید اللہ صاحب افسری ص ۳۱۱ باب سوم۔

(۲) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا معشر بنی ہاشم والذی بعثنی بالحق نبیاً لو اخذت بحلقہ باب الجنة ما بکات الا بکم۔ اخرج احمد فی المناقب والخلص الدین والحاملی، ایضاً باب سوم (۳) عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال جبرئیل ثبت الارض مشارقہا ومقارہا فلما جد بنی اب افضل من بنی ہاشم (اخرجہ احمد فی المناقب) ارجح المطالب متابعاً

حضرت علی سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اے گروہ بنی ہاشم اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق کے راستے میں نبوت کیلئے اگر میں نے جنت کے دروازے کی زنجیر کھڑکی تو میرے گروہ تمہارا گروہ اور کسی سے اندر داخل ہو نہ گا آغاز نہیں کروں گا۔ جناب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے مشرق سے اور مغرب سے زمین کو لوٹا ہے لیکن بنی ہاشم سے زیادہ افضل کسی باپ کی اولاد کو نہیں پایا۔

بھائیو! ان احادیث کو ملاحظہ فرماؤ۔ اور جناب شبلی کی تحریروں کو غور سے دیکھو اگر موصوفہ کے مذکورہ اقوال سے بنو ہاشم کے ساتھ ان کی مودت و عقیدت پائی جاتی ہو، تو براؤ کہ کیا ایسی تالیفات سے آل رسول اور اعزاء و اقربا احمد مختار کی توہین و تذلیل اور احادیث بنو ہاشم کی تذلیل نہیں ہوتی؟ اس کے باوجود اہل بدعت سے محبت و مودت کا دعویٰ کرنے والے ان کتب و رسائل

کو جو اہل بیت رسولؐ کی اہانت سے مملو ہیں سر پر رکھتے ہیں، اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان مصنفین کی خاک پا کر اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں، لیکن جو حضرات انصاف پسند ہیں اور جن کے دل مذہبی تعصب سے پاک ہیں وہ ان کتابوں کو چشم حقارت سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی "تالیف" نیز یہ نامہ کے صفحہ بارہ پہ شبلی صاحب کی "الیفات الفاروق وغیرہ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔

اصل میں تلاذہ شبلی کو محرم نامہ کے خلاف یوں غصہ آیا کہ محرم نامہ میں علامہ شبلی کو اہل بیت کی بے وقعتی کرنے والا لکھا گیا تھا۔ لیکن یہ تو ایک واقعہ ہے جس سے کسی شخص کو انکار کی مجال نہیں کہ علامہ شبلی کی عاقلانہ تحریروں نے نہایت خوبصورتی سے بنی فاطمہ کو مفسد، مرتد اور تمام خود نریہ یوں کا بانی مہانی قرار دیا ہے۔ گو پیرایہ لکھنے کا ایسا گہرا اور حکمتانہ ہے کہ معمولی رنگ ہوں کو اس کا حس بھی نہیں ہونے پاتا کہ علامہ نے کس فرقہ کے بنجر مارا، مگر اس کا اثر کمزور طبیعتوں اور نو عمر کمسن و کم استوار جوانوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بنی فاطمہ سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ آج ہزاروں تعلیم یافتہ موجود ہیں جو حضرت علیؑ کو لغو ذہالہ لائق، فتنہ پر دانہ لاپچی کہنے والوں کی رعایت کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ ان سب کی معلومات کی بنیاد علامہ شبلی کی تازہ کنی کتابیں ہیں۔ الفاروق، المأمون وغیرہ کتب کو اگر کوئی شخص میرے دعویٰ کا خیال کرے کہ پڑھے گا تو اس کا دل خود بخود قبول کرے گا کہ میں نے محرم نامہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے۔

غرض کہ تحفہ کی خوبی میں یہ دو ایک جملے میں نے اپنے بیان کی تائید میں بطور نمونہ نقل کیے ہیں ورنہ اس سے انتہا تک کل کتاب کا یہی رنگ ہے۔

اب شاہ صاحب کا طرز مناظرہ بھی دیکھئے کہ خدا کے پاک ارشاد فرما رہا ہے۔

(۱) ادع الی سبیل ربک بالحقکة والمو عظة
تم اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے
الحسنۃ وجاهد لہم بالحق ہی احسن، چنانچہ سورہ
لوگوں کو بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو تو اس طرح سے جو سب سے بہتر ہے
(۲) ولا تقہادوا اہل الکتاب الا بالحق
اہل کتاب سے مناظرہ صرف عمدہ عنوان سے کیا
ہی۔ احسن ہے سورہ عنکبوت،
کہو۔

ان پاکیزہ احکام کے خلاف شاہ صاحب نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کے شیعوں کو،
عبدالغفورؑ سے کہا کہ اس کا کس کو یہ وجود تحقیقی ثابت نہ ہوگا۔ (ہماری تحقیق)

دور حاضر کے محققین کا بیان یہ ہے کہ عبد اللہ ابن سبا، جس کی طرف شیعوں کی نسبت دی جاتی ہے آج تک پیدا ہوا اور نہ ہو گا یہ ایک فرضی نام ہے) اگر اس کا وجود مان بھی لیا جائے۔ تو یہ کہا جائے گا کہ وہ ایک غالی شخص تھا جو اپنے کینفر کے دار کو پہنچا۔

علمائے کرام شیعہ نے اکثر اصحاب کی نسبت جو مطاعن کتب صحاح سے لے کر پیش کئے ہیں شاہ صاحب ان کا جواب دینے سے پہلے علمائے کرام شیعہ کی شان میں حسب ذیل الفاظ فرماتے ہیں۔

جانتا چاہئے کہ بعد ملاحظہ کتب و تلاش بسیار معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں گذرا جس پر لوگوں نے نکتہ چینی نہ کی ہو۔ حتیٰ کہ خدا پر بھی بہتان کیا ہے اور معتزلہ نے عصمت انبیا سے انکار کر کے از حضرت آدم تا جناب ختم الانبیا کسی کو نہیں چھوڑا کہ ان کو گناہ صغیرہ و کبیرہ سے مہتمم نہ کیا ہو لیکن عقلاً و سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس الزام کی وقعت بالکل ویسی ہی ہے جیسے چاند کی روشنی دیکھ کر کہتے چاند پر بھونکنا شروع کرتے ہیں۔ لہذا اسی طرح ان بزرگوں اور زبان درازوں کی عیب جوئی سے ان بزرگوں کی عصمت پر کوئی دھبہ نہیں آتا۔

باید دانست کہ بعد از تنبیح و استتراء معلوم شد کہ در عالم بچکس بنودہ است اکلا و در زبان بدگویان و عیب جو بیان لطن و قدح او جاری شد بلکہ حرف در جناب کبریا الہی است او معلوم است کہ معتزلہ بتقریب انکار عصمت انبیا و بیح پیام برے را از ابتدائے حضرت آدم تا حضرت پیمبر ننگ داشتند اند کہ صغائر و کبائر جناب ایشان نسبت نہ کردہ لیکن بہ عاقلان پوشیدہ نیست کہ ایہ ہمہ عو عوسگان نسبت بہ نیرافشانی ماہ است اصلا نقص منزلت آن بزرگان نمی کند۔

تحفہ ص ۲۴۲ لہ

یہ سرتب ظاہر ہے کہ امامیہ خاک پر سجدہ کرتے ہیں اور خاک کربلا کے معلیٰ کو ظاہر سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب اس خاک پاک کی توہین اس طرح کرتے ہیں۔

اہل سنت از سجدہ کہ دن بر خاک احترام ندارند۔۔۔۔۔ و در نہاد دن بمجر خاک در مقام سجدہ او ہام بسیار راہ می یابد۔۔۔۔۔ اہل سنت خاک پر سجدہ کرنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں مگر اس میں بہت سے توہمات ہیں، مھر کار کھنا کفار و منافقین کے خصائل ہیں۔

اول آنکہ ہر نہاد ن خاصہ کفار و منافقین
سنت، چنانچہ شعرائے اہل سنت این لہ
مضامین را بہ نظم آوردہ اند شخصے گفتہ است

چنانچہ شعرائے اہل سنت نے اس مضمون
کو اس طرح نظم کیا ہے

رباعی

از بغض و حسد مدام دل پاک بہ است
وین شیشہ صاف تر از افلاک بہ است
بر ہر نماز میگذارد شیعی
یعنی کہ دہان سگسا پر از خاک بہ است

بغض اور حسد سے ہمیشہ دل کو پاک رکھنا
چاہئے کہ یہ آئینہ نوافلاک سے بہتر ہے۔
شیعہ ہر پر سجدہ کرتے ہیں، یعنی کتے کا منہ
پر از خاک اچھلے۔

اسی طرح یہ رباعی بھی (نقل کفر، کفر نہ باشد) تخریب کرتے ہیں۔
حمق شیعہ ترا بگویم تا چند
خاکے کہ کند سنی از دستنجنا
گر عالی این نکتہ ترا بس بستند
ایہما بہرند و سجدہ بروئے بکنند

اب ناظرین غور کریں کہ مناظرہ کے متعلق جل شانہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، اور جناب
شاہ صاحب جو عمدۃ المناظرین زبدۃ المتکلمین، افتخار المفسرین، خاتم المحدثین اور حافظ
قرآن ہیں۔ کس طرح خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، اور اپنی عقیدت کا اظہار
کس حسن سے فرماتے ہیں کہ اس خاک پاک کو جس میں رسول اللہ کے فرزند کا خون ملا
ہوا ہے، جس پاک زمین کی سرخ مٹی حضرت جبرئیل نے جناب رسول مقبول کو لاکر دی
تھی اس مٹی کو کلوخ سے تشبیہ دیتے ہیں (لعوذ باللہ) غرض اس تحفہ کی تعریف میں میری
زبان تاصر ہے۔ آخر اسی تحفہ کی برکت ہے کہ جناب شاہ صاحب نہ صرف اپنی ہی بلکہ اپنے
پسمردوں نیز اپنے خلفاء کی بدنامی کا باعث ہوئے۔

فقہ مختصر تحفہ کے کسی حرف اور کسی لفظ پر جناب شاہ صاحب کا یہ ارشاد کہ حسب
للمر تعالیٰ بایں رسالہ پر داخہ شد، صادق نہیں آتا بلکہ جو مقاصد و اغراض اس تالیف
سے تھے وہ شیعوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

عالی جناب! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس تالیف سے بجز اس کے کہ مذہب اہل
سنت و الجماعت کا پردہ چاک ہوا اور علمائے اہل سنت کا تعصب ظاہر ہوا اور اکثر

کے ایمان و اعمال کے حالات الم نشرح ہوں اور کچھ حصول نہ ہو گا۔ کیونکہ خود جناب خاتم
المحدثین شاہ صاحب نے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی غرض سے خدائے تعالیٰ
کے عادل ہونے اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عصمت سے انکار کیا، اور قیدیان
بدر سے فدیہ لینے پر آیہ کرمیہ

”لو لا کتاب من اللہ لفسکہ فیما اخذتم
عذاب عظیم“ پ ۱۰ سورہ انفال
اور دیگر آیات عتاب آمیز کا مورد محبوب خدا شاہ انبیاء، ما اس مسلناک الا رحمة
اللعلامین، کو قرار دیا۔ (معاذ اللہ من ذلک) اور جناب خلافت مآب حضرت عمر بن
الخطاب کی خاطر آیہ وافی ہدایہ

وما ینطق عن الہدی ان صواکوحی
یوحی۔ پ ۲۷ سورہ النجم۔
نبی اپنی خواہش نفسانی سے کچھ بولتے ہی نہیں۔ وہ
وہی کہتے ہیں جو وحی آپکی ہوتی ہے۔

کی تفسیر اس طرح کی کہ ”جمع اقوال منہم وحی ست باطل ست بدلیل عقلی و نقلی“ اور طرح
طرح کی خطابتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام
و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب (نہو ذبا اللہ من ذلک) منسوب کیں جن
کا ذکر انشاء اللہ ہم آئندہ موقع و محل سے کریں گے۔

ان باتوں کے باوجود شاہ صاحب اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے میں قاصر اور
عاجز رہے، شاہ صاحب تو درکنار حضرت کے خلفاء بھی جنہوں نے اپنے عہد خلافت
میں اپنی ذات سے فضائل منسوب کرنے کی غرض سے جھوٹی حاشیہ لکھنے والوں کو
بے شمار بھاگیریں، اور منصب عطا کئے اور حضرت امیر المؤمنین کی فضیلت کی حدیثوں
کو چھپاٹے مٹانے میں اور سیکڑوں احادیث معائب اہلبیت کی طرف نسبت دینے کیلئے
وضع کرانے میں ہمہ تن مصروف اور کوشاں رہے، جیسا کہ تواریخ اہل سنت مثل تاریخ
ابوالحسن مدائنی تاریخ مسعودی، تاریخ ابوالفداء، بطری، وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت
ثلاثہ کے حق میں بے شمار وضعی حدیثیں بنوائیں، ان تمام احادیث کو اپنی سلطنت کے
تمام حصوں میں بھیج کر تاکید حکم جاری کیا کہ مجھ کو ان احادیث کا وعظ کیا جائے۔
اور طلبہ کو ان کا درس بھی دیا جائے۔ آخر رفتہ رفتہ اہل بیت رسول مقبول کے فضائل م

ہوتے گئے، اور اصحاب ثلاثہ کی بزرگیوں کا چرچا ہوتا گیا۔ شیخ ابو جعفر اسکافی اور ابن ابی الحداد نے لکھا ہے کہ بنی امیہ کے زمانے میں لوگوں کو انعام و اکرام دیکر اصحاب ثلاثہ اور خلفائے بنو امیہ کی فضیلت اور آل رسولؐ اولاد بتولؑ کی مذمت میں بے شمار حدیثیں وضع کرائی گئیں حتیٰ کہ تقریباً ستر برس تک علیؑ اور اولاد علیؑ پر مسجدوں میں بالائے منبر تبرکے ہوتے رہے جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی، اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔

کان بنو امیہ لیسون علی بن ابی طالب فی الخطبۃ فلما دلتی عمر بن عبد العزیز اطلق کتب الی نوابہ باطلالہ وقرع مکانہ ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان الا یتفان ستمرت قرأءتھا فی الخطبۃ الی الان

بنو امیہ کا قاعدہ تھا کہ خطبوں میں حضرت علیؑ کی شان میں بے ادبی کرتے تھے، جب عمر بن عبد العزیز حاکم بنا تو اس نے اپنے عمال اور حکام کو فرمان جاری کیا کہ ایسا نہ کیا جائے، اور بجائے ان خلاف ادب الفاظ کے حکم دیا کہ یہ آیت پڑھی جائے، ان اللہ مر بالعدل والاحسان چنانچہ اس کی تعمیل اب تک ہوتی چلی آئی۔

تاریخ الخلفاء ص ۱۶۶ مطبوعہ محمدی لاہور ۱۳۰۹ھ، ۱۸۹۲ء

اور رفتہ پر دازوں، مفسدوں کو خاندان رسالت سے ایسی قلبی عداوت تھی کہ ان کے فضائل کا سنا تو درکنار ان کے مداحین و منسوبین کو طرح طرح تکلیفیں دیتے تھے، اور آل رسولؐ کی مودت و عقیدت رکھنے کے جرم میں ان کو برسوں مقید رکھتے تھے اور قسم قسم کے ظلم و ستم کے ساتھ ہلاک کرتے مگر ارشاد خداوندی کے مطابق۔

یریدون لیطفوا نوسا اللہ بافی اھم واللہ منتقم نوسا ولو کسۃ الکافر دن۔ پ۔ سورہ صفا

وہ چاہتے ہی ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی بچھونکوں سے بجھادیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔

اگرچہ کافروں کو برا لگے۔

وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچے، چنانچہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں لکھا ہے کہ ”لوگوں نے حضرت علیؑ کی بزرگیوں کو عداوت کی وجہ سے بہتر اچھپایا، بلکہ آپ کی مذمت میں نہایت کوشش کی پھر بھی حضرت کے فضائل کی کثرت حیرت انگیز ہے پس جبکہ ایسا ارادہ کر کے بڑے بڑے لوگ کامیاب نہ ہو سکے تو شاہ صاحب کیا اور ان کی کوشش کیا؟ بلکہ جس قدر نور خدا کے بجھانے میں سعی و اہتمام کیا گیا، اسی قدر ان خاصان خدا کا نام روشن ہوا اور چمکا، گو باد مخالفت چلتی رہی مزاہمت ہوا کی، مگر خاص و عام کی نظر میں ان کی توقیر و منزلت یہ بڑھی کہ خدا کے پاک نے ان کے فضائل و مناقب خود ان کے مخالفین و معاندین کی زبان و قلم سے ظاہر کر دئے اور ان کے

دشمنوں اور حاسدوں کے معائب و مثالب کی روایتیں، حدیثیں اور تفسیریں۔ انہیں محمد ثنین و مفسرین و متکلمین اور خاص امام بخاری و مسلم کے قلم سے لکھوادیں۔ حالانکہ کسی اہل مذہب سے جو اپنے پیشواؤں کی بزرگی کا معتقد ہو اس سے ان معائب کی روایتوں کی توقع رکھنا، یا جس کسی کے معائب کا وہ معتقد ہو اس کے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدائے پاک نے اپنی حجت تمام کرنے کی غرض سے اہل سنت کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے اپنے اصحابِ ہمد و حین کی برائیوں کو خود ہی روایت کیا ہے، جیسا کہ جناب قبلہ و کعبہ صوارم میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہر چند اہل مذہب سے کہ روایات مطاعن شخصے کند
توقع روایات فضائل آن شخص دستن بجاست
و ہم چنین بالعکس، لیکن جناب حق سبحانہ تعالیٰ
انما للجمعة قلوب مخالفین جناب امیر المؤمنین
علیہ السلام را چنان مسخر گردانیدہ کہ با وجود اینکہ
بنا بر تقرب سلاطین بنی عدی و بنی تیم و بنی امیہ
اخبار فضائل آنہارا بسیار وضع نمودہ اند
چوں دروغ گورا حافظہ بنا شد بہاں مخالفین
از غایت ناضمی باعجاز جناب امیر المؤمنین
باز مثالب اصحاب ثلاثہ و اتباع ایشان را
ہم مذکور ساختہ اند و علماء و محدثین ایشان
چنین احادیث و اخبار در کتب و مصنفات
خود مندرج فرمودہ اند۔

اگرچہ کسی ایسے اہل مذہب سے جو کسی شخص کے مطاعن
کی روایت کرے اس سے اسی شخص کے فضائل کے روایت
کرنے کی توقع کرنا بیجا ہے۔ اسی طرح اس کے عکس جو کسی کے
مناقب بیان کر رہا ہو تو اس سے اس شخص کے مثالب کی
توقع کرنا بھی بیجا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت کے پورا
کرنے کی غرض سے جناب علی مرتضیٰ کے دشمنوں کے دلوں
کو ایسا مسخر کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ ان کو بنی عدی (ابوبکر)
بنی تیم (عمر) اور بنی امیہ (معاویہ وغیرہ) کے بادشاہوں کے
تقرب حاصل کرنا تھا۔ بہت سی روایات ان کے فضائل
میں وضع کیں اور چونکہ جھوٹے کو کہی ہوئی بات یاد نہیں
رہتی اس لئے انہیں مخالفین نے اپنی نہایت نا سمجھی میں
جناب امیر علیہ السلام کے اعجاز سے اصحاب ثلاثہ اور ان
کے تابعین کے معائب بیان کئے ہیں، اور ان کے علماء اور
محدثین نے ایسی حدیثیں اور روایتیں اپنی اپنی کتابوں
اور تصنیفوں میں درج کی ہیں۔

پس اب (صاحب آیات بینات) جناب شاہ صاحب اور مولوی حیدر علی فیض آبادی
وغیرہ کے کلام کو صحیح باور کر کے انہیں کی طرح جھوٹی روایتوں اور وضعی حدیثوں سے مذہب اہلسنت
والجماعت کو اپنی سحر بیانی سے سچا بتانے کی کوشش کریں گے۔ تو ہم بھی انہیں کے اقوال بلکہ تمام
محققین و محدثین اہل سنت بالخصوص امام بخاری و مسلم کی زبان قلم سے ان کا باطل ہونا اسلامی

دنیا پر ثابت کر دیں گے، جس سے منکشف ہو جائے گا کہ خدا کے نزدیک کون ہدایت پر ہے اور کون ضلالت میں، ارشاد ہے۔

ربی اعلم من جاء بالہدی ومن ہونی
ضلال مبینہ پ ۲۰ سورہ قصص

میرے پروردگار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کی طرف سے کون دین حق لے کر آیا ہے اور کون کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا ہے۔ واضح ہو کہ اس تالیف سے مجھے اپنے بھائیوں کا دل دکھانا یا مجاہدہ و مکابرہ کرنا یا اصحاب کرام پر نکتہ چینی کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ ہند بانہ و مود بانہ طریقہ سے اپنے بھائیوں کو ہوشیار کرنے کے لئے وہ اسناد جو اصحاب کرام کے "امنوا و عملوا الصالحات"، کے منافی ہیں پیش کر کے گویا ان کی تصویر ان کو دکھانا چاہتا ہوں۔ لہذا جو روایتیں اور حدیثیں بغرض تر وید کتب اہل سنت سے نقل کی جائیں گی اگر وہ فی نفسہ سخت و مکر وہ ہوں تو ان اسناد کے پیش کرنے میں شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق مجھے معذور سمجھیں، اس لئے کہ وہ اسناد و روایات بعینہ انہیں کی کتب سے ماخوذ ہیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

در این رسالہ آنچه از باب مطاعن اصحاب کرام
و از واج مطهرات خیر الانام مذکور شود لازم آید
کہ راقم این حروف را از اں بری الذمہ شناسند
و فارغ العہدہ انکارند۔ زیرا کہ اصل کلام در
رسالہ مبنی بر اصول اہل سنت و روایت ایشان
اس رسالہ میں جو کچھ اصحاب کرام اور ازواج
مطہرات کے مطاعن کے بارے میں لکھا جائے اس
سے مجھے معذور سمجھا جائے، کیونکہ اصل کلام اس
رسالہ میں اہل سنت کے اصول اور ان کی روایات
پر مبنی ہے۔

است
اگر اس پر بھی ہمارا ایسی روایات کا نقل کرنا اور تاریخی واقعات کا بیان کرنا ناگوار خاطر
ہو تو بقول سعدی

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویش تن فریاد

حضرات پیر مرشد ہی کو دعائے خیر سے یاد کریں۔
مختصر یہ کہ اگر برادران اہل سنت کو واقعی تحقیق حق منظور ہوتی تو تحفہ کے روشن جوابات
ان کے لئے چراغ ہدایت تھے، اس لئے علماء و فضلاء اہل سنت پر لازم تھا کہ ان جوابات کو
ملاحظہ فرمائے اور شاہ صاحب کے سوالات اور علماء انا میہ کے جوابات پر کافی غور کرتے تاکہ

حق و باطل میں تمیز ہو جاتی اور اس تیرہ سو برس کے قضیہ کا اس طرح فیصلہ ہو جاتا کہ یا باثبات حقیقت مذہب اہل سنت ہم کو اپنے مذہب میں شامل کر لیتے یا خود ملت حقہ اثنا عشریہ میں داخل ہو جاتے، مگر اس سے اکھوں نے گریز کیا، کیونکہ تحفہ کے جوابات دیکھنے اور سننے سے ان کے پیشواؤں کے کارنامے اور بدعنوانیاں طشت از باہم ہوتی تھیں، اور مذہب بھی رخصت ہوتا تھا۔ بتا بریں یہ سمجھ کر ۵

جانتا ہوں تو اب طاعت وزہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی
خاموش ہو رہے، چنانچہ کتاب لا جواب حقیقات الانوار کے متعلق جناب مولوی مرزا
عابد علی بیگ صاحب فرمایا کہ اپنی مفید تالیف الموسوم بہ ”آیات حلی“ فی شان مولانا علیؒ میں یہ
حکایت تحریر فرماتے ہیں:

مولوی مقرب علی صاحب رئیس جگر اڈوں نے مجھ سے فرمایا کہ گجرات و پنجاب میں
میرا قیام تھا، ایک سنی عالم سے راہ و رسم ہو گئی وہ اکثر تشریف لایا کرتے تھے، ایک دن عبتا
الانوار پر ان کی نظر پڑی اس کے مطالعہ کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میں نے کتاب ان کے حوالے
کر دی۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے دن کتاب بغل میں لئے چلے آتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ
اس کتاب کا مطالعہ فرما چکے؟ وہ بیچارے سیدھے سادے سنی مسلمان فرمانے لگے، حضرت
مجھ کو معلوم ہو گیا، یہ کتاب ایسی ہے جس کو پڑھ کر آدمی سنی نہیں رہ سکتا، لہذا میں اس کو
واپس لے آیا ہوں، اب نہ پڑھیں گے۔

پس یہ تیرہ سو برس کا جھگڑا بر وز فردا عادل حقیقی ہی مٹائے گا، جیسا کہ خود ارشائے
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَا كَانَا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ - پ - سورہ بقرہ
عالم قیامت کے دن اس کا فیصلہ کرے گا۔

اس صورت میں مصنفین و مؤلفین اہل سنت کا سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں رسالے
تصنیف و تالیف کرنا واقعی بندگان خدا کو ضلالت میں ڈالنے پر مبنی ہے جس کا مواخذہ
ضرور ہوگا۔

وَلِيْحْمٰنِ اَتَقٰلْهُدٰو اَتَقٰلْاَمْعِ اَتَقٰلْهُم
وَلِيْسَلٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتُرُوْنَ
یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ تو ضرور اٹھائیں گے، اور
اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا) ان کے بھی اٹھائیں گے۔
اور جو آخر زبردازیاں یہ لوگ کرتے رہے قیامت کے دن
ضرور ان سے باز پرس ہوگی۔

پ ۲ - سورہ عنکبوت

غرض حقیقت مذہب اہل سنت و الجماعت کی نسبت آپ کے دلائل عقلی و شواہد نقلی وہی ہوں گے جو تحفہ اور منتہی الکلام وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور جن کو علمائے کرام شیعہ رد کر چکے ہیں اور میں بھی بعینہ اللہ آیات بینات کی بدولت قند مکور کے طور پر ان کی توجیح و تشریح کرتا ہوں۔

الحمد للہ کہ میں نے اپنی تحقیق میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کو مطابق کلام الہی و احادیث نبوی سچا، اور مذہب اہل سنت و الجماعت کو جھوٹا پایا۔ خدا کرے میرے سنی بھائی جو اپنے کو ہدایت یافتہ اور ہم کو گمراہ جانتے ہیں اس کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں، صدق نیت شرط ہے۔ خدا تو فیق بھی عطا فرمائے گا۔ اچھا ہو اور بہت اچھا ہو کہ آپ بھی اپنے عقائد کی اصلاح کریں۔ اور صراط مستقیم اختیار فرمائیں، و صاعلینا الا البلاغ۔ اور یہی میری دعا اپنے سب بھائی، بھتیجوں، اور کل مومنین و مومنات کے بارے میں ہے کہ اپنے عقائد پر قائم رہیں اور الحمد للہ وہ پاک عقیدہ یہ ہے۔

نوشتہ برادر فرانس کا تباران قضا بنی رسول و ولی عہد حیدر کرار

بدشمنان منشین حافظاً تو لا کن نجات خویش طلب کن بجان ہشت چہما

قال :- یہ سبک ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اخلاقی مسئلہ معاملہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اہل سنت ان کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ ان کو برا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہل سنت ان کو تمام امرت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح پر شیعہ ان کو سب سے زیادہ تر برا اور خراب حتیٰ کہ کافر و مرتد کہتے ہیں۔ پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے۔ یعنی اگر موافق اصول مذہب اہل سنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا و مرتے دم تک ان کا ثابت قدم رہنا ثابت ہو گیا، بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل۔ اور اگر برخلاف اس کے ان کا کافر و مرتد ہونا (لغو ذباشر من ذلک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اس کے واسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کریں گے۔ پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دیں گے۔ (آیات بینات صفحہ ۳)

(قول :- ترجمہ یہی بلکہ اے اعسر ابی کیں رہ کہ تو میری بترکستان است،

واضح ہو کہ اپین مذہب امامیہ اثنا عشریہ و اہل سنت و الجماعت فقط مسئلہ فضیلت صحابہ کرام ہی کا اختلاف نہیں ہے، بلکہ تمام مسائل مثل عدل، صفات نبوتیہ و سلبیہ باری تعالیٰ و عصمت و بعثت انبیاء و نصب امامت و خلافت، و مسئلہ جبر و قدر وغیرہ میں اختلافات کثیرہ ہیں۔ اگرچہ ہم کو اس جگہ ان اختلافات سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے مگر مجھلاً اتنا عرض کرتے ہیں کہ گواہی سنت و الجماعت اپنی زبان سے مدعی تمسک بقرآن و حدیث ہیں، مگر عمل ان کا اس کے برعکس ہے بلکہ اپنی اغراض کے مطابق خدا و رسول کے کلام میں طرح طرح کی تاویلات و توجہات کرتے ہیں۔ انشاء اللہ یہ امور تفصیل سے آگے بیان کئے جائیں گے، مگر میں اس جگہ مشتق نمونہ از خردارے ایک مسئلہ وضو کی طرف ہی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ ارشاد ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الى الصلوٰۃ
فاغسلوا وجوهکم وابدیکم الى المراء
وامسحوا برؤوسکم وارجلكم الى الکعبین

ہا تھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا اور
ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کر لیا کرو۔

پ ۶ سورہ مائدہ

آیت میں تو خداوند تعالیٰ صاف صاف الفاظ میں منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھونے اور سر پر اور دونوں پاؤں کے ٹخنوں تک مسح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جس پر امامیہ کا عمل ہے مگر اہل سنت بجائے مسح کرنے کے پاؤں کو دھوتے ہیں۔ جو سراسر مخالف حکم الہی ہے۔ اور یہ صریح مخالفت خدا کی حضرت عمر خلیفہ دوم کی خاطر سے گوارا کی گئی ہے، کیونکہ مسئلہ خاص اجتہاد فاروقیہ سے ہے۔ حالانکہ خود اکثر محققین اہل سنت نے بھی امامیہ ہی کے عمل کو صحیح بتایا ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔

اختلف الناس فی مسح الرجلین و فی
غسلہما فتقل القفال فی تفسیرہ عن ابن
عباس و انس بن مالک و عکرمہ و شعبی
و ابن جعفر محمد بن علی الباقر ان الواجب
فیہما المسح و هو مذہب الامامیہ من
الشیعہ و قال جمہور الفقہاء و المفسرین

دونوں پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے میں لوگوں نے اختلاف
کیا ہے، فقال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و انس بن
مالک و عکرمہ و شعبی اور امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا
ہے، دونوں پاؤں کا مسح کرنا واجب ہے اور یہی مذہب
شیعہ امامیہ کا ہے اور فقہاء و مفسرین کی ایک جماعت
کہتی ہے کہ دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے، اور

قوضها الغسل، وقال داود لا صفاة في يوجب
الجمع بينهما، وقول الناصر للحق من أمة الذئب^{يه}
وقال الحسن البصري ومحمد بن جرير الطبري
المكلف منخير بين المسامح والغسل جملة من قال
بوجوب الغسل مبنی علی القرائین المشهور^{تین}
فی قوله وارجلکم فقرأه ابن کثیر وحمره و
ابن عمر وعاصم فی رواية ابی بکر بالجرح عنده
تفسیر کبیر جلد ۳

داؤد اصفہانی کا قول ہے کہ دھونا اور مسح کرنا دونوں
واجب ہے۔ اور یہی قول ناصر بالحق کا ہے جو فرقہ زیدی
کے امام ہیں اور حسن بصری محمد بن جریر طبری کا بیان
ہے کہ دھونے والے پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے میں
ارجلکم کے لام کی افزودگی مشہور قرأت کی بنا پر مختار ہے،
ہاں ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمر اور عاصم نے روایت
ابو بکر میں ارجلکم کے لام کو زیر پڑھ لیا ہے۔

اسی طرح رفع نجاست کے لئے حسب احکام الہی و احادیث حضرت رسالت پناہی پانی مخصوص ہے
اور اس سے ظاہر کرنے کا حکم ہے، جیسا امام شافعی فرماتے ہیں۔

”پاک کرنے والا پانی ہے، دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی“

اور تفسیر فتح العزیز جلد سوم ص ۲۳۲ میں ہے۔

ہماں بزرگ یعنی جبریل علیہ السلام بعد از تعلیم
اس آیت پائے خود را بر زمین زد چشمه آب و آن
پیدا شد آنحضرت را طریقہ طہارت و وضو و
استنجایا موختا“
یعنی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان آیتوں کو پڑھانے
کے بعد زمین پر اپنا قدم مارا تو پانی کا چشمہ نکلا اور پانی
سے آپ کو طریقہ طہارت و وضو و استنجا
سکھایا۔

تخلاف اس کے حضرت عمر استنجا بجائے پانی کے ڈھیلے سے کیا کرتے تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ
صاحب لکھتے ہیں۔

وردی ابو بکر عن یسار بن نیر کان عمر اذا بال
مسح ذکرہ بحایط او حجر ولم یمسہ ماء“ (ازالۃ الخفا)
ابو بکر نے یسار بن نیر سے روایت کی ہے کہ جب عمر پیشاب
کرتے تھے، دیوار یا پتھر سے پونچھتے تھے۔ پانی سے پاک
نہیں کرتے تھے۔

اسی بنا پر اہل سنت بھی ڈھیلا استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح مسئلہ میراث میں شیعہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم الذکر مثل حظ الانثیین
(خاتم لوگوں کو تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے) کی روشنی میں اولاد
علیہم السلام کو ان کے مال کا وارث ٹھہراتے ہیں، لیکن اہل سنت جناب ابو بکر کے حسب ذیل ازشاوکے

(خاشیہ) تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۵۴۶ و ۵۴۷۔ ازالۃ الخفا مقصد دوم کتاب الصلوٰۃ ادب الخلاء ص ۸۷

ماتحت اس وراثت کے منکر ہیں۔

عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ ﷺ
 علیہ والہ وسلم نحن معاشر الانبیاء لا
 نرث ولا نورث ما ترکنا صدقة،

حضرت ابو بکر صدیق کا بیان ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے
 ہم گردہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ دوسرے لوگ ہمارے
 وارث ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شیعہ خلفاء کے اس عمل کو جو انہوں نے حکم خدا کے خلاف، سنت رسول کو میراث پداری سے
 محروم کر دیا خلاف حق سمجھتے ہیں، اور اہل سنت اپنے خلیفہ صاحب کے حکم کو عدل و انصاف
 سے تعبیر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ اس کی مفصل بحث جلد دوم مسئلہ میراث انبیاء میں کی جائے گی۔
 اب فرمائیے کہ ”حسبنا کتاب اللہ“ کے کہنے والوں نے بیٹی کو باپ کے ترکہ سے آپا کتاب
 خدا کی بنا پر محروم کر دیا تھا، یا اپنی خاص مصلحت و حکمت کی وجہ سے؟ اس بارے میں اہل
 سنت فرمان الہی پر چلتے ہیں، یا اپنے خلیفہ صاحب کے حکم پر، پس یہ سب اختلافات اس سبب
 سے ہیں کہ آئمہ اثنا عشر کے احکام پر عمل نہیں کیا جاتا، جو حکم خدا اور رسول اور صیہ اور خلفائے برحق
 ہیں اور سب کی شریعت، شریعت مصطفوی ہے۔

اسی طرح مسئلہ جبر و اختیار میں بھی اختلاف ہے، امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ

لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین بندوں کے افعال میں نہ تو باطل جبر ہے اور نہ بالکل تفویض بلکہ
 انھیں دونوں کے درمیان میں ایک امر ہے۔

یعنی بندہ ایسا صاحب اختیار نہیں کہ خدا کی قدرت اور اس کے اختیار سے باہر ہو جائے
 نہ ایسا ناچار و مجبور ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکے، اور اس کے ہر فعل کا فاعل خدا ہے پاک ہی ہو۔ بخلاف اس
 کے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے فعل میں مجبور ہے، اس کے ہر فعل نیک و بد کا فاعل خدا
 ہے اور بندوں کے جملہ افعال بارادت الہی واقع ہوتے ہیں، اور خیر و شر و معصیت، ہدایت،
 ضلالت، شرک، ایمان، حکم الہی ہیں، بلکہ مشکوٰۃ شریف میں تو یہاں تک ہے کہ خدا بندے کو
 دوزخ یا جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے ویسے ہی اعمال بھی کراتا ہے، ملاحظہ ہو۔

وعن مسلم بن یسار قال سئل عمر بن الخطاب
 عن هذه الآية واخذها بك من نبی
 آدم من ظہور صمذریتم الی آخر الآية
 قال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب سے اس
 آیت کے متعلق (جب پروردگار نے بنی آدم کی پشت سے
 ان کی اولاد تا آخر) استفسار کیا تو جواب دیا کہ میں نے
 سنا ہے کہ اس آیت کے بارے میں کسی نے رسول اللہ صلی

سے سوال کیا تھا۔ ان حضرت نے فرمایا تحقیق جب آدمؑ کو اسٹرنے پیدا کیا اور ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد خلق کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور اہل جنت کے سے اعمال کرنے کے لئے پیدا کیا ہے پھر ان کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا، اور اس میں سے ان کی اولاد پیدا کی تو فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ دوزخیوں کی مانند اعمال کریں گے، پس ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کس واسطے عمل کرتا ہے، فرمایا بہ تحقیق خداوند عالم جب بندے کو جنت کے واسطے پیدا کرتا ہے تو اس سے اہل جنت کے سے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسی پر مرتا ہے، پس اس کو بسبب ان اعمال کے خدا بہشت عطا کرتا ہے اور جب بندے کو دوزخ کے لئے خلق کرتا ہے تو اس سے اعمال اہل دوزخ کے سے کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ جب ان اعمال پر مرتا ہے تو انہیں اعمال کی وجہ سے خدا اس کو دوزخ میں ڈالتا ہے۔

اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب بنی آدم کے دل خدا کی دو انگلیوں کے بیچ ہیں ہیں مثل قلب واحد کے، پھر تا ہے ان کو جس طرح چاہتا ہے، پھر کہا کہ انہی دونوں کے پھرنے والے نغز ہمارے دونوں کھانسی اطاعت کی طرف پھیر۔

یسال عنہما فقال ان الله خلق آدم ثم مسح ظهره
بيمينه فاستخرج منه ذرايته فقال خلقت
هؤلاء للجنة ولعمل اهل الجنة يعملون ثم
مسح ظهره فاستخرج منه ذرايته فقال خلقت
هؤلاء للنار ولعمل اهل النار يعملون -
فقال رجل فيما يعمل يا رسول الله فقال
يا رسول الله صلعم ان الله اذ خلق العبد
للجنة استعمله بعمل اهل الجنة حتى يموت على
عمل من اعمال اهل الجنة فيدخل به الجنة
واذا خلق العبد استعمله بعمل اهل النار
حتى يموت على عمل من اعمال اهل النار
فيدخل به النار - رواه مالك و ابو داود
مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر فصل
دوم ص ۱۵، اشعته للمعات ص ۱۵ نظائر حق
جلد اول۔

اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم سے اسی باب کی فصل اول میں صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے
وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان قلوب بني آدم كلها
بين اصبعين من اصابع الرحمن تغلب واحد
بصرفه كيف يشاء ثم قال يا رسول الله صلى
عليه وسلم اللهم صرف القلوب صرف
قلوبنا على طاعتك، رواه مسلم - مشکوٰۃ
باب ایمان بالقدر۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایتہ العقول میں فرماتے ہیں۔

الذی اتفق علیہ اصحابنا العبد غیر فاعل
بالاستقلال و افعال العباد الاختیاریہ
واقعہ بقدر سائر اللہ وحدہ ما و لیس لکم
تأثیر فیہما بل اللہ سبحانہ جری عاد
بانہ یوجد فی العبد قد سائر و اختیار انیکون
فعل العبد مخلوقاً للہ ابداعاً و احداثاً
الی آخرہ۔

ہمارے اصحاب (علماء) کے درمیان یہ بات متفق علیہ ہے
کہ بندہ باستقلال خیر و شر کا فاعل نہیں۔ بندوں کے
اختیاری کام صرف اللہ کی قدرت سے ہوتے ہیں۔
اور بندوں کی قدرت کو اس میں بالکل تاثیر نہیں ہے
بلکہ خدا نے اپنی یہ عادت جاری رکھی ہے کہ بندوں میں
قدرت اور اختیار کو پیدا کرتا ہے۔ پس بندوں کے افعال
بلحاظ ایجاد و احداث کے خدا کے تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے
ہیں اور بندوں سے ہی سرزد ہوئے ہیں۔

امام موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ آیتہ ”ربما یورد الذین کفروا“ کی تفسیر اس سے
بھی بڑھ کر کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

احتج اصحابنا بحدیث الایۃ علی انہ تعالیٰ
لیسد عن الایمان ویفعل بالمکلف ما یکون
بفسد الدین

ہمارے علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ خدا
بندوں کو ایمان لانے سے روکتا ہے۔ اور مکلف کے ساتھ
ولیا عمل کرتا ہے جس سے ان کا دین فاسد اور برباد ہو جائے۔

ایہ من یعرف عنہ یومئذ فقد رحمہ
و ذلک القور المبیات پ ۷ سورہ انعام
اس آیت کی تفسیر میں امام موصوف لکھتے ہیں۔

جس سے اس دن (عذاب) مل جائے۔ یقینی اس پر
خدا کی رحمت ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

(مسئلہ) الثانیہ ذلت الایۃ علی ان الطاعة
لا توجب الثواب و المعصیۃ لا توجب العقاب
تفسیر کبیر جلد چہارم ص ۲۵

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انسان نہ تو عبادت
کی وجہ سے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور نہ گناہوں کے
سبب عذاب کا۔

اس موقع پر کچھ خلاصہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کے رسالہ الکلام سے بھی نقل کیا جاتا
ہے جس کے ملاحظہ سے اہل سنت کے مذہبی مسائل کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

راہ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنیفیہ جو تمام فرقہ ہائے اسلام سے تعداد میں زیادہ
ہے اعتقادات کے لحاظ ماثر یہ ہے۔ مگر علم کلام میں اشعریہ کے مقابلہ میں ماثر یہ کی شہرت نہایت
کم ہے۔ اس عدم شہرت کا یہاں تک اثر ہوا کہ آج اکثر علماء حنیفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہیں۔

ماتریدیہ کی گنہامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علماء حنفیہ نے علم کلام میں بہت کم تصانیف کیں، اس فن میں جس قدر مشہور محرکتہ الاراء کتابیں ہیں، وہ شافعیہ کی تصانیف ہیں۔ جو عموماً اشعریہ تھے۔ اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو اشعریوں کے نزدیک سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں، ان کو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ میں لکھتے ہیں۔

(۲) انه یحوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق ما لا یطیقونہ خلافاً للمعتزلہ
(۳) ان اللہ عز وجل ایلاہ الخلق وتعدا من غیرہ من سابق ومن غیرہ لایلاہ حق خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کو جائز ہے کہ انسان کو ایسے کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے، بغیر اس کے کہ ان کا کوئی پہلے سے جرم ہو یا ان کو ثواب لاحق ہے۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہے۔

(۴) انه تعالیٰ یفعل بعبادہ ما یشاء ولا یجیب علیہ براعیۃ الا صلح بعبادہ
(۵) ان معرفۃ اللہ سبحانہ وطاعتہ فایحیۃ باحیاب اللہ وشرعہ لا یالعقل خلافاً للمعتزلہ۔

خدا کا پہچانا اور اس کی اطاعت واجب ہے شرع کی رو سے نہ کہ عقل کی رو سے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔

یہ عقائد اپنی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں۔
(۶) قال اصحابنا ولت الایۃ علی انه تعالیٰ لایرعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر)
وایہ ولیزیدن کثیراً منهم ما نزل الیک من ربک طخیانا وکفراً (سورہ مائدہ)

ہمارے اصحاب (دشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرآن سے ثابت ہے کہ خدا کے تعالیٰ دین و دنیا کی مصالحوں کا لحاظ نہیں رکھتا، اور یقیناً بہتوں کا کفر و کفریہ اس کلام سے جو تجھ پر نازل کیا گیا بڑھ جائے گی۔

(۷) ان البنیۃ لیس الشراط فی الحیوۃ قالوا علی ما ہی علیہ یحوز ان ینخلق اللہ الحیوۃ والعقل والنطق فہا وعند المعتزلہ ذلک غیر جائز لا تاثر لقد ساء العبد فی افعالہ

زندگی کے لئے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں مثلاً۔ مثلاً خدا آگ میں عقل اور زندگی و گویائی پیدا کر سکتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں، بندوں کے افعال میں ان کی قدرت و طاقت کوئی دخل نہیں۔

یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان کے سوا اور بھی ہیں جن کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں شروع کیا ہے اور پھر ان کی تفصیل کی ہے

متقول از رد الحنفیہ ص ۱۲۷ تا ۱۵۰۔

عرض اہل سنت کے یہ عقائد ہیں جو ان میں سے ایک کا بھی منکر ہو گا وہ یقیناً اپنے
سچے مذہب سے خارج ہو جائے گا، حالانکہ عقائد مذکورہ بالا صرف کجا احکام الہی کے خلاف
ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ جا بجا اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) لا یكلف الله نفساً الا وسعها
(۲) وما لله یورید ظلماً للعالمین
(۳) انی الازلیج عمل عامل منکم ذکرا
واُنثیٰ

خدا کسی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔
اور خدا تمام عالم میں کسی پر ظلم کرنے ناہمیں چاہتا۔
میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کے
عمل کو برباد نہیں کرتا۔

(۴) فالیوم لا یظلم نفس شیئاً ولا یجزي
الاماکنتہ تعلمون ہ یا سورہ بقرہ
(۵) فاما من ثقلت موازینہ فہو فی عیشة
راضیہ، واما من خفت موازینہ فامہ
فہادیہ وما اورثک ما فی نارحامیہ
(۶) وما ظلمنا وکنک کاق اھم الظالمین

آج کسی شخص پر ظلم نہیں ہو گا، اور تم لوگ جو دنیا میں
کیا کرتے تھے اس کا عوض تم کو دیا جائے گا۔

پس جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گا وہ خاطر
خواہ عیش میں ہو گا، اور جس کے اعمال کا پلہ کم ہو گا
اس کا ٹھکانہ صاویہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہادیہ کیا ہے
اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے حق میں
آپ ہی ظالم ہوئے۔

پ ۲۵ - سورہ زحرف

اس قسم کی متعدد آیات الہی اس بات پر شہادت دے رہی ہیں کہ بندے بروز قیامت
اپنے اعمال کی جزا و سزا پائیں گے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، پس ایسے عقائد سے کہ جس سے خدا
عزوجل کا غیر عادل ہونا سمجھا جائے، شدید اپناہ مانگتے ہیں۔

عرض مذہب امامیہ میں عدل باری تعالیٰ عین اصول دین سے ہے، لیکن مذہب اہل
سنت میں اس قسم کے عقائد سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے۔ (نعوذ باللہ منھا)
اس سلسلہ میں صفات سلبیہ باری تعالیٰ کے متعلق ان کے جو عقائد ہیں وہ بھی نقل کئے
جاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال تنزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ
الی السماء الذلیحین بیقی ثلاث اللیل الحز
ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ خدا کے تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف
اترا کرتا ہے، جب ایک تہائی ات رہ جاتی ہے،

اور فرماتا ہے جو شخص مجھ سے دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا اور جو مجھے طلب کرے گا اسے عطا کروں گا اور جو استغفار کرے گا اس کو بخش دوں گا۔

صرفیقون من يدعونني فاستجب له ومن يسألني فاعطيه ومن يستغفري فاعف له
بخاری

(۱) اور یہی روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حصہ دوم مطبوعہ لاہور ترجمہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب۔

(۲) یا ائمة محمد ما احد اغیر من الله۔

کتاب النیرۃ ص ۱۶۲

(۳) مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے۔

ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا دیکھا تو جنت البقیع میں ہیں، حضرت نے فرمایا کہ تم گمان کرتی ہو کہ خدا اور رسول تم پر حیف و ظلم کرتے ہیں۔ عائشہ نے کہا کہ ہم کو گمان ہوا آپ اپنی کسی زوجہ کے یہاں تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خداوند عالم شب نصف شعبان کو آسمان دنیا کی طرف نزول کرتا ہے اور موئے سگ و گوسفند سے زیادہ دو گوں کو بخشا ہے۔

قالت فقدت رسول الله صلعم ليلة فاذا هو بالبقيع فقال انت تنخافين ان يخيي الله عليك ورسوله قلت يا رسول الله اني طمنت انك اثيت بعض نساءك فقال ان الله ينزل ليلة النصف من شعبان الى السماء الدنيا فيغفر لاکثر من عدد شعرة غنم وکلب۔ جلد دوم ص ۹۶

(۴) اہل سنت کی صحاح میں یہ بھی ہے (خود صحیح بخاری حصہ سوم ص ۱۱۹ پر تین طرح سے مروی ہے) یضع الحیاء قدمه فی النار فتقول قط قط۔ بغیر تک وکے مک۔

کہ جب جہنم سے دریافت کرے گا، تیرا پیٹ بھر گیا یا اور کچھ چاہئے تو وہ کہتا جائے گا، اور چاہئے اور چاہئے یہاں تک کہ خدا اس میں اپنا پاؤں ڈالے گا، اس وقت جہنم کے بس بس۔

(۵) دوسری روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یقول لجهنم هل املاآت وتقول هل من يد حتى یغفر رب العزت فیها قدمه فتقول قط قط۔ روا التحفہ جلد اول ص ۲۲-۲۳-۲۴

دکا و حزموسى صمعا فلما افاق قال سبحانك

ثبت اليك وانا اول المرصنين ۛ

(پ ۹ - ص اعراف - ۱۷۵)

اگر وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو آئندہ تم مجھے دیکھ لو گے

پس جس وقت اس کا پروردگار (اس کا پیدا کیا

ہوا نور) پہاڑ والوں کے لئے جلوہ افروز ہوا تو اس

کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور حضرت موسیٰ عیسیٰ کھا کر گر پڑے، پھر جب ہوش میں آئے، کہنے لگے، تیری ذات

منزہ ہے میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں اس بات پر کہ تو دیکھا نہیں جاسکتا سب سے پہلے ایمان لائے

مفسرین اصاصیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بایں عنوان کی ہے۔

”انا اول المؤمنین۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

سے اس آیت کے معنی یوں منقول ہیں کہ میں ان لوگوں سے پہلا ہوں جو اس بات پر ایمان

لائیں گے اور اس بات کی تصدیق کریں گے کہ تو ان آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا اور نہ کبھی

دیکھا جائے گا۔

عیون اخبار الرضا میں جو حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب امام رضا

علیہ السلام سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ موسیٰ کلیم اللہ تھے کیا وہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ خدا

سے رویت کا سوال کر بیٹھے، امام نے فرمایا کلیم اللہ بے شک اس بات کو سمجھتے تھے۔

لیکن واقعہ یوں گذرا تھا کہ جب موسیٰ کو شرف کلام حاصل ہوا ہے تو انھوں نے آ کر

بیان کیا، مگر لوگوں نے اس کا یقین نہیں کیا اور کہہ دیا جب تک ہم خود اپنے کانوں سے

سن نہ لیں گے اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے، وہ لوگ تعداد میں سات لاکھ تھے

جب حضرت موسیٰ نے ان میں سے ستر آدمی منتخب کر لئے اور انھیں لے کر سینا پر گئے وہ

کوہ میں تو ان کو چھوڑا، اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے، خدائے تعالیٰ نے ایک درخت میں قوت گویائی

کردی تھی اب لوگوں کی جبرأت یہاں تک بڑھ گئی کہ صفات انھوں نے کہہ دیا کہ جب تک

خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھیں گے ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ بس بڑے بول کے سبب ان پر کج

گرمی وہ سب کے سب مر گئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ پروردگار اپنی اسرائیل مجھ پر الہ

رکھیں گے کہ تیرا دعویٰ غلط ہے اس وجہ سے تو نے ان سب کو قتل کر دیا۔ خدائے تعالیٰ

نے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ انھوں نے موسیٰ سے کہا، اگر تم خدا سے سوال کرتے تو وہ ضرور

بات قبول کر لیتا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ایہا الناس! خدا آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا۔

آیات اور علامات سے پہچانا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا جب تک آپ سوال نہ کریں گے۔

ہمارا ایمان لانا ناممکن ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا خدا یا تو نے ان کا قول سن لیا، وحی ہوئی کہ اے موسیٰ جو کچھ یہ کہتے ہیں تم سوال کرو ہم ان کے جہل کے سبب سے تم سے مواخذہ نہ کریں گے، یہ طے ہو جانے پر موسیٰ نے وہ جہالت کی کھٹی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ (ترجمہ قرآن، مقبول ترجمہ ص ۲۶۶)

اب مسئلہ امامت پر غور فرمایا جائے کہ آیا بوجہ القضاء کے زمانہ بنو ہاشم کا نصب امام واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو خدا پر ہے یا بندوں پر؟ مذہب امامیہ میں امامت اصول دین میں داخل ہے، اور بدلیل "انی جاعل فی الارض خلیفہ" امام کو مخصوص من اللہ سمجھتے ہیں، نیز عصمت کو شرائط امامت سے جانتے ہیں، بخلاف اس کے اہل سنت کے نزدیک امامت نہ اصول دین سے ہے اور نہ امام کا معصوم ہونا لازم آتا ہے، بلکہ اس کا دار و مدار اجماع پر قرار دیا ہے کہ امامت کو چاہئے خلیفہ یا امام بنالے، اور اگر کسی پر بوجہ اس کی ناقابلیت کے اجماع ممکن نہ ہو، لیکن وہ اگر اپنی قوت و طاقت سے لوگوں پر قابو پا جائے تو اس کو بھی امام کہتے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

اہل سنت و الجماعت امام شخصے را گویند کہ مسلط باشد بر مردم بطورغ و تسلیم بالقر و غلبہ
سیف ملول ص ۹۰۔

انہیں قاضی صاحب کو شاہ صاحب نے رسالہ لبتان الہی ثنیں میں بہت سی وقت بتایا ہے جو ایک بڑے عالم جید اہل سنت تھے، اور عصمت امام ان کے نزدیک کوئی چیز نہیں تھی اور نہ خطا و معصیت اور فسق و فجور مانع امامت و خلافت ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

صلوا خلف کل بر وفاجر، یعنی ہر نیکو کار و بدکار کے پیچھے نماز پڑھو۔

اس کو کتب عقائد میں برابر نقل کیا ہے۔ دیکھو شرح عقائد نفسی ص ۱۱۵ المطبوعہ شوکت اسلام لکھنؤ، خاتم المحدثین کے نزدیک تو امام کا مخصوص من اللہ ہونا باعث فتنہ و فساد ہے، جیسا کہ تحفہ کے باب ہفتم مستقلہ امامت ص ۱۱۴ میں لکھتے ہیں۔

اگر بتا مل نظر کنیم معلوم می تو انیم کرد کہ نصب بشرط غور ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے امام امامت از جانب خدا متضمن مفسد بسیار است کا تعین ہونا بڑے فتنہ و فساد پر مشتمل ہے۔

۱۲۔ ترجمہ، اہلسنت و الجماعت، امام اس آدمی کو کہتے ہیں جو رضا یا قہر و غلبہ سے لوگوں پر مسلط ہو جائے۔ = ۱۲ عابد حیدری
۱۳۔ تحفہ ص ۱۱۴

سبحان اللہ چند خود غرض لوگ خلاف احکام خدا و رسولؐ، جس فاسق و فاجر کو چاہیں اپنا امام بنا لیں، یا قابو پا کر خود بخود زبردستی کوئی امام بن جائے تو وہ موجب امن و امان ہووے اور جو مخصوص من اللہ ہو وہ باعث وقوع فتنہ و فساد سمجھا جائے۔

اس کے برعکس ہم شیعہ انبیاء کرام کو معصوم جانتے ہیں۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت کی نسبت بھی ان کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرتؐ من المہدیٰ الی اللہ معصوم ہیں۔ اور ان اتباع الہیہ (تم کہو) میں وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے) کی روشنی میں آنحضرتؐ کے ہر حکم کو خدا کی طرف سے سمجھ کر امتثال حکم کو اپنے اوپر واجب و لازم جانتے ہیں۔ اہل سنت نہ ائمہ اطہار کو معصوم مانتے ہیں اور نہ انبیاء کرام کو، یہاں تک کہ اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت سے پہلے چالیس سال کی عمر تک اپنی قوم کے دین پر رہے یعنی نعوذ باللہ من ذالک۔

چنانچہ فخر الدین رازی آہ "ووجدك ضالاً فهدی" اور تم کو بھٹکا ہوا پایا پس منزل مقصود کو پہنچایا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فَاعْلَمْ أَن لِبَعْضِ النَّاسِ ذَهَابُ إِلَى أَنَّهُ كَانَ كَافِرًا فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ ثُمَّ هَدَاهُ اللَّهُ وَجَعَلَهُ نَبِيًّا قَالَ الْكَلْبِيُّ وَوَجِدَكَ ضَالًّا، يَعْنِي قَوْمَهُ ضَلَّالًا، فَهَذَا كَاللَّتَّوْحِيدِ وَقَالَ السُّدِّيُّ كَانَ عَلَى دِينِ قَوْمِهِ إِسْرَائِيلَ سِنَةً، تَفْسِيرُ كَبِيرِ جُلْدٍ ۱۰ ص ۶۱۱

آگاہ ہو جاؤ کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ رسولؐ ابتداء میں کافر تھے، پھر خدا نے ان کی ہدایت فرمائی اور نبوت کا درجہ دیا اور کلبی قائل ہیں کہ ووجدک ضالاً سے مراد یہ ہے کہ تم تو گمراہ لوگوں میں پایا پھر موحّد بنایا اور توحید کی ہدایت کی اور سدی قائل ہیں کہ رسول اللہ چالیس سال تک اپنی قوم کے دین پر رہے۔

اور مولوی عبدالعلی صاحب جو اہل سنت کے نزدیک بحر العلوم کہے جاتے ہیں، قائلین عصمت انبیاء کو رافضی اور بدعتی کہتے ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم الثبوت ص ۲۶۹ جلد اول مطبوعہ نو لکھنؤ میں لکھتے ہیں۔

وَمَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ مَنْ يَقُولُ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَيْفَ يَخْطِئُونَ فِي أَحْكَامِ اللَّهِ فَإِنَّ هَذَا وَقَوْلِ صَدْرٍ مِنْ شَيَاطِينِ أَهْلِ الْبِدْعَةِ كَالْهَرِّ وَالْفَضِّ وَغَيْرِهِمْ أَلَمْ تَرَ أَهْلَ الْحَقِّ مِنْ

یعنی تم ان کا کہنا نہ سنا جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کیونکہ خطا کر سکتے ہیں، تبلیغ احکام خدا میں کیونکہ یہ قول ان کا ہے جو اہل بدعت و روافض سے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل حق سنت و الجماعت

اهل السنة والجماعة القامعین للبدعة
اکثرهم یحونون علی الانبیاء الخطاء کما
ظہر فی اساری بدر من سید العالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ وازواجہ
اجمعین۔

کے جو قاطع بدعت ہیں، اکثر خطا کو انبیاء پر جائز جانتے
ہیں جیسا کہ قیدیان بدر کے بارے میں خود سرور عالم سے
خطا ظاہر ہوئی۔

اور علامہ قوشچی کے نزدیک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجتہدین کے مانند ایک مجتہد تھے
(ان کا قول آئندہ درج ہوگا) شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صرف آیات قرآن جو آنحضرت امت کو سناتے
وہی ہیں نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول پیغام خدا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وحی ہوتا تو
خود آنحضرت پر خدا اظہار عتاب کیوں فرماتا۔ جیسا کہ اکثر جگہ قرآن مجید میں ہے۔ شاہ صاحب کی بکواس
ملاحظہ ہو۔

پیغمبر کی ہر بات کا وحی سمجھنا دلیل عقلی و نقلی سے باطل
ہے دلیل عقلی تو یہ کہ ہر صاحب فہم پر ظاہر ہے کہ رسول
کے معنی پیغام رسال کے ہیں اور جب اس لفظ کی اصناف
خدا کی طرف ہوگی تو اس کے معنی خدا کا پیغام پہنچانے
والا ہوگا۔ پس رسول کے مفہوم میں اسی قدر داخل ہے۔
کہ رسول پر وحی آتی ہو اور اس کے وسیلے سے خدا
کا پیغام ہم کو پہنچے نہ کہ ہر کلام پیغمبر کا پیغام خدا ہے
اور آیہ وما ینطق عن اظہوی کی تخصیص جس کے
معنی یہ ہیں کہ (رسول اللہ) بموجب وحی کلام کرتے ہیں
نہ اپنی خواہش نفس سے) صرف قرآن کی حد تک ہے نہ کہ
اس سے زیادہ اس کی دلیل علمہ شدید القوی کا جملہ ہے۔
یعنی آیات قرآن کے علاوہ جو کچھ رسول کا ارشاد ہے اس سے
وحی کا تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا امیر کسی کو
اپنا رسول مقرر کرے کسی ملک کو بھیجے تو اس ملک کے لوگ

جمیع اقوال پیغمبر وحی ست باطل ست ہم بدلیل
عقلی ہم بدلیل نقلی اما عقلی پس نزد ہر عاقل
ظاہر ست کہ معنی رسول رسانندہ پیغام ست و
چوں اصنافت بخدا کہ دیم رسانندہ پیغام خدا
معنی این لفظ شد پس در ضمن رسالت ہمیں
قدر داخل ست کہ بسوی ادوحی آمدہ باشد و بوا
او پیغامی از جانب خدا بجا بود نہ آنکہ ہر قول
او پیغام خدا باشد و آیہ وما ینطق عن اظہوی
ان هو الا وحی لی وحی صریح خاص بقران است
بدلیل "علمہ شدید القوی" نہ عام ذریع
اقوال پیغمبر و این امر روشن ست کہ اگر کسی را
بادشاہ یا امیرے رسول خود کردہ بجانب
ملک بفرستد ہرگز مردم آن ملک جمیع اقوال آن
رسول را از جانب آن بادشاہ و آن امیر نخواہند

اس سفر کی ہر بات کو بادشاہ یا امیر کی جانب سے تصور نہ کریں گے اور دلیل نقلی یہ ہے کہ اگر آنحضرت کی سب باتیں بمنزلہ وحی خدا ہوتیں تو قرآن مجید میں آنحضرت کی بعض باتوں پر کیوں عتاب فرماتا۔ حالانکہ چند مقامات میں آنحضرت پر سخت عتاب نازل ہوا ہے جیسا کہ آیہ عفا اللہ عنک میں ہے کہ خدا تم کو معاف کرے تم نے ان کو کیوں اجازت دی اور نہ تم خیانت کرنے والوں سے دشمنی کرنے والے بنو خدا سے طلب آمرزش کرو اور بہ تحقیق خدا غفور و رحیم ہے اور جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں ان کی طرف سے جدال نہ کرو۔ قیدیان بدر سے فدیہ لینے کی اجازت دے دینے پر اتنا تشدد کیوں ہوتا۔ (اگر خدا پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے کیا اسکی بابت تم پر ضرور سخت عذاب نازل ہوتا۔)

والسنت اما نقلی پس برائے آنکہ اگر اقوال آنحضرت تمام وحی منزل من البدی شد در قرآن مجید چہ راہ بعضی اقوال آنحضرت عتاب می فرمودند حالانکہ در جہا عتاب شدید نازل شد عفا اللہ عنک لہذا ذنت لہم فی الہ تعالیٰ ولا تکن للغانین خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفوراً راحماً ولا یجادل من الذین یختارون انفسہم الی آخر الایۃ و در ما ذن دادن بگر فتن فدیہ اذہ بندیان بد را ایوں قدر تشدد چہ را واقع می شد کہ لو کہ کتاب من اللہ سبقت لمکم فیہا اخذتم عذاب عظیم

تخفہ اثنا عشریہ ص ۲۹۶

جناب شاہ ولی اللہ والد ماجد شاہ صاحب اور ان کے مرید رشید شمس العلماء شبلی نعمانی بھی یہی تفریق کرتے ہیں جیسا کہ الفاروق حصہ دوم ص ۱۹ میں ہے جس کی نقل یہ ہے۔
 ”سب سے پہلے میرا علم تھا کہ آنحضرت سے جو اقوال و افعال منقول ہیں وہ کلیتہً مسائل کا ماخذ ہو سکتے ہیں یا ان میں کوئی تفریق ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس بحث پر حجتہ البالیہ میں ایک نہایت مفید مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے جو افعال و اقوال مروی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو منصب نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت خدا کا ارشاد ہے کہ وما اتاکم الرسول فخذوا وما نہاکم عنہ فانتہوا (یعنی پیغمبر جو چیز تم کو دے وہ لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو) دوسرے وہ جن کو منصب رسالت سے تعلق نہیں چنانچہ ان کے متعلق خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے انما انابشرا اذا امرتکم بشئ من دینکم فخذوا بہ و اذا امرتکم بشئ من امرائی فانہما اتانہما (یعنی میں آدمی ہوں اس لئے جب میں دین کی بابت کچھ حکم دوں تو اس کو لو اور جب

اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے احادیث کے مراتب میں جو فرق بتایا ہے اور جس سے کوئی صاحب نظر انکار نہیں کر سکتا۔ اس تفریق مراتب کے موجد دراصل حضرت عمر ہیں۔

غرض یہ تو بیہمت و تلبیسات خاص صحابہ کی خاطر کی گئی ہیں کہ کسی نے تو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو مثل ایک بشر کے سمجھا۔ کسی نے اس حبیب وحی الہی کو مجتہد جانا کسی کا قول ہے کہ جیسے ہم بشر ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ بلکہ شبلی صاحب کے بیان سے تو حضرت عمر کو آنحضرت پر ترجیح ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

حضرت عمر کو اس امتیاز مراتب کی جبرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام میں جب انہوں نے دخل دیا تو آنحضرت نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی بلکہ متعدد معاملات میں حضرت عمر کی رائے کو اختیار فرمایا اور بعض موقعوں پر تو خود وحی الہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی۔ قیدیان بدر۔ حجاب ازدواج مطہرات۔ نماز برجنازہ منافیہ ان تمام معاملات میں وحی جو آئی وہ حضرت عمر کی رائے کے موافق آئی۔ (الفاروق) ص ۱۹۲ حصہ دوم۔

بھائیوں! غور کرنے کا مقام ہے کہ جب علامہ قوشچی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مثل دوسرے مجتہدوں کے ایک مجتہد بتاتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحب ایک پیغام رساں اور فرماں نبوت و رسالت صرف اسی پر محدود کرتے ہیں کہ در ضمن رسالت ہمیں قدر داخل ست کہ بسوی ادوحی آمدہ باشد و بواسطہ او پیغام از جانب خدا ببارسد نہ آنکہ ہر قول پیغمبر قول خدا باشد۔ رسالت کی خصوصیت میں صرف اسی قدر ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہو اور اس کے توسط سے ہم تک خدا کا پیغام پہنچے نہ یہ کہ پیغمبر کا ہر قول خدا کا قول ہو۔

تو پھر بخاری شریف کو کس بنا پر صحیح الکتاب بعد کلام الباری کا خطاب دیا گیا ہے حالانکہ اس میں تو کلی اقوال رسول اللہ ہی سے منسوب کئے گئے ہیں نہ کہ خدا سے اور وہ بھی اس صورت سے کہ زید سے روایت ہے کہ اس نے بکر سے اور بکر نے عمرو سے اور عمرو نے خالد سے اور خالد نے فلان سے اور فلان نے فلان سے یہ ارشاد آنحضرت کا سنا تھا اور جب آنحضرت کے احکام میں نہ کوئی بالاتفریق قرار دی گئی تو جناب خاتم المحدثین کے قول سے بخاری شریف کی سب حدیثیں عموماً اور حدیث تھن معاشر الانبیاء کا لذت و کلا فی مرث و ما تکتا لصدقہ خصوصاً۔ ناقابل عمل

(حاشیہ) ملہ الفاروق حصہ دوم۔ ص ۵۴۹ ایضاً ص ۵۸۱ حصہ دوم ص ۵۸۲ ایضاً ص ۵۸۱ و ص ۵۸۲ حصہ دوم ص ۵۸۱ حصہ دوم ص ۵۸۱ ایضاً ص ۵۸۱ حصہ دوم ص ۵۸۱

ثابت ہوئیں اور حضرت ابو بکرؓ کا ایک ایسی حدیث بیان کر کے جو قرآن کی آیت کے بھی بالکل خلاف تھی جناب سیدہ سے فدک چھین لینا کیونکر جائزہ ہوا۔ پس اہل سنت نے بخاری شریف کو جو اپنے مذہب کا محفوظ قلعہ سمجھ رکھا ہے وہ شاہ صاحب کے قول کی بنیاد سے منہدم ہوا جاتا ہے۔

نازم کہ بار قبایاں دامن کشاں گذشتی گوشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد

اگرچہ شاہ صاحب کے بیان سے حدیثوں کی کوئی مرتبت و عظمت باقی نہیں رہی مگر اس پر بھی ہم ایک ایسی معتبر سند پیش کرتے ہیں جس سے اہل سنت کسی طرح انکار نہیں کر سکتے، اور ان کو بجز اس کے کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ بخاری شریف کی حرمت و منزلت سے دست بردار ہوں۔ یعنی اہل سنت نے محض اپنا مذہب قائم رکھنے کی غرض سے اس کو کتاب خدا کے ہم پایہ بنا رکھا، ورنہ ان کے خلفاء حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ تو اپنے اپنے عہد خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ اور توجہات مخصوصہ اس امر خاص پر مبذول رکھتے تھے کہ کوئی صحابی قرآن کے سوا حدیث کا نام بھی زبان پر نہ لائے بلکہ اس معاملہ میں ان کو یہاں تک جد و کد تھی کہ جو کوئی حدیث بیان کرتا اس کو ڈرے لگاتے اور قید کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں جو کچھ شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروقی میں رقم طراز ہیں اس کی نقل ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ اس کو تعمق کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سب سے بڑا کام جو حضرت عمرؓ نے اس فن کے متعلق کیا وہ حدیثوں کی تنقید اور فن جرح و تعدیل کا ایجاد کرنا تھا۔ آج کل بلکہ مدت مدید سے یہ حالت ہے کہ جو چیز آنحضرتؐ کی طرف منسوب کر دی جاتی ہے گو صحیح نہ ہو اس کو فوراً رواج اور قبول حاصل ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر یہودیوں کی تمام مزخرفات احادیث نبوی کے مجموعہ میں شامل ہو گئیں۔ محدثین نے اتنا کیا کہ جرح و تعدیل کی روک ٹوک سے تعمیم کو روک دیا لیکن جب کسی راوی کی تعدیل ان کے نزدیک ثابت ہو جاتی تھی تو پھر ان کو زیادہ جستجو نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ قرن اول کی نسبت انھوں نے یہ عام کلیہ قائم کر لیا کہ کسی روایت میں ضعف کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت عمرؓ اس نقطہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری سے ہیں ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ احادیث کی چھان بین میں تمام وہی احتمالات ملحوظ رکھتے تھے جو محدثین نے زمانہ مابعد میں پیدا کئے ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری ان سے ملنے آئے اور تین دفعہ استیذان کے طور پر کہا السلام علیکم ابو موسیٰ حاضر ہے حضرت عمرؓ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے اس لئے متوجہ نہ ہو سکے۔ کام سے

فارغ ہو چکے تو فرمایا ابو موسیٰ کہاں ہیں، وہ آئے تو کہا تم کیوں واپس چلے گئے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ تین دفعہ اذن مانگو اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ، حضرت عمر نے فرمایا کہ اس روایت کا ثبوت دو در نہ میں تم کو سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ اشعری صحابہ کے پاس گئے اور حقیقت حال بیان کی، چنانچہ ابو سعید نے آکر شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ سے یہ حدیث سنی ہے حضرت ابی بن کعب نے کہا کہ عمر تم رسول اللہ کے اصحاب کو عذاب دینا چاہتے ہو، فرمایا میں نے ایک روایت سنی ہے اس کی تصدیق کرنی چاہی۔ فقہ کا ایک مسئلہ مختلف خیہ ہے جس عورت کو طلاق بائن دی جائے اس کو عدہ کے زمانے تک نان و نفقہ اور مکان ملنا چاہئے یا نہیں قرآن مجید میں ہے۔ اسکن اھن من حیث سکنتم جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ملنا چاہئے۔ اور مکان کے ساتھ نفقہ خود ایک لازمی چیز ہے۔ فاطمہ بنت قیس ایک صحابیہ تھیں ان کو ان کے شوہر نے طلاق بائن دی وہ آنحضرت کے پاس گئیں کہ مجھ کو نان و نفقہ کا حق ہے یا نہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ فاطمہ نے یہ روایت حضرت عمر کے سامنے بیان کی تو حضرت عمر نے کہا کہ ہم قرآن کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے، معلوم نہیں اس کو حدیث یاد رہی کہ نہیں، حضرت عمر کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ روایت میں خواہ مخواہ کمی و بیشی ہو جاتی ہے اس لئے روایت کے بارے میں سخت احتیاط شروع کی، اس کے متعلق انہوں نے جو بندشیں کیں آج کل لوگوں کو ان پر مشکل سے یقین آ سکتا ہے اس لئے میں اس موقع پر خود کچھ نہ لکھوں گا بلکہ بہت بڑے بڑے محدثوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو نقل کر کے ترجمہ کر دوں گا۔

علامہ ذہبی^{رحمہ اللہ} جن سے بڑھ کر ان کے بعد کوئی محدث نہیں گذرا، اور جو حافظ بن حجر بخاری وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمر کے حالات میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اس ڈر سے کہ صحابہ آنحضرت سے روایت کرنے میں غلطی نہ کریں صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ رسول اللہ سے کم روایت کریں تاکہ لوگ حدیث میں مشغول ہو کر قرآن کو یاد کرنے سے غافل نہ ہو جائیں قرطبہ بن کعب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشابعت کو نیکے اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے ساتھ آتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ ہماری عزت بڑھانے کو، فرمایا کہ ہاں لیکن اس کے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تم لوگ ایسے مقام میں جاتے ہو جہاں کے لوگوں کی آواز شہد کی مکھی کی طرح قرآن پڑھنے میں گونجتی رہتی ہے تم ان کو حدیثوں میں

(حاشیہ) یہ اصل عربی عبارت الفاروق حصہ دوم ص ۵۶۲ و ۵۶۳ پر درج ہے۔ ۱۲ عالمہ حیدری

نہ پھنسا لینا، قرآن میں آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ سے کم روایت کرو اور میں تمہارا شریک ہوں۔ پس جب قرطہ وہاں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ حدیث بیان کیجئے، انہوں نے کہا کہ عمر نے ہم کو منع کیا ہے۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو ہریرہ سے پوچھا کہ آپ عمر کے زمانہ میں کبھی اسی طرح حدیثیں روایت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو عمر مجھ کو درے سے مارتے۔ حضرت عمر نے عبداللہ بن مسعود۔ ابو ذر۔ ابو مسعود کو مجبوس کیا اور کہا کہ تم لوگوں نے آنحضرت سے بہت سی روایتیں کرنی شروع کیں۔ حضرت عمر کا خود مقصد انہیں کی تصریح سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مورخ بلاذری نے جو محدث بھی ہیں انساب الاشراف میں روایت کی ہے کہ لوگوں نے ان سے (حضرت عمر سے) کوئی مسئلہ پوچھا تو فرمایا لو لانی اکسا ان انرا میں فی الحدیث او انقص الحدیثکم بھا (یعنی اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیث کی روایت کرنے میں مجھ سے کسی بیسی ہو جائے گی تو میں اس بارے میں حدیث بیان کرتا) مورخ مذکور نے اس روایت کو بسند متصل روایت کیا ہے۔ اور اس کے رواۃ یہ ہیں۔ محمد بن سعد۔ عبدالحجید بن عبدالرحمن الحامی۔ نعمان بن ثابت یعنی امام ابو حنیفہ۔ موسیٰ بن طلحہ۔ ابوالحواکیم حضرت عمر کو اپنی نسبت جو ڈر تھا وہی اوروں کی نسبت بھی ہونا چاہئے تھا اس خیال کی تصدیق اس سے اور زیادہ ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود جو مقامات علمی میں حضرت عمر کے تربیت یافتہ خاص تھے۔ ان کی نسبت محدثین نے لکھا ہے یعنی وہ روایتیں سختی کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ الفاظ حدیث کے محفوظ رکھنے میں بے پروائی نہ کریں۔ محدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کم حدیثیں روایت کرتے تھے، یہاں تک کہ سال سال پھر قال رسول اللہ نہیں کہتے تھے۔ حضرت عمر کو روایت کے بارے میں جو احتیاط تھی اگرچہ ان سے پہلے بھی اکابر صحابہ کو تھی۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت ابو بکر کے حال میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے احادیث کے باب میں احتیاط کی ۵۰۔۔۔ حضرت ابو بکر تھے۔ علامہ موصوف نے حاکم سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے پانچ سو حدیثیں قلم بند کی تھیں لیکن پھر ان کے آگ میں جلادیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ میں نے ایک شخص کو ثقہ سمجھ کر اس کے ذریعہ سے روایت کی ہے اور وہ درحقیقت ثقہ نہ ہو لیکن حضرت عمر کی ردک ٹوک اور ضبط احتیاط سے اگرچہ یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ حدیثیں کم روایت کی گئیں لیکن جس قدر روایت کی گئیں وہ ہر قسم کے احتمالات سے بے داغ تھیں۔ ان کے بعد اگرچہ احادیث کو بہت وسعت ہو گئی لیکن اعتماد و حق کا وہ پایہ نہ رہا۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے نہایت سچ لکھا ہے ہر چند کہ جمیع صحابہ عدول اندوڑو روایت ہمہ مقبول ہر چند کہ کل صحابہ عادل ہیں اور ان سب کی روایتیں

دعمل بموجب آنچه بروایت صدوق از ایشان
ثابت بشود لازم انا در میان آنچه از حدیث و
فقہ در زمان فاروق اعظم بود آنچه بعد از و سے
حادث شدہ فرق مابین السموات والارض است
مقبول اور واجب العمل ہیں بشرطیکہ ان کی صحت ثابت
ہو مگر زمانہ عمر فاروق میں جو کچھ حدیث و فقہ کا حال تھا
اور جو ان کے بعد احداث ہوئے ان میں زمین و آسمان
کا فرق ہے۔

الفاروق حصہ دوم ص ۱۸۲ تا ۱۸۳

بھائیو! شبلی صاحب کی اس روایت کو جس کے راوی وہ اصحاب ہیں جو امام محمد اسماعیل
بخاری بھی پیشوا و امام تھے پڑھو، اور غور کرو کہ جب خود آپ کے خلفاء جو آپ کے عقیدوں کے مطابق
فلک اسلام کے شمس و قمر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان و گویش اور محرم اسرار حنفی و
جلی تھے۔ جن کی رائے پر اللہ جل شانہ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں ان اصحاب کبار کی بیان
کی ہوئی حدیثوں کی صحت میں جو شب و روز اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہے، نمازوں اور جہادوں
میں شریک اور خاوت و جلوت میں انیس و جلیس، سفر میں ہمرکاب، حضر میں ہم کلام، جنہوں نے
بلا واسطہ خود صاحب شریعت سے تعلیم و ہدایت پائی اور بلا واسطہ مصحف ناطق سے علم قرآن
حاصل کیا، شک و شبہ کہیں، حضرت عمران جلیل القدر اصحاب کو حدیث بیان کرنے سے
روکیں، اس جرم میں ان کو مجسوس کہیں، درے لگائیں، خود افضل الصحابہ حضرت ابو بکر اپنی
جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں، اور حضرت عمر جن کا سینہ محزن علوم و فنون سمجھا
جاتا ہے اپنی زبان مبارک سے مسئلہ کے جواب دینے میں یہ عذر کریں کہ

”اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ حدیثوں کی روایت میں مجھ سے کمی و بیشی ہو جائے گی تو میں حدیث بیان
کرتا۔ تو محل استعجاب ہے کہ امام بخاری نے دو سو چھتیس برس کے بعد ان لوگوں کی بیان کی ہوئی
حدیثوں پر کیوں کرا اعتبار کر لیا جو اپنے پیغمبر اور اپنے خلفاء کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے تھے
نہ ان اصحاب کبار اور تابعین کے ہم پلہ راویان احادیث بخاری، اکثر وہ ہیں جو بعد امیر معاویہ
و بعد عبد الملک خلفائے بنو امیہ وضع حدیث پر مامور ہو گئے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس
صورت میں امام صاحب موصوف نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے صحیح بخاری مرتب
کی اور راویان حدیث میں ان لوگوں کو کبھی شامل کر لیا جو اس زمانے میں خوارج و نواصب
مشہور تھے، جیسا کہ جناب فاضل جلیل محمد بن عقیل جو مشاہیر علمائے حیدرآباد سے ہیں اپنی

کتاب نصاب کا فیہ میں ایک طولانی روایت ان احادیث کے متعلق پھر یہ فرماتے ہیں، ہم اس کا خلاصہ بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ حدیثوں کے راوی جن کے کلام سے امام بخاری نے حدیثیں اخذ کی ہیں، کس درجے اور مرتبہ کے تھے، نیز ان کے ایمان تو ایمان بلکہ اسلام کی کیا حالت تھی۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ منجملہ راویان صحیح بخاری کے علاوہ ان اصحاب کے جن کو یہ لوگ عادل سمجھتے ہیں مروان بن حکم بھی ہے جس نے جناب امام حسن علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم ان اہلبیت سے ہو جو (معاذ اللہ) ملعون ہیں (قرآن مجید میں شجرۃ ملعونہ بنی اسیرہ کے بارے میں نازل ہوا ہے) انھیں میں عمر بن خطاب کا قائل ہے جو ان اشعار کا قائل ہے جن میں ابن طلحہ (ملعون) کی تعریف اور جناب امیرؓ کی مذمت کی گئی ہے انھیں میں حریر بن عثمان رجبی بھی ہے جس کی نسبت (تہذیب التہذیب) ابن حجر عسقلانی میں ہے کہ وہ جناب امیرؓ کی تہقیر کرتا اور (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتا تھا۔ اسمعیل بن عیاشی کہتے ہیں کہ ہم مصر سے مکہ تک اس کے ساتھ رہتے وہ جناب امیرؓ کو (معاذ اللہ) گالیاں دیتا اور لعنت کرتا تھا وہی اسمعیل بن عیاشی حریر بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ جو لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا، علیؑ منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ یہ صحیح تو ہے لیکن سننے والے کو دھوکا ہوا، میں نے کہا سننے میں کیا غلطی ہوئی کہا انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ ازدا کہتے ہیں کہ حریر بن عثمان نے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ پھر یہ سوار

الاقوی ان من راویة الصیح غیر الذی عدواہم من الصحابة واصطحو علی تعداہم مروان بن الحکم (القائل) للحن بن علی انکم اهل بیت ملعونون وعمران بن حطان الخارجی القائل لابیات المشہورۃ یتنی بہا علی اشقی الاخرین ابن بلعم ویتلب الامام علی بن ابی طالب وحریر بن عثمان الرجبی الذی نقل عنہ صاحب التہذیب انہ کان ینقض علیا وینال منہ وقال اسمعیل بن عیاشی عادل حریر بن عثمان من عمرانی مکہ فجعل یسب علیا ویلعنہ، وقال ایضا حریر بن عثمان یقول ہذا الذی یرویہ الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال لعلی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ حق ولكن احطاء السامع، قلت فما هو قال انما ہوانت بمنزلہ قارون من موسیٰ و ذکرہ الارودی ان حریر بن عثمان راوی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما اراد ان یركب جاء علی بن ابی طالب فحل حرام البغلة یتبع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقیل یحیی بن

ہوں تو جناب امیر نے آکر اس کی زمین اس غرض سے کھول دی کہ حضرت گم پڑیں بھی بن صالح سے کسی نے پوچھا تو حدیث کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتا تو اس نے کہا کہ میں کیا کر ایسے شخص سے روایت کروں جس کے ساتھ میں نے سات برس نماز صبح پڑھی اور دیکھا کہ وہ مسجد سے جب تک جناب امیر پر شتر بار لعنت نہیں کر لیتا باہر نہیں نکلتا تھا۔ اور بن حیان لکھتے ہیں کہ شتر مرتبہ صبح اور شتر مرتبہ شام لعنت کرتا تھا کسی نے وجہ پوچھی تو کہا انہوں نے ہمارے ابا دادا کے سروں کو تن سے جدا کیا ہے ایسے روایان حدیث بہت کثرت سے ہیں ہم نے بطور مثال وعنوان ان تینوں نامینا کو پیش کیا ہے ایک مردان دوسرے عمران بن حطان تیسرے حمیر بن عثمان کیونکہ یہ سب روایان صحیح بخاری کے ہیں جس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ تمام کتب احادیث میں وہ سب زیادہ صحیح ہے امام ذہبی ترجمہ مصعبی میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے میں بقائے سنت کے لئے بڑا نا صر تھا۔ حالانکہ جیسا وہ تھا ویسا تھا چنانچہ کہنا پڑا کہ یہ ضرور ہے کہ جو حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ترجمہ جو زبان میں کہا کہ وہ حفاظت سے تھا مگر جناب امیر کا دشمن تھا اور ان سے خوف تھا پس دیکھو کہ یہ وہ ثقات ہیں جن کی حدیثوں سے دین خدا میں احتجاج کیا جاتا ہے۔ لاواللہ ثم لاواللہ۔

روایت مذکورہ میں عمران بن حطان کے وہ اشعار جن میں اس نے ابن لجم ملعون کے محاسن بیان

کئے ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

یا ضربتہ من تقی ما اراد بها (ترجمہ) یعنی کیا اچھی ضربت ہے ایک مرد تقی (ابن لجم ملعون) کی

صالح لم لا تکتب عن حمیر بن عثمان کیف اکتب عن
 رجل صلیت معہ الفجر سلیت سلیت فکان لا
 یخرج من المسجد حتی یلعن علیا بالعداۃ ^{للسبعین}
 مرۃ وبالعتی سبعین مرۃ فقیل لہ فی ذالک نقلاً
 هو القاطع راؤس ابائی وامثال هو کلاء الرواة
 کثیرون ولا کن هو کلاء الشاؤثۃ مروان، و
 عمران، وحمیر بن عثمان ومثال لانہم من رواة
 صحیح البخاری الذی قالوا عنہ اصح کتب الحدیث
 وقال الذہبی فی ترجمۃ المصعبی انہ انصر اهل
 الزمان للسنۃ لئلا تم قال ولكنہ یضع الحدیث
 وقال فی توجیۃ الجوزجان انہ من الحفاظ الثقات
 وكان یخامل علی علی وفیہ الخراف عنہ (فہو ک)
 من الثقات الذین یصحیح بہم فی دین اللہ لاواللہ
 ثم لاواللہ ثم لاواللہ

جناب عمر کے زمانہ میں حدیث دفعہ باؤنڈا لڑی تھی۔ اور جو اس کے بعد پیدا ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انفا. وق حصہ دوم

الایمان ذی العرش رضوانا
انی کا ذکر لا حیبتنا فاحسبه
ادقی البریة عند اللہ میزانا،

جس سے کوئی غرض اس کے سوا اس کی نہ لگتی کہ صاحب
عرش ہمیں کی خوشنودی حاصل کرے، میں جب اسے یاد
کرتا ہوں تو ساری خلق سے اس کے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک
بھاری پاتا ہوں۔ (آیات بینات حصہ ۲ ص ۱۷)

بھائیوں کی بات توجہ کے قابل نہیں ہے کہ جن راویان حدیث کے ایمان و اسلام کا یہ رنگ
ڈھنگا ہو جن حدیثوں کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب محدث یہ فرمائیں۔
انچہ درمیان از حدیث وفقہ در زمن فاروق اعظم بود و انچہ بعد از وے حادث شدہ فرق
بابین السموات والارض است۔

اور خود افضل الصحابہ اپنی جمع کی ہوئی پانچ سو حدیثوں کو مشتبہ سمجھ کر جلا ڈالیں با ایں ہمہ آپ
اسی بخاری کی حدیثوں پر ایسا ایمان لائیں کہ اپنے خلیفہ صاحب کے قول
نحن معاشرا لانبیاء لا نرت ولا نورث ما ہم انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا
تو کتاہ صدقہ۔ ہے۔ اور جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

کو تو اسل ایمان سمجھیں اور خدا کے ارشاد
یٰٰصیٰکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیٰ
سے انحراف کریں باوجودیکہ دعویٰ ہے بحسبنا
کتاب اللہ ذلک بانہما تمین اما السنط وکے
راضوانہ فاحیط اعما لہم پ ۲۶ سورہ محمد
خدا تم کو تھاری اولاد کے حق میں نصبت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو
لڑکیوں کے برابر ہے۔
شاید اسی لئے خدا کا ارشاد ہے، یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے
خدا ناخوش ہے اس کی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں خدا
کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برہا کر دیا ہے

القصر یہ مختصر ذکر تو ان اختلافات کا تھا جو اصول دین میں تھے اب فروع دین میں بھی دو چار
مسائل پیش کیے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔
واعلم انہ لیس الکتاب بحسب الویث
الامامہ وعلیہ الفتویٰ وانہ سراج بعظم
النجاسة کما یسط ابن التثیخۃ فیباع ووجہ
ویضمن ویثخن جلدہ مصلی وود لو او لواخرج
حیاد لم یصب الی فیہ الماعر ولا یفسد ماع

اللہ! شخص العین نہیں ہے، یہی تو ان امام ابو حنیفہ کا ہے اور اس
پر فتویٰ ہے اگرچہ بعض نے بجا اس کو تزییح دی ہے، جیسا کہ ابن
سختہ نے توضیح کی ہے، پس اس صورت میں اس کا بیچنا اور
اجرت پر لینا یا دینا سب جائز ہے اس کی کھال کی جاننا
اور دون بنا سکتے ہیں۔ اور اگر کئے کو زندہ نکال لیا گیا ہو اور اس

البشر ولا الثیاب بالتفاضه ولا بعضه مالم
یرسایقہ ولا صلوة حاملہ ولو کیبرا۔

رد المحتار - در شرح و معانی المختار ص ۱۳۹

منہو تک پانی نہ پہنچا ہو تو کنوئیں کا پانی نجس نہیں ہوگا اور اس
کا چھینٹا لینے سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، جب تک اس کا لعاب
دکھائی نہ دے اور اگر اس کو گدہیں لے کر نماز پڑھیں تو
نماز باطل نہیں ہوتی اگر چہ بڑا سو۔

ہاں ابو حنیفہ کے نزدیک کبھی کبھی کھال پر جو دباؤٹ کی گئی
ہو اور جس کی رطوبت مصالح اور واسے بالکل دور ہو گئی
نماز پڑھنا جائز ہے۔

جس حیوان کا گوشت کھانا حرام ہو ذبح کرنے سے
اس کا گوشت اور پوست پاک ہے، سو اے آدمی

اور خانیہ میں ہے کہ بخاری میں جو یہ حدیث آئی ہے کہ
آنحضرتؐ نے فرمایا جن چیزوں کو خدا نے حرام فرمایا ہے
اس میں شفا نہیں ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ جن چیزوں
میں شفا ہے وہ حرام نہیں ہیں جیسا شراب پیاسے کے لئے
حلال ہے اسی طرح صاحب ہدایہ بخاری کے بارے میں اس
بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی کو کبھی سر پھوٹ جائے، اور سوز
فاسخ کو حصول شفا کی غرض سے خون، یا پیشاب سے پیشانی
اور ناک پر لکھے تو جائز ہے۔ "طبع نوکثیر لکھنؤ، فتاویٰ
عالمگیری جلد ۵ ص ۱۳۲ مطبوعہ دہلی۔

اگر کوئی شخص ایسی عورت سے شادی کر لے جس سے شادی
کہنا حرام ہو (مثلاً ماں، بیٹی وغیرہ) اور اس سے مباشرت
بھی کر لے (منہ کالا کر لے) تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد
واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف تادیب کر دی جائے گی۔

ایسے ہی صد مسائل ہیں، جن کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ امام غزالی نے اپنی کتاب منحول میں
امام ابو حنیفہ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے کہ "امام ابو حنیفہ نے تو شریعت کو الٹ دیا۔"

شاہ صاحب بھی تحفہ میں یہی تحریر کرتے ہیں۔
وارے نزد ابو حنیفہ بر پوست مد یوق کلب کہ رطوبت
آن باستعمال ادویہ و مصالحہ بالکلیتہ رفقہ باشد
جائز است، تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱ مطبوعہ فخر المطابع
(۲) واذا ذبح مکایون کل لحمہ طہر جلد ۱ و لحمہ سوی
آدم و اختاریہ۔ ہدایہ ص ۸۳ مطبوعہ کلکتہ

(۳) ذبی الخانیة فی معنی قولہ ابن اللہ لیسجل
شفاءکم فیما حرم علیکم کما سواد الہیجاری
ان ما فیہ شفاء لا یاس بہ کما یجمل الہیجاری
فی الضر و ما و کذا اختصارہ صاحب الہدایہ
فی التنجیس فقال لور عن فکتب الفاتحة بالد
علی جیہة وانفہ للشفاجان لا ینشفان
البول ایضا شرح ر و المختار جلد اول مطبوعہ
مصر ص ۱۲۶ و قول مطبوعہ دہلی و فتاویٰ قاضی خاں جلد ۴
ص ۲۶۳ مطبوعہ مصطفائی ۱۲۸۹ مصر

(۴) من تزوج امرأة لا یجوز لہ نکاحھا (رد المحتار)
فی طہیھا لا یجوز علیہ الحد عند ابی حنیفہ
فیغیرہ، ہدایہ ص ۲۹

اگرچہ اس قول سے امام صاحب مورد طعن و تشنیع ہو گئے، لیکن الفاروق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ کے موجد عمر ہیں اور آئمہ اربعہ نے انھیں کی تقلید کی ہے، چنانچہ اس فن میں شبلی صاحب نے حضرت عمر کی جو تعریف کی ہے وہ ذیل میں درج کی جا رہی ہے:

فقہ کا فن تمام تر حضرت عمر کا ساختہ و برداختہ ہے، اس فن کے متعلق ان کی قابلیت اور فضیلت کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا۔ مسند داری میں ہے، کہ حذیفہ بن الیمان نے کہا کہ فتویٰ دینا اس شخص کا کام ہے۔ جو امام ہو یا قرآن کے ناسخ و منسوخ جانتا ہو، لوگوں نے پوچھا ایسا کون شخص ہے؟ حذیفہ نے کہا، عمر بن الخطابؓ ہے، عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے کہ اگر تمام علم عرب کا ایک پلہ میں رکھا جائے اور حضرت عمر کا دوسرے پلہ میں تو عمر کا پلہ بھاری رہے گا، فقہ کے جس قدر سلسلے آج اسلام میں قائم ہیں، سب کا مرجع حضرت عمر کی ذات بابرکات ہے، الفاروق

حصہ دوم ص ۱۸۴

اگرچہ شمس العلماء اپنے ہر و ماہ فلک اسلام حضرت عمر فاروق کے علم کا پلہ کل عرب سے بھاری بتاتے ہیں مگر جناب خلیفہ صاحب موصوف کا معیار علم اور جناب شمس العلماء کی صدق بیانی خود حضرت عمر کے اس قول سے بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ جو کتب اہل سنت میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے جناب امیر شیخین کو اکثر امور شریعت میں غلطی کرنے سے روکا کرتے تھے، جو بتقاضاے شریعت ان سے سرزد ہو جایا کرتی تھیں، چنانچہ اکثر حضرت عمرؓ کو لایا گیا (یعنی اگر حضرت علی علیہ السلام کا وجود نہ ہوتا تو یقیناً عمر ہلاک ہو جاتا۔) اور اعدو بائیں من معضلہ لیس فیہا ابو الحسن، پناہ مانگتا ہوں اللہ سے ان مسائل و شواہد میں جن میں ابو الحسن نہ ہوں اور لا یتقانی اللہ بعدک یا علیؑ۔ اے علیؑ آپ کے بعد خدا مجھے زندہ نہ رکھے، فرمایا کرتے تھے، دیکھو ارجمت الطالب ص ۱۵۵، شمس العلماء رقمطراز ہیں۔

فقہ کے جس قدر مسائل حضرت عمر سے بہ وایت صحیحہ منقول ہیں، ان کی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے۔ اور ان تمام مسائل میں آئمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے حضرت عمر نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے جدید قاعدہ بکثرت وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں برخلاف اس کے امام شافعی نے یہاں تک گڑھے کہ ترتیب فوج تعین شعار تخصیص محاصل وغیرہ کے متعلق بھی

آنحضرت کے اقوال کو تشریحی جانتے ہیں اور حضرت عمر کے اقوال کی نسبت لکھتے ہیں کہ رسول کے قول کے سامنے کسی کے قول و فعل کی کچھ اہمیت نہیں۔ فقہ کی توسیع اور تمام ضروریات کے لئے اس کا کافی ہونا قیاس پر موقوف ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں ہیں اس لئے ضرور ہے کہ ان جزئیات کا فیصلہ کرنے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جائے، یہی ضرورت سے آئمہ اربعہ یعنی امام ابو حنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد حنبل سب قیاس کے قائل ہوئے ہیں۔ اور ان کے مسائل کا بڑا ماتہ قیاس ہے لیکن قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ عمر فاروق ہیں۔

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۲-۱۹۳) ۹۲

مشلی صاحب کا یہ ارشاد بھی ہے۔

”قرآن مجید اور احادیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں، یہ خدا و رسول کے

احکام کے خلاف ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں کوئی چیز فرود گذشت نہیں ہوئی۔

جس پر آیات الہی شاہد ہیں۔

پہلی آیت: ما فرطنا فی الکتاب من شیء ہم نے کتاب میں کچھ کمی نہیں کی

(پہلے سے انعام ۲۴)

دوسری آیت: لا یسئلنا فی کتابہ ہم نے کوئی رطب دیا بس اس کتاب میں متروک نہیں کیا۔

صہب ۵

تیسری آیت: قلیما ناکلی شیء

(قرآن میں ہر شے کا بیان ہے)

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کوئی کلی جنہ فی نہیں چھوڑا جو زبان مبارک سے نہ فرمایا ہو، بلکہ خود اس پر عمل کر کے بتا دیا۔ چنانچہ عیون اخبار الرضا میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگ علی العموم جاہل ہیں انہوں نے اپنے دین کے بارے میں دھوکا کھنا ہے اللہ نے اپنے نبی کو اس وقت تک نہیں اٹھا یا جب تک دین کو کامل نہیں کر دیا اور ان پر چور قرآن نازل نہ کر لیا جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال اور حدود و احکام اور ان سب چیزوں کو جن کی بابت کو ضرورت ہوتی ہے پورا پورا بیان فرما دیا ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ ما فرطنا فی الکتاب من شیء (مقبول ترجمہ صفحہ ۲۱)

شمس العلماء شبلی نعمانی نے جس قیاس کو مستحسن مانا ہے اس کی مذمت خود انھیں کے علماء کے قول سے ہوتی ہے کہ اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اور جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایک قوم ظاہر ہوگی جو مورفہ میں قیاس اور رائے کو دخل دے گی جس سے اسلام گویا منہدم ہو جائے گا اس کے متعلق کتب صحاح وغیرہ میں بہت روایات اور حدیثیں ہیں۔ بخند ان کے چند اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمسک اور عمل کے لئے قرآن و حدیث ہے اور بجز اس کے جو کچھ اختراع کیا جائے وہ محدثات اور بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔

عوف بن مالک اشجعی سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میری امت ستر فرقہ سے زیادہ متفرق ہوگی اور اس میں بدترین وہ فرقہ ہے جو قیاس کرے اور جس نے قیاس کیا اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا۔

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ایضاً ص ۵۲۵)

آگاہ ہو کہ آئمہ طاہرین رائے اور قیاس کو دین میں حرام جانتے تھے لہذا جب ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے جیسا کہ امام شعرانی نے لوائح الانوار میں بیان کیا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم قیاس سے کام لیتے ہو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدترین فتنہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو سورہ دین میں اپنی رائے سے قیاس کرے پس دین منہدم ہو جائے گا۔

اور وہ امام ابو حنیفہ وغیرہ اس لئے اصحاب الرائے کہلاتے کہ ان کی توجہ قیاس کی ترتیب استنباط کی طرف ہو گئی یہ لوگ

عنا جابر قال قال رسول الله صلعم اما بعد فان خير الهدى كتاب الله وخير الهدى محمد وشرا الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة

سواء مسلم (مشکوٰۃ شریف منقول از مجمع البحرین ص ۵۲۲)

وحدیث عوف بن مالک الا شمع عن النبي انه قال ستفترق امتي على بضع وسبعين فرقة اشرها على امتي قوم يقيسون الامور بامرائهم فيحلون الحرام ويحرمون الحلال

(سوم) فاعلم ان الامة الطاهرين يحرمون الراي والقياس ولهذا المادخل ابو حنیفہ علی جعفر ابن محمد علی ما حكاها الشعرانی فی اللوائح قال بلغني انك تقيس لا تقس فان اول من قال ابليس) در اسات البیاب ص ۳۳ ایضاً

(چہارم) کان الامام جعفر الصادق مرحمہ اللہ يقول من اعظم فتنه يكون على الامة قوم يقيسون في الامور بامرائهم فينهدم الاسلام بذلك

(مقدمہ ہدایہ از مولوی عبدالحی لکھنوی ایضاً ص ۵۲۵)

والتمايم واصحاب السات لان عنائهم بتحويل وجهد من القياس والمعنى المستنبط من

الاحکام وینار الحوادث علیہا وراہما یقدت
 القیاس الجلی علی احاد الاخبار وقد قال ابی
 حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہذا سرائی وهو
 حسن ما قدما علیہ (میل و نخل ص ۸۲)
 (ششم) وقال امام شترانی ان عدسہ ایحنیفہ
 فی کثرت القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحۃ
 فی زمنہ قال العلامة احمد بن عبد السلام
 فی کتاب رفع الملام بعد ماعہ جملہ
 من الاحادیث المتی لبعہ تبلیغ الخلفاء
 الاسرا لحدیث اشدین وبلغت غیر مصم
 من الصحابہ (دراسات الیب ص ۱۱۵)

بسا اوقات اپنے قیاس جلی کو حدیث و خبر واحد پر مقدم
 کرتے ہیں (پس رد کرنا حدیث رسول کا اور تخریح
 دینا اپنی رائے کو گویا شریعت رسول کو منسوخ کر دینا ہے)
 اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ میری رائے ہے اور وہ
 بہتر ہے کہ جس کو معین کیا ہم نے یعنی جو ہمارا خیال ہے ذہن
 اور امام شترانی نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے کثرت سے
 قیاس کرنے کا یہ سبب ہے کہ (مسائل میں) ان کو صحیح
 حدیثیں نہیں ملیں، علامہ احمد بن عبد السلام نے کتاب
 رفع الملام میں ان حدیثوں کو گن کر بتایا ہے کہ جو خود
 خلفائے راشدین تک نہیں پہنچیں اور دوسرے اصحاب
 کو نہیں۔

جناب مولانا مولوی مرزا محمد ہادی صاحب بی، لے ترجمان دارالترجمہ دولت آصفیہ نے ایک
 مفید رسالہ نصوص الحکم در بیان معنی اصول و اخبار تالیف فرمایا جس میں آیات و احادیث اور کتب
 اہل سنت کے حوالے سے بخوبی ثابت کیا ہے کہ امور دین میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہ اور اقوال
 ائمہ معصومین سے احکام حاصل کرنا چاہئے۔ جائز الخطا انسانوں کی رائے اور قیاس پر عمل کرنا حرام
 ہے، چنانچہ لکھتے ہیں اور کسی کا تو ذکر ہی کیا ہے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجز وحی کے
 فتویٰ نہ دیتے تھے۔

چنانچہ بخاری میں منقول ہے کہ جب حضرت سے کوئی بات دریافت کی جاتی تھی اور اس کے
 باب میں نزول وحی نہ ہوتا تھا تو آپ وحی کا انتظار فرماتے تھے، ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت
 سے روح کے باب میں سوال کیا گیا تو آپ نے سکوت فرمایا جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی، قل
 الروح من امر ربی (کہہ دو روح میرے خدا کا حکم ہے) اسی طرح حضرت جابر سے روایت ہے کہ
 وہ بیمار ہوئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے تھے حضرت ابو بلتر
 بھی بیمار تھے، حضرت جابر غس میں پڑے تھے، آنحضرت نے وضو کیا، اور آب و خنواں پر ڈالیا، حضرت
 جابر ہوش میں آگئے، حضرت جابر نے دریافت کیا کہ میں اپنے مال کو اپنے داروں میں کس طرح تقسیم

کہ: "پس آنحضرت نے حضرت جابر کو کوئی جواب نہیں دیا، جب تک کہ آیت میراث نازل نہ ہوئی۔ قرآن مجید میں "تقدیر آیتیں قیاس اور ظن کی مذمت میں موجود ہیں، منجملہ ان کے یہ ہیں۔

(۱) لا تقف ما ليس لك به علم، پ ۱۰، سورہ ابراہیم۔

جس بات کا تجھے علم نہیں اس کی پیروی نہ کر۔

(۲) وما يتبع أكثرهم الا طغوات الظن لا يعقبون

اور ان میں سے اکثر تو لوگوں اپنے گمان پر چلتے ہیں (حالانکہ)

گمان یقین کے مقابلہ میں ہرگز کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

ان من شذبتا، پ ۱۱۔ سورہ یونس۔

(۳) ما لهم به من علم الا اتباع الظن، پ ۱۱، سورہ نساء

انہیں کسی چیز کی خبری نہیں مگر اٹل کے چھوے (پڑے)

ہیں تم ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو تم

(۴) قل هل عندكم من علم فتخرجوا لنا ان يتبعوا

ہمیں نکال کر دکھاؤ تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے

الا الظن وان انتم الا تخرون، پ ۸

ہو اور تم کچھ نہیں ہو مگر اٹل پچھ پاتیں جاتے ہو۔

سورہ انعام۔

(۵) يا ايها الذين امنوا اجتنبوا من الظن ان

اے ایمان والے! اولوں پر ہنر کر دو گمان سے بے شک، بعض

بعض الظن اثم۔ پ ۲۶، سورہ الحجرات ۲

گمان گناہ ہے۔

(۶) ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس

یہ لوگ گمان اور خودیش (نفس) کی پیروی کرتے ہیں، اور

واذا جاءهم من ربهم الهدى۔ پ ۲، سورہ نجم

بتحقيق ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت

آجکی ہے۔

غرض خدا و رسول نے ہم کو علم و یقین حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اور ظن و قیاس پر عمل کرنے

سے منع فرمایا ہے۔ مگر بقول شبلی نعمانی صاحب فلکنا اسلام کے ہر وہ ماہ حضرت عمر نے ظن و قیاس کا

طریقہ جاری کیا، اور تمام مسائل میں ائمہ اربعہ نے ان کی تقلید کی ہے، منجملہ ائمہ اربعہ کے جناب امام اعظم

ابو حنیفہ نے اس طریقہ کو کمال عروج پر پہنچا دیا جس کی وجہ سے اجتہاد کا مرتبہ پایا۔ اور اس قدر فرغ

حاصل کیا کہ دوسرے ائمہ کی شہرت کے چراغ ٹٹولنے لگے، ان کے شہرہ آفاق ہونے کے متعلق جناب

نواب مولوی سید امجداد امام صاحب اپنی قابل قدر کتاب "مصباح الظلم" میں حالات تحریر فرماتے،

ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔

"امام صاحب نے اپنے اجتہادات میں قیاس کو زیادہ دخل دیا ہے جس کی وجہ سے

یہ ہے کہ بقول امام غزالی آپ کو علم حدیث میں بہت کم دخل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ

آپ نے کوئی کتاب علم فقہ میں تصنیف نہیں فرمائی، یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام

جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ امام علیہ السلام کے

مخالف تھے اگرچہ امام صاحب دین سال امام علیہ السلام کے پیدے پیدا ہوئے تھے اور وفات بھی امام علیہ السلام کے دو تین سال بعد ہوئی ہے۔ گویا پورا زمانہ حیات آپ کا امام علیہ السلام کے ساتھ گزرا ہے مگر کسی طرح کی ارادت امام برحق کے ساتھ نہیں رکھتے تھے بلکہ مد مقابل کی حیثیت سے امام برحق کا مقابلہ کیا کرتے تھے آپ کے فروغ کی وجہ یہ ہوئی کہ منصور خلیفہ وقت کو جناب امام علیہ السلام سے بی عناد تھا۔ یہاں تک کہ امام عالی مقام مسموم ہو کر شہید ہوئے۔ منصور نے امام اعظم صاحب کے اجتہادات اناج کرنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی، چنانچہ جو کوئی امام برحق علیہ السلام سے کسی مسئلہ کو دریافت کرتا... تو خلیفہ مذکور ایک اشرفی جرمانہ کرتا تھا۔ بخلاف اسکے جو کوئی امام اعظم کی طرف رجوع ہوتا تو اس کو ایک اشرفی انعام دیتا تھا۔ امام اعظم صاحب کے دربار خلافت میں رسائی ہونے کی سبب یہ ہے کہ جب آپ خلیفہ وقت کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس نے پوچھا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا ہے، آپ نے جواب دیا، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس کے ذریعہ سے اور آخر میں فرمایا کہ ابن عباس اپنے عہد میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے منصور اس فقرے سے پھر کٹا تھا۔ آخر امام صاحب کے مذہب کو روز بروز نمایاں ہوتی نصیب ہوتی رہی، امام صاحب پہلی ہی حاضری میں خلیفہ وقت کو اپنا مرید بنا لینا آپ کی کمال ہوشیاری و دانائی پر دلالت کرتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے آپ کی عظمت اور منزلت قائم کرنے کیلئے احادیث فیضت بھی وضع کی گئیں جیسا کہ ہدایہ کے مقدمہ میں مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

قال النبی صلعم ان آدمہ افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی
اسمہ نعمان وکتیة ابو حنیفہ فهو سراج امتی و
سادی ایضا۔ قال النبی صلعم ان سائر الانبیاء
یفتخرون بی وانا افتخر بانی حنیفہ من احبہ فقد
اجتبی ومن ابغضہ فقد ابغضی، وقال ابن الجوزی
ان هذه الاخبار موضوعة واتفق معہ الحافظ
الذہبی والحافظ السیوطی والحافظ ابن حجر
عسقلانی

شیخ قاسم الحنفی، (منقول از مجمع البحرین ص ۵۳) مجھ سے بغض رکھا، مگر ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گڑھی ہوئی ہیں۔ حافظ ذہبی، حافظ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ قاسم حنفی ان سب محدثین نے ابن جوزی کے ساتھ اتفاق کیا ہے (یعنی ان کے نزدیک بھی یہ حدیثیں وضعی ہیں)

خلاصہ یہ کہ جو فریق کتاب اور سنت سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرے، باری تعالیٰ کو ظالم سمجھے، خطا کو اس کی ذات پاک کی طرف منسوب کرے، خلافت کے لئے اپنا انتخاب مستحسن اور موجب امن و امان بتائے، خدا کے حکیم و حکیم کے انتخاب کو برا اور باعث فتنہ ٹھہرائے، ہر کس و تا کس کو دہا

نبی قرار دے، پیغمبر خدا کے اقوال و احکام میں تفریق کرے جن کے لئے خدا کا ارشاد ہے: "وما ينطق عن الهوى ان هو الا صواب لا وحى ولا حى" (یعنی بغیر وحی کے اپنی خواہش نفس سے پیغمبر کلام ہی نہیں کرتا) اور اس نور خدا اور بادی دین کو بعثت سے پہلے گمراہ بتائے، اس محرم اسرار الہی کی تجویز پر اپنے خلفاء کی رائے کو ترجیح دے۔ آیات عتاب امیر کا مصداق (معاذ اللہ) رسول اللہ کو قرار دے، خلاف رائے رسول اللہ

حضرت عمر کی رائے کے موافق نزول وحی کا معتقد ہو، خدا کی جسمائیت اور رویت کا قائل، کتے کی کھال پر اور اس کو گود میں لے کر نماز پڑھنا جائز، قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنی رائے و قیاس کو دخل دیکر حرام کو حلال، اور حلال کو حرام بتائے، تو کیا ان اختلافات عظیم کے باوجود بھی مذہب اہلسنت اور مذہب امامیہ میں فقط ایک مسئلہ فضیلت صحابہ ہی کا اختلاف ہے؟ کیا انھیں اصول و فروع پر مصداق

تبریکس تہذیب نام زندگی کا قور" آپ نے مذہب اہلسنت کو مطابق کلام الہی و احادیث رسالت بنا ہی کے سچا پایا۔ میں تفاوت رہ از کجاست تا یہ کجا۔ اب ہم ان مسائل سے قطع نظر کر کے مسئلہ فضیلت صحابہ کی طرف جس کو آپ نے اختلافی قرار دیا ہے رجوع کرتے ہیں۔ آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے

"ہر عقیدے کی تحقیق اور ہر اعتقادی مسئلہ کی تطبیق کتاب اللہ اور حدیث رسول سے کرنا ضروری ہے" تو یہ تحریر فرمائیے کہ آپ نے کس کتاب خدا، اور کس حدیث رسول اللہ سے مسئلہ فضیلت صحابہ کی تحقیق کر کے ان دونوں مذاہب کی حقیقت و بطلان کا انحصار اس پر کیا ہے یہ تو اہلسنت کی "ایجابندہ" ہے۔ انھوں نے برخلاف احکام خدا و رسول، ہادی برحق کو چھوڑ کر صحابہ کو اپنا خلیفہ و پیشوا بنایا۔ ورنہ خدا و رسول نے تو امور دین اور احکام شریعت میں کہیں بھی ان کا حوالہ نہیں دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ان ہی الا اسماء مهمیتوھا انتم و اباؤکم
ما انزل اللہ بھا من سلطان ط ان یتبعون
الا الظن و ما تھوی الا النفس و لقد جاءهم
من ربہم الھدی۔ پ ۲۔ سورہ النجم۔

پس اگر صحابہ اچھے ہیں تو اصحاب الجنۃ ہیں۔ اور برے تھے تو اصحاب النار ہیں۔ نبش ہم بعد اب الیم، میں ہیں۔ لیکن ان کی فضیلت سے مذہب اہلسنت و الجماعت کی سچائی یا ان کی منقصت سے مذہب امامیہ کے جھوٹے کو کیا علاقہ۔ سنت، ارشاد ہوتا ہے۔

تلك امة قد خلت لھا ما کتبت و اکسر ما کسبتہم
ولا تسئلون عما كانوا یعملون" پ ۱۔ سورہ بقرہ

یہ لوگ (اپنے وقت میں) ہو گئے جو انھوں نے کیا وہ ان کے لئے اور جو تم نے کیا وہ تمہارے لئے اور جو کچھ وہ کر گئے تم سے ان کے لئے

یقین طلب مسئلہ تو یہ ہے کہ رحلت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کا ہادی و مقتدا منصوص من اللہ ہے؟ کس کی اطاعت اور پردی خدا نے ہم پر واجب کی ہے۔ کس کی مودت و محبت دلیل صداقت ہے اور کس کی مودت دلیل کفر و نفاق ہے۔ پس جس مسئلہ پر نہ صرف ان دونوں بلکہ کل مذاہب کی حقیقت یا بطلان میں امتیاز ہے۔ وہ مسئلہ تمسک بالثقلین یعنی قرآن اور عترت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متمسک ہونا ہے۔ بلکہ فضیلت صحابہ نہیں ہے۔ پس اگر موافق مذاہب امامیہ قرآن و عترت کا منقصر ض الطاعت ہونا ثابت ہو گیا۔

شبیہہ شیعوں کا مذاہب حق اور سنیوں کا مذاہب باطل اور اگر بخلاف اس کے نعوذ باللہ معلوم ہوا تو سنیوں کا بچا اور شیعوں کا مذاہب جھوٹا۔ لہذا پہلے ہم اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں پھر آپ کی خلافت راشدہ کو مان کر لیں گے، پھر مطاعن صحابہ پر علماء اہلسنت نے جو پردہ پوشی کی ہے اس کی پردہ دری کریں گے۔ یقین ہے کہ پیغمبر اسلام نے اپنی تمام امت کو قرآن اور اہلبیت اطہار سے تمسک و اتباع کا حکم دیا ہے۔ نہ کہ قرآن صحابہ سے۔ ملاحظہ ہوں ارشادات نبویؐ۔

قال رسول الله اني تارك فيكم الثقلين
 اب الله وعترتي اهليتي ان تمسكتم
 بالتي تصلوا بعدى وانها لن يفترقا
 دعا على الجحش

جناب رسول خدا نے فرمایا، میں تم میں مذہبی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب دوسری میری عترت اہلبیت، اگر ان دونوں سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور اگر گمراہ نہ ہو گے تو میرے بعد نہ ہونگے جب تک کہ میرا پس من کو تم پہنچے۔

جناب رسول خدا نے فرمایا، میرے اہلبیت، کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف اور ہارہ نغرق ہوا اور ہلاک ہوا۔

قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 لبیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن
 لفق عنها غرق وھوی

یہ وہ معتبر احادیث مسلمہ فریقین ہیں جن کی خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی نہ صرف تصدیق فرمائی ہے، بلکہ منکر حدیث ثقلین کو بظاہر از اسلام اور گمراہ بتایا ہے۔ اور جو مذاہب ان دونوں عظیم القدر چیزوں خلاف ہو اس کو غیر معتبر اور جھوٹا ٹھہرایا ہے، ملاحظہ ہوں ان کا بیان۔

یقین کیجئے کہ باتفاق شیعہ سنی یہ حدیث ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو گنہگاروں کو چھوڑے جاتا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک ہو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ایک دوسرے سے ہندوگ نہ ہو گے ایک خدا کی کتاب اور دوسری میری عترت میرے اہلبیت ہیں

روایت کہ باتفاق شیعہ سنی اس حدیث ثابت است
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انی تارک فیکم الثقلین ابان
 لکم یہاں تصلوا بعدی احدیہما عظم من الاخر
 اب اللہ وعترتی اہلیتی۔ پس معلوم شد کہ درمقدمہ
 واجام شری مار پیغمبر جو الہ باین دو چیز عظیم القدر

فرمود اہست پس نہ ہے کہ مخالفت این دو باشد در امور
شرعیہ عقیدہ و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار این
دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است

تفہ اثناعشریہ ص ۱۳۹ مطبوعہ فخر المطال

پس معلوم ہوا کہ دینی مقدمات اور شرعی احکام میں بغیر خدا
ہم کو ان دونوں عظیم القدر چیزوں کے حوالہ فرمایا ہے، پس
نہیں ان دونوں چیزوں کے خلاف ہو گا وہ احکام شریعت
میں عقیدہ اور عملاً باطل اور غیر معتبر ہے اور جو کوئی ان دونوں
عظیم القدر چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے

جناب شاہ صاحب کی اس تصریح و تشریح سے نہ صرف مسئلہ فضیلت صحابہ پا اور ہوا، بلکہ خود صحابہ کا تمام
سے افضل اور ایمان و اسلام میں کامل ہونیکے بجائے انکا صراط مستقیم سے پھر جانا ثابت ہوا، کیونکہ جناب رسول خدا نے
ہی سے مخاطب ہو کر اتنی تبارک حکیم النفس کتاب اللہ و عترتی ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہی تو لفظ "فیکم" ہے جس میں قیامت
تمام امت داخل ہے مگر انیسویں ہے کہ ان صحابہ نے دنیا کی محبت میں اپنے پیغمبر کے اس فرمان کا مطلق لحاظ نہیں کیا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت وفات گمراہی سے بچانے کیلئے جب ارشاد فرمایا تھا۔

ایتونی بدوات و قرطاس لکھ کتابین تضرعاً یعنی تم دو ت اور کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک شے لکھ دوں تاکہ تم
تو صحابہ نے اس حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ اس ارشاد کو نہ بیان سے تعبیر کیا۔ اور اپنے پیغمبر کو یہ جواب دیا کہ حسبنا کتاب اللہ
ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے) پس محض حسبنا کتاب اللہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جناب خلیفہ صاحب محمد
بمحلہ ان دو گر القدر چیزوں کے عترت رسول اللہ سے آنحضرت کی زندگی ہی میں سنت بزرگ ہو گئے تھے اور فیصلہ کر
تھے کہ ہم کو ان کی اطاعت و متابعت کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اپنی رائے پر عمل کیا، اور آنحضرت کی وفات کے
مسند شریعت پر امت کے حاکم بن بیٹھے اور عترت رسول کو اپنا محکوم و تابع سمجھنے لگے، یہی نہیں بلکہ طرح طرح
ریج دینے لگے۔ (جسکی تفصیل انشاء اللہ آئندہ آئے گی) اب ہی کتاب خدا اسکے ساتھ ہی یہ کیا گیا کہ احکام الہی
اپنے قیاس و رائے کو نخل دیکر حلال کو حرام، اور حرام کو حلال کر دیا جیسا کہ کتاب اہل سنت میں مذکور ہے، متعجب
اور متعجب النساء جو جناب سالتما اب کے زمانہ میں حلال تھے انکو اپنی رائے سے منسوخ کر دیا۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ
میں ہوگی، اس جگہ دو ایک روایتیں پیش کی جا رہی ہیں۔

اقال عطاء قد جابر بن عبد اللہ معتمر اجماعاً
فی منزل یسألہ القوم من اشیائهم ذک المتعہ
فقال نعم استمتعنا عهد رسول اللہ اوائی کرم عمر۔
مسلم ص ۵۴

عطاء کہتے ہیں کہ جابر عبد اللہ، عمرہ کی غرض سے (مکہ آئے
پس ہم انکی قیام گاہ پر آئے، تو کچھ لوگوں نے ان سے چند چیزیں
بارے میں سوال کیا، پھر متعہ کا ذکر کیا، جابر بن عبد اللہ
کہا، ہاں ہم نے رسول اور ابو بکر اور عمر کے (ابتدائی) زمانہ
ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمر کو یہ کہتے سنا کہ
قسم کو متعہ سے روکتا ہوں، باوجودیکہ کتاب اللہ
ہے اور رسول اللہ نے بھی اسکو کیا، یعنی عمرہ حج کے

(۲) عن ابی عباس سمعت عمر یقول اللہ انی لانہا کم اللہ
عن المتعہ وانہا لفی کتاب اللہ ولقد فعماہار رسول
یعنی العمرة بالحج باب المتعہ من کتاب سنن الحج ص ۱۳۹

اولیات عمر کا بیان، عسکری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمر نے اپنا نام امیر المؤمنین رکھا۔ سب سے پہلے انھوں نے تاریخ کی ابتداء ہجرت سے کی، سب سے پہلے انھوں نے بیت المال قائم کیا، سب سے پہلے انھوں نے تراویح کی سنت قائم کی، رات کو چھپ کر گشت لگانے کی ابتداء عمر ہی نے کی سب سے پہلے سچ کرنے والے کی سزا عمر نے کی، سب سے پہلے شراب پینے پر انہی کو ڈسے کی حد عمر نے جاری کی، سب سے پہلے متعہ کو عمر نے حرام کیا۔ ام ولد کی بیع کو عمر ہی نے سب سے پہلے روکا، اور سب سے پہلے عمر ہی نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر لوگوں کو متفق کیا۔

(۳) فصل فی اولیات عمر قال العسکری هو اول من سمی امیر المؤمنین واول من کتب التاریخ من الهجرة واول من اتخذ بیت المال واول من سن قیام شهر رمضان واول من عیش باللیل واول من عاقب علی الجہاء واول من ضرب فی الحزب ثمانین جلدۃ واول من حرم المتعہ واول من نہی عن بیع امہات الاولاد واول من جمع الناس فی صلوٰۃ الجنازۃ علی السبعۃ تکبیرات (الحی اخرۃ) تاریخ الخلفاء سیوطی

اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن کو طول کے خوف سے ترک کرتے ہیں، اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ایسا کرنے والوں کا انجام کیا ہے، اور خدا کا ارشاد کیا ہے، ملاحظہ ہو۔

اے ایماندارو! جو چیزیں تمہارے لئے خدا نے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام نہ کرو، اور حد سے زیادہ نہ بڑھو۔ کیونکہ خدا حد سے زیادہ بڑھتے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جب خدا اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن اور مومنہ کو ان کے کسی معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔

(۱) یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین، پک سورۃ مائدہ ۱۲۷ (۲) ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لہم الخیرۃ من امر شئہم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل صلاکہ صبیحنا

اب دو ایک حدیثیں بخاری شریف کی بھی ملاحظہ فرمائیے،

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا جس نے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ مردود ہے۔

(۱) عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلعم من احدث فی امرنا لیس مننا فهو مردود بخاری جلد چہارم ص ۷۷

جس وقت عامل یا حاکم، اجتہاد کرے، اور بغیر علم کے حکم رسول کے خلاف غلطی کرے تو اس کا حکم مردود ہے۔

(۲) اذا اجتہد العامل والمحاکم فاطعاً خلا الرسول من غیر علم فحکمہ مردود

يقول النبي من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو مردود " بخاری جلد ۴ ص ۱۷۷
 نیز آنحضرت فرماتے ہیں، جو شخص کوئی عمل کرے اور ہم نے اسے بارے میں حکم نہ دیا ہو وہ عمل ناقابل قبول ہو۔

غرض جن اصحاب نے حدیث ثقلین کو بالائے طاق رکھ کر احکام الہی میں اپنی رائے کو دخل دیا اور عترت رسول کو چھوڑ بیٹھے، ان پر "فقد ضل ضللاً لا یبصر" اور ارشاد نبوی "عرق و ہوی" صادق آتا ہے جس کی تصریح شاہ صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ہر کہ انکار میں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین است " جو شخص ان دونوں (قرآن و عترت) بزرگ چیزوں سے انکار کرے وہ گمراہ اور دین سے خارج ہے۔

اور یہ قول مسلم ہے کہ "او خویشتر گم است کما رہبری کند" اس صورت میں حد سے زیادہ حیرت کی بات ہے کہ آپ اکتیس حضرات کی فضیلت و خلافت پر مذہب اہل سنت و الجماعت کو سچا بتائیں جن کا ابطال بقول شاہ صاحب ثابت ہے۔

مذہب ہے کہ مخالف میں دو باشد در امور شرعیہ شرع میں بروئے اعتقاد اور عمل باطل اور ناقابل اعتبار ہے۔ عقیدہ و عملاً باطل و نامعتبر است۔

یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جس طرح اصحاب نے اہلبیت اطہار کو چھوڑ دیا تھا، اسی طرح اہلسنت بھی ان کی پردی میں اہل بیت کو چھوڑے ہوئے ہیں، اور ایسے بھولے ہوئے ہیں کہ ان میں سے اکثر افراد کو اہلبیت اطہار کے اسماء مبارکہ تک بھی یاد نہیں، ہاں زبان سے تو لائے اہلبیت کا دعویٰ اور کچھ کر کے مندرجہ ذیل آیت کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

"يقولون بافوا هم ما ليس في قلوبهم" وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں

یہی وجہ ہے کہ عملاً اور قولاً کسی طرح بھی مودت اہل بیت ان سے ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مخالفت

پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک "صلوٰۃ" ہی میں امتحان کر لیجئے کہ بقول امام فخر الدین رازی اور دوسرے

علماء کبار اہل بیت اطہار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صلوٰۃ میں شریک ہیں، اور جو مسلمان

میں تشریب اللہ صل علی محمد کے ساتھ آل محمد "نہ کہے تو اس کی نماز ہی باطل ہے، یہی تو امام

شافعی صاحب بھی فرماتے ہیں "من لم يصل عليك ولا صلوة له" یعنی جو شخص اہل

محمد تم پر صلوات نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، اس کے باوجود تمام اہل سنت نے "باستثناء" آل محمد کا لفظ اپنی تحریر و تقریر سے بالکل خارج کر دیا، مگر افسوس کہ خدکے علیم و حکیم اپنے جس

امامت و خلافت پر دین اسلام کو مکمل کرے جس کو خدا کا رسول اپنے بعد تمام امت پر خلیفہ اور ہادی مقرر کر کے اعلان عام کر جائے۔ امت اس کی یہ منزلت کرے کہ بجائے پیروی و اطاعت کے ظن کرے کہ حضرت علیؑ سے دین خدا کا کام اچھی طرح انجام نہیں پاسکا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں۔

اہل اسلام زیادہ تر مالکی، حنفی، حنبلی، شافعی ہیں۔ اور ان کا مذہب فاروق کے اجماعی مسائل پر مبنی ہے اور حضرت مرتضیٰ کے آثار پر بجز چند مسائل کے اسلامی فتح واقع نہیں ہوئی اور فنون شرعی میں سے کوئی فن، کلی طور پر آثار مرتضوی پر موجود نہیں ہے، اور ان کے ہاتھوں خلافت کے انتظام منظم نہیں ہو سکا۔“

”اکثر اہل اسلام مالکیان، حنفیان و حنبلیان شافعیان اند اصل مذہب ایشان معتدست بر مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل بہ آثار مرتضیٰ فتح اسلام واقع نہ شد، و در پیچ فتنہ از فنون شرعی ہر اداری بہ آثار مرتضوی نیامدہ و بہ دست ایشان خلافت منظم نہ گشت“ قرۃ العین موصوف ہی اپنے رسالہ تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں۔

چاروں مذہب کے اہم مسائل حضرت مرتضیٰ کے آثار پر نہیں ہیں، بلکہ عمر بن خطاب کے اجماعیات اور ابن مسعود کے فتوے پر ہیں۔

”جماعت مذہب اربعہ اہل سنت بہ آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بہ اجماعیات عمر بن خطاب و قتادہ و ابن مسعود است۔“

شاہ صاحب موصوف نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ”باب مذہب العلم“ کے اوپر اس طرح

کا ناز و احمقہ کہ بیٹھے۔“

مسئلہ فقہ میں حضرت مرتضیٰ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ جو بہت کم آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے اس کے باوجود ہمارے مذہب (اہل سنت) میں ان سے پانچ ہزار حدیثیں روایت کی گئی ہیں، اور حضرت مرتضیٰ آنحضرتؐ کے ساتھ دائمی صحبت رکھنے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہونے کے باوجود اور ارشادات نبویؐ کو محفوظ رکھنے اور صدیق و نازوق سے حدیث سننے کے انضمام ہونے کے ساتھ۔ نیز بہت سی اپنی سنی ہوئی حدیثیں، اور ان کے لئے روایت کرنے سے کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی، یعنی آنحضرتؐ کے بعد ان کو

”از حضرت مرتضیٰ در مسئلہ فقہ غلط واقع شد از عجائبات است کہ مثل ابو ہریرہ کہ صحبت او با حضرت قلیل است در مذہب ما پنج ہزار حدیث روایت کردہ اند و حضرت مرتضیٰ با وجود صحبت دائمہ و کمال فقہارت و تمام حفظ و انضمام استماع از صدیق و فاروق بسیارے از حدیث ہا مسموعات نوش و عدم مانع از روایت کہ عبارت از قلت بقا است بعد آنحضرتؐ چنانچہ در صدیق بودہ است بلاشبہ تنہا در امور فاس، چنانچہ در فاروق

بودہ ست، یا قلت اشغال در مسائل فقیہہ، چنانچہ در ظلمہ وزبیر بود مدنی در ازہ در مدینہ باشد و روایت نہ نکتہ مردمان از دے حدیث و یاد نگیرند ازہ و بیچ مسئلہ باز در کوفہ چون روایت کند حدیث او تا پانصد نہ رسد، و آن نیز مختل گردد بشرط صحت نہ رسد الاقلیلے (تفصیل الشیخین) ہاں جب کوفہ پہنچے تو حدیث بیان کرنا شروع کیا پھر بھی آپ کی روایت کی تعداد پانچ سو تک بھی نہیں پہنچی، اور وہ بھی کمزور اور ناقابل اعتبار جو صحت کی شرائط پر پوری نہیں اترتیں سو اے چند حدیثوں کے اسی طرح یہ لوگ آئمہ ظاہرین علیہم السلام کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ان کو خاطر سمجھتے ہیں جیسا کہ مولوی عبدالعلی صاحب شرح مسلم میں تحریر کرتے ہیں۔

”اجماع اهل البيت ليس بحجة خلافاً للشيعة فانهم قد يصيبون وقد يحطون ويحيون عليهم الذلة وهي وقوعهم في الذنوب من غير تعمد كما وقع من سيدتنا النساء من هجرانها خليفة رسول الله حين منعها ذلك“
یعنی اہلبیت کا اجماع حجت نہیں ہے، برخلاف شیعہ کے کہ ان کے نزدیک حجت ہے) کیونکہ اہلبیت کبھی خطا کرتے ہیں اور کبھی صواب، ان سے لغزش ہونا درست، غیر ارادی طور پر ان سے گناہ واقع ہو جاتا ہے، جیسے جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے، کہ انھوں نے رسول کے خلیفہ (ابوبکر) سے بولنا ہی چھوڑ دیا، جبکہ ابوبکر نے ان سے فدک چھین لیا۔“

اسی طرح ذہبی نے کتاب معنی میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو چھول الحال، اور ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لم یخرج بہ البخاری (امام بخاری نے ان سے کوئی حدیث نہیں لی نیز میزان الاعتدال میں بھی ہے۔

لم یخرج بہ البخاری وقال یحیی بن سعید القطان شیخ البخاری اجد فی نفسی منہ شیئاً وکام مالک لا یروی عن جعفر حتی یضمہ الی احد، بخاری نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی حدیث

عہ پیش نظر کتاب میں خط کشیدہ الفاظ کی جگہ یہ جملہ ہے۔ ”فی امر غیر مناسب“

۱۲ عالمہ حیدری

نہیں لیا، یحییٰ بن سعید قطان شیخ بخاری کا بیان ہے کہ ہم اپنے دل میں آنجناب سے کچھ خلش پاتے ہیں اور امام مالک آنجناب سے کوئی روایت نہیں کرتے تھے، جب تک آپ کے ساتھ کسی اور راوی کو شریک نہیں کر لیتے تھے، جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو عقلمندی نے ضعیف لوگوں میں شمار کیا ہے، اور کہا ہے کہ حدیث غیر محفوظ، یعنی ان حضرات کی حدیث محفوظ نہیں ہے۔ (یعنی صحیح نہیں ہے) اور جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔ قال ابو الحسن الدارقطنی اخبرنی ابن حبان فی کتابہ فقال علی بن موسی الرضا یروی عن ابیہ عجائب یہم وینحطی، یعنی وار قطنی نے روایت کی ہے کہ ابن حبان نے اپنی کتاب میں مجھے خبر دی کہ علی بن موسیٰ الرضا اپنے باپ سے عجیب عجیب باتیں وہم و خفا کی بیان کرتے ہیں۔ اور امام حسن عسکری کے بارے میں رحمۃ اللہ سندی نے مختصر تہذیب الشریعت میں لکھا ہے۔ لیس شیء یعنی (معاذ اللہ) وہ حضرت کوئی چیز نہیں ہیں۔

ابن تیمیہ، منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔

فان علماء المعروفین بالروایۃ الذین کانوا فی زمن هذا الحسن العسکری لیس لهم عنده رواۃ مشہورۃ فی کتب اهل العلم شیوخ اهل کتب السند البخاری و مسلم و ابی داؤد و الترمذی و نسائی و ابن ماجہ کانوا موجودین فی ذلک الزمان قبلہ و بعدہ وقد جمع الحافظ ابو القاسم بن عساکر شیوخ الکل من شیوخ هؤلاء الائمة۔ فلیس من هؤلاء الائمة من راوی عن الحسن العسکری مع روايتهم من الوف مولفة اهل الحدیث

علم حدیث کے مشہور علماء امام حسن عسکری کے زمانہ میں موجود تھے مگر انہوں نے امام حسن عسکری سے کوئی مشہور روایت بھی اہل علم کی کتابوں میں نہیں درج کیا، شیوخ اہل کتب سند بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ یہ سب امام حسن عسکری کے زمانہ میں اور ان کے پہلے اور بعد موجود تھے۔ نیز حافظ ابو القاسم ابن عساکر نے مذکورہ تمام ائمہ حدیث کے مشائخ کے اسماء کو لکھا، مگر ان میں سے کسی امام نے بھی امام عسکری سے روایت نہیں کیا، حالانکہ انہوں نے ہزاروں راویوں سے روایتیں لی ہیں۔

منقول از تہذیب بخاری حصہ دوم ص ۶۶

اسی طرح امام فخر الدین رازی نہایت العقول میں لکھتے ہیں۔

والعجب انہم یزعمون فی التقی والتقی والحسن بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ شیوخ گمان کرتے ہیں کہ امام

العسکری انہم کافی اعالمین بجمیع المسائل
الاصولیة والفرعیة وجمہا وتفصیلتھا مع
التہد کافئانی نرا مان خواص العلماء فی اصناف
العلوم وکثرة تصانیفہم مع ذلک لمد نظرہم
من احد منہم شیء من العلوم الا القلیل ولا
اکثر ولا مد نظرہم واصنافہم ولا تکلموا فی شیء
من المسائل مع المخالفین ولا مد نظرہم منہم
تصنیف تنفع بہ کما ینظرہم من الشافعی و
محمد بن الحسن من الفقہاء والمتکلمین و
المجتہدین

تقی علیہ السلام و امام تقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام
تمام اصولی و فرعی مسائل کے جاننے والے تھے اور ان کے اجمال اور
تفصیل سے بھی واقف تھے، اس کے باوجود یہ حضرات ایسے زمانہ
میں تھے کہ اس وقت ہر علم کے علماء وجود تھے اور ان علماء کی ہستی نہ مانتے تھے۔

پھر بھی مذکورہ تینوں امام سے کوئی علم کی بات ظاہر نہیں
ہوئی۔ نہ کم اور نہ زیادہ۔ اور نہ کبھی یہ حضرات اہل علم کی صحبتوں
میں آکر بیٹھے۔ اور نہ مخالفین سے کبھی کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کی، اور
نہ ان حضرات سے کوئی تصنیف ظاہر ہوئی جس سے لوگ نفع
اٹھاتے، جیسے امام شافعی اور محمد بن الحسن اور دوسرے فقہاء
متکلمین و مجتہدین سے تصانیف وجود میں آئیں۔

اب سنئے، اگر آپ حضرات کتب اہل سنت کو غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ صحیح بخاری
سنن ابی داؤد، سنن نسائی، وابن ماجہ وغیرہ کی اکثر روایتیں خارجیوں کی روایتوں سے مزین ہیں۔
مثلاً حصین بن نمیر جس نے شہزادہ علی اکبر شہیدؑ پر بغیر کو نیزہ مار کر شہید کیا تھا، شہزادہ جس نے
آٹھ ہزار شیعوں کو قتل کرایا، شہزادہ بن بلوی جو معرکہ کربلا میں سپاہ شام کا سپہ سالار تھا، جس نے
امام حسین علیہ السلام کو نیزہ و شمشیر سے صدمات پہنچائے تھے، شمر ذی الجوشنؑ جس کی شقاوت
اظہار میں الشمس ہے۔ ابن سعد، مروان بن حکم طرید رسولؐ وغیرہ۔ بخاری کے روایت میں داخل ہیں۔ غور سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میری آل سے متمسک رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے
اور آپ کے علماء، ناصبیوں، خارجیوں سے حدیثیں، روایتیں لیں، اور آل رسولؐ جو تمام امت
کے ہادی و پیشوا ہیں ان کی حدیث پر اعتبار نہ کریں اسپر ان کتابوں کو خدا کی کتاب سے بڑھ کر سمجھا
جائے۔ اس روشی میں تو ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ تمہارا اصلی مدعا یہ ہے کہ آل رسولؐ کا نام صفحہ
ہستی سے مٹ جائے، چنانچہ تحریر و تقریر سے تو آل کے لفظ مٹا ہی چکے ہو، یعنی صرف "صلی اللہ علیہ وسلم"
اور صرف "صلی علی رسولہ الکریم" کہتے اور لکھتے ہو، البتہ حدیث ثقلین میں لفظ آل باقی ہے، مگر اب اس
کو بھی مٹانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک کتاب "تاریخ الامم حصہ اول سیرۃ الرسولؐ"
مصنفہ حافظ مولوی اسلم صاحب جیراج پوری استاد تاریخ اسلام جامعہ اسلامیہ، مطبوعہ
علی گڑھ شائع ہوئی ہے جس کے صفحہ ۱۲۷ پر کچھ سرسری طور پر جناب رسول خداؐ کے اس خطبہ کا ذکر کر دیا ہے

جو آپ نے غدیر کے میدان میں ارشاد فرمایا تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ سے آل کا لفظ خارج کر دیا۔ ملاحظہ ہو 'ان کے الفاظ یہ ہیں۔

”حج (حجۃ الوداع) کے بعد آپ نے مسلمانوں کو جہاں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا مخاطب کر کے ایک موثر خطبہ پڑھا پھر فرمایا، اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی جس کو اگر تم مضبوط پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ”وہ قرآن ہے۔“

حالانکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ انی تاراک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعتوقی اہلبیتی جو قریقین کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر افسوس کہ تعصب کی وجہ سے مولوی صاحب نے اس حدیث سے انکار کر دیا، جن کو ان کے پیشوا تسلیم کرتے ہیں، اب تمہیں بتاؤ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں یہ کھلم کھلا تحریف نہیں ہے، اب سچ بتاؤ کہ خدا و رسول کے احکام کی پیروی کرتے ہو۔ یا اپنے خلفاء کی، پھر لطف کی بات یہ کہ ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہو، مگر سنو! کوئی خدا کے نور کو نہیں بجھا سکتا، یہ اللہ کی قدرت ہے کہ وہ اکتیس لوگوں کی زبان و قلم سے حق بات کہلوا دیتا ہے۔ اور لکھوا دیتا ہے۔ جو اصحاب ثلاثہ کی فضیلتوں میں رات دن رطب اللسان ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن عقیل صاحب نصح کافیہ آئمہ اربعہ اور دوسرے علماء پر طنز کرتے ہیں کہ ہمارے علماء نے تابعین کے مناقب میں مستقل رسالے لکھ ڈالے مگر آل محمد علیہم السلام جو افضل التابعین ہیں ان کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ ان کو تابعین میں بھی شمار نہیں کرتے۔ ان کی اصل عبارت سب ذیل ہے۔

بعض اصحابنا بعد ذکرتنا فضل الصحابة ذکرنا
تفاضل التابعین فقال بعضهم فضل التابعین والیس
القرنی وقال بعضهم الحسن البصری قال اخرون
سعد بن مسیب ولم یقل احدیاً فی فضیلة الامام
زین العابدین بن الحسین علیہما السلام
وهو والله افضلهم واعجب من هذا ان
بعض علماء الشافعیہ افر دنی مؤلف له

ہمارے مذہب کے بعض علماء نے صحابہ کی ایک دوسرے پر فضیلت کو بیان کرنے کے بعد تابعین کے ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر کیا ہے، پس بعض علماء کہتے ہیں کہ سب سے افضل تابعی اویس قرنی ہیں۔ بعض کہتے ہیں حسن بصری ہیں۔ اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ افضل تابعی سعید بن مسیب ہیں۔ مگر ان علماء میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ سب سے افضل تابعی امام زین العابدین بن الحسین علیہما السلام ہیں۔

فضلا فی ذکے کبار التابین وعد منهم نحو
العشرة ولدیذک فیہم زین العابدین
ولا الحسن المثنی ولا محمد بن الحنفیہ ولا
ادری ما الصارف لاعت ذلك والحال
انہ من کبار العلماء المطلقین وتالیفہ
کانت بعد انقضاء الدولة الامیة والعباسیة
والله ان هذا القریب من الجفاء وان لم
یکت الجفاء بعینه، نصاب الکافیہ ص ۱۹۱
عالم ہیں، نیز ان کی تالیف (جس میں صرف کبار تابعین کا ذکر ہے) بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سلطنت ختم ہو جانے
کے بعد وجود میں آئی۔ (جب کہ کوئی خطرہ بھی نہیں تھا۔) خدا کی قسم اگر یہ اہل بیت پر صریحی ظلم نہیں ہے تو قریب بہ
ظلم ضرور ہے۔“

مختصر یہ کہ خداوند عالم نے ہدایت کرنے کا منصب صرف آل محمد کو عطا فرمایا تھا۔ صحابہ کو
نہیں دیا تھا، آل محمد ہی ہادی اور مقتدا ہیں، اور کتاب اللہ اور عمرت رسول اللہ دونوں پر مذہب
کی حقیقت و بطلان کا دار و مدار ہے۔ لہذا انھیں حضرات (آل محمد) ہی کی پیروی واجب ہے، کسی
اور کی نہیں، ارشاد ہوتا ہے۔

افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن
لا یهدی الی الا ان یهدی فما لکم کیف
تتکلمون۔ پ ۱۱ سورہ الاحزاب ع ۳
کیا وہ جو تم کو حق تک پہنچائے، وہ اس امر کا مستحق ہے کہ
اس کی پیروی کی جائے یا وہ جس کو راستہ نہیں ملتا جب تک
کہ... اور کوئی اس کو راستہ نہ بتائے، پس تم کو کیا ہو گیا
ہے اور کیسے فیصلہ کرتے ہو۔

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مع علی مع القرآن والقرآن
مع علی (حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن حضرت علیؑ کے ساتھ ہے) اور امام محمد باقر علیہ السلام
فرماتے ہیں:-

”جو خود ہدایت نہیں پاتے جب تک کہ ان کو ہدایت نہ کی جائے، وہ قریش
اور غیر قریش سب ہیں جنہوں نے بعد ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مخالفت کی۔“ تفسیر قمی (مقبول ترجمہ)

اگرچہ مذکورہ بالا وجوہوں سے دعوائے (فضیلت صحابہ) ہوا ہو گیا، اور بنا الفاسد علی الفاسد کی بنا پر مذہب اہل سنت و الجماعت حسب ارشاد شاہ صاحب اچھی طرح باطل اور نامعتبر ہو گیا۔ اور اب اس مسئلہ میں زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں مگر چونکہ آپ نے آیات بینات کی بنا پر اس مسئلہ خاص پر قائم کی ہے اس لئے ہم بھی بقول شاہ صاحب اسی مسئلہ پر مزید گفتگو کرتے ہیں۔

چوں کہ کلام بر اصول گروہی دیگر نہادہ
چوں کہ کلام کی بنا، ایک دوسرے گروہ کے اصول پر
رکھی گئی ہے، اس لئے مجبوراً غناں اختیار ان کے ہاتھ میں
دے دی گئی ہے۔ جہاں کھنچ کر لے جائیں چلا جاتا ہے۔
اور جس رنگ سے رنگیں رنگ جاتا ہے۔

واضح ہو کہ آپ کا یہ فرمانا کہ (جس طرح اہل سنت اصحاب کو تمام امرت سے مرتبے میں

اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ ان کو بُرا اور خراب حتیٰ کہ کافر و مرتد کہتے ہیں) درست نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو چار یا دس بیسیں نہ تھے۔ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں تھے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب ہی سچے اسلام لانے والے اور سچے ایمان والے نہ تھے، بلکہ ان میں فاسق اور منافق بھی تھے۔ صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ خدا بھی یہی فرماتا ہے: "مَنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَ أَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ" (ان میں مومنین ہیں اور اکثر ان میں فاسقین ہیں) پس شیعہ کلام الہی کے مطابق صرف منافقین صحابہ کو برا سمجھتے ہیں۔ مومنین صحابہ کی فضیلت و منزلت کو دل و جان سے ملتے ہیں۔ کتب امامیہ میں آئمہ ظاہرین علیہم السلام کے اقوال صحابہ کبار کی تعریف میں جا بجا موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین، مومنین صحابہ کو جن الفاظ میں یاد فرماتے تھے وہ درج ذیل ہے۔

اینا القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوا
وقرؤا القرآن فاحکموہ، وہیجی الی لقتنا
فولھو اولئہ اللقاح الی اولادھاد سلوا
السیوف من اعمادھاد و اخذوا باطراف
الارض، من جفا زحفا، و صفا صفا، بعض
ھلک و بعض نجلا یبشرون بالاحیاء
و لا یعزون بالموتی، صرہ العیون من البکاء

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے اس کو قبول کیا۔ اور قرآن کو ان کے سامنے پڑھا گیا تو مان گئے، اور جہاد کے لئے انھیں آمادہ کیا گیا تو اس کی طرف اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے اونٹنی اپنے بچوں کی طرف، اور تلواروں کو باہر نیام سے کھنچ کر رکھ لیا۔ اور زمین کے اطراف کو گروہ گروہ، نصف بانڈھ بانڈھ کر لے لیا۔ کچھ ان میں سے شہید ہو گئے، اور کچھ زندہ رہے مگر زندوں کی زندگی

لے تکتے تھے۔ دیباچہ۔ ۲۔ عابد حیدری

فحص البطون من الصيام ذبل الشفاة
من الدعاء صفرا لوانات من السهر، علی
وجہ ہم غدوة الخ شعیب اولئك اخوانی
الذ اصبوت فحق لنا ان نظما الیهم ونعق
الایدی علی فرا قہم،

نیج البلاغہ ص ۲۳ جزو اول مطبوعہ مصر

پر خوش نہیں کئے گئے۔ اور مرنے والوں پر انھیں تعزیت
نہیں دی گئی۔ (خوف خدا سے) روتے روتے ان کی آنکھیں
خراب ہو گئی تھیں۔ زیادہ روزہ رکھنے سے ان کے شکم
پشت سے مل گئے تھے۔ دعا کرنے سے ان کے ہونٹ خشک
ہو گئے تھے، شب بیداری کی بنا پر رنگ زرد ہو گیا،
خشوع کرنے والوں کی مانند ان کے چہرے گرد آلود ہو گئے

تھے، یہی لوگ میرے بھائی ہیں جو گذر گئے، لہذا ہمیں حق ہے کہ ان کے دیدار کے پیاسے نہیں اور ان کی جدائی
پر کف افسوس ملیں۔

(نیز دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ولقد سرائت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

فما اراى احداً منکم لیشیمہم لقد کادی الصبحون شعنا غیورا تا آخر۔ نیج البلاغہ مذکورہ

ص ۱۶ اس عبارت کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اسی طرح امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اللهم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خاصة الذین احسن الصحابة والذین
ابلوا بالبلاء الحسن فی نصرة وکافوه و
اسرعوا الی وقادته و سابعوا الی دعوتہ،
واسلجوا لہ حیث اسمعہم حجة رسالتہ
وفاسر قوا الاثر واج والاولاد، فی اظہار
کلمتہ وقاقلہ الاباء والابناء فی تثبیت
نبوتہ وانتصر وابہ ومن کاف المنطون علی
محبة یرجون تجارة لوت بتور فی مودتہ
والذین ہجر تہما لعشائر اذا تعلقوا بعرو
وانتفت منهم لقرابات اذ سکنا فی ظل
قربتہ فلا تنس لهم اللهم ما ترکوا لک و
فیک دار قہم من رضوانک وبما حاشوا

پالنے والے! جناب محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اصحاب پر (رحمت نازل فرما) خاص کر ان اصحاب
پر جنہوں نے حق صحبت خوب اچھی طرح ادا کیا، جنہوں نے
اپنے پیغمبر کی نصرت اور مدد کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں
برداشت کیں اور آنحضرت کی حمایت کی اور ان تک
پہنچنے میں جلدی کی، آنحضرت کی دعوت کو قبول کرنے
میں سبقت کی، اور جب پیغمبر خدا نے اپنی رسالت کی حجیت
انھیں سنائیں تو انھوں نے بغیر کسی تردد کے قبول
کر لیا۔ اور حق بات ظاہر کرنے کے لئے اپنی ازواج اور
اولاد کو چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت کی نبوت کو ثابت
کرنے کے لئے، اپنے باپ بیٹوں سے جنگ کیا اور
آنحضرت کے ذریعہ سے قلبہ حاصل کیا اور ان کی حجیت
دل میں لئے ہوئے تھے۔ وہ اس تجارت کے امیدوار تھے

جس سے آپ کی محبت میں گھاٹا نہ ہوتا۔ اور جب انہوں نے پیغمبر اسلام کا دامن تقام لیا تو ان کی قوم قبیلے نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور جب وہ آپ کی قربت کے سائے میں آگئے تو ان کے رشتہ داروں نے اس سے تعلقات کو توڑ دیا۔ لہذا اے میرے خدا فراموش نہ کرنا۔ ان کے لئے ان چیزوں کو جن کو انہوں نے تیرے لئے اور تیری راہ میں ترک کر دیا۔ اور اپنی خوشنودی سے ان کو شاد کر دے، انہوں نے مخلوق کو تیری طرف متوجہ کر دیا۔ اور تیرے رسول کے ساتھ رہے، تیری خوشنودی کے لئے لوگوں کو تیری طرف دعوت دی، ان کی کوشش کو مشکور فرما۔

کیونکہ انہوں نے تیرے لئے اپنی قوم اور کنبہ کے وطن کو چھوڑا۔ اور عیش و عشرت کی زندگی کو چھوڑ کر تکلیف کی زندگی بسر کرنے چلے آئے، اور جن کی مظلومی سے تو نے اپنے دین کو تقویت پہنچائی۔ خداوند! ان کی اچھی پیروی کرنے والوں کو ان کے ساتھ اپنی بہترین جزا کو وابستہ کر دے۔ جو دعا کرتے ہیں کہ پالنے والے! ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے، جنہوں نے ایمان لانے میں ہم پر سبقت کی۔ ایسے پیروی کرنے والے جو ان صحابہ کرام کے نقش قدم پر

چلے اور ان کے طور کو اختیار کیا اور ان کے انداز پر گامزن

ہوئے، جن تابعین کو ان صحابہ کی بصیرت میں کوئی شک نہیں جن کے دل میں ان کی پیروی کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہوا۔ اور نہ ان کی ہدایت کے منارہ کی اقتدا کرنے میں کوئی تاہل ہوا ہے جو ان کے ناصر ہیں، ان کے مددگار ہیں۔ اپنا دین ان کے دین کے موافق رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت سے ہدایت پاتے ہیں، وہ اصحاب پر اتفاق رکھتے ہیں اور انہیں متہم نہیں کہتے، اس کام میں جو ان تک پہنچایا، خدا یا ان تابعین پر کج سے قیامت تک رحمت نازل فرما۔ اور ان کی ازواج پر اور ان کی ذریت پر، اور ان پر جو ان لوگوں میں سے تیری فرماں برداری کریں۔

المخلق عليك وكانوا مع رسولك دعاة
لك اليك واستكروهم على نجرهم فيك
ديار قومهم وخر وجهم من سعة
المعاش الى ضيقه ومن كثرت في اغراض
دينك من مظلومهم اللهم اوصل
الى التابعين لهم باحسان الذين
يقولون ربنا اغفر لنا ولاناخواننا الذين
سبقونا بالايمان خير جزا لك الذين تصدقوا
استمهم وتحموا ووجهاتهم وامضوا على
اكلتهم لم يشنهم رايب في بصيرتهم
ولم يفتلجهم شك في قفو انارهم
والايتام بعد اية منارهم مكالفين موازين
لهم يد ينون بد ينهم ويهدون
بهد يتهم تيفقون عليهم ولا يتهموا
فيما ادوا اليهم اللهم وصى على التابعين
من يومنا هذا الى يوم الدين وعلى ازواجهم
وعلى ذرياتهم وعلى من اطاعك منهم
صحيحه كامله صل

یہ ہیں وہ اصحاب جن کی محبت شیعوں کے دل میں ہے، ہر صحابی سے عقیدت نہیں، چنانچہ اس کے آپ بھی معترف ہیں۔ آیات بنیات میں لکھتے ہیں۔

در مصداق ان فضائل کے اصحاب رسولؐ نہیں ہیں، اس کا خود کسی شیعہ نے دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو ان کے علماء نے قبول فرمایا، چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہؒ، بجواب جلد چہارم تحفہ اس کو تسلیم کیا ہے کہ "امامینہ جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیار از صحابہ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ اولیائے کرام می دانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ ان را زبور آل محمد مکتوبہ دعائیکہ از حضرت سید الساجدین ماثو است شاہد عادل این دعویٰ است"

آیات بنیات ص ۷۸

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں سمجھتے، یہ تو علماء اہل سنت کی خاص عنایت کا سبب ہے کہ اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے طرح طرح سے ہم کو مستہم کر کے لوگوں کو مذہب امامیہ سے مستفید نہیں ہونے دیتے اور کہتے ہیں کہ خدا تو اصحاب رسولؐ کی صفات میں صاف صاف فرماتا ہے کہ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء

محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں

علی الکفار۔ الایۃ

اور شیعہ ان کو برا کہتے ہیں۔ اور قرآن کو بیا من عثمانی بناتے ہیں، پس اگر آپ کو شاہ صاحب کی تائید مقصود نہ ہوتی تو آپ خود ہی ان کو قائل کر دیتے کہ نہ شیعہ کل صحابہ کو برا کہتے ہیں، اور نہ خدا نے تمام صحابہ کی شان میں محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء

علی الکفار۔ الایۃ (فرمایا ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ جلد دوم میں آئے گی)

جس طرح شیعہ تمام اصحاب کو برا نہیں کہتے، اسی طرح اہل سنت بھی "کل صحابہ

عادل ہیں، کے دعویٰ کے باوجود سب کو اچھا نہیں سمجھتے، چنانچہ یہ ظاہر ہے کہ جس طرح صحابہ

میں ہاجرین ممتاز تھے، اسی طرح انصار بھی تھے۔ اور ان دونوں گروہوں میں جو اصحاب

مومن ہیں ان کی عزت اور منزلت مسلم ہے، ان کے ایمان ان کی جان نثاری وغیرہ کے

بارے میں خود خدا شاہد ہے۔ اور ان کے حق میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہم، فرمایا ہے، مگر لو

وفات رسول مقبولؐ خلفاء ثلاثہ نے انصار کی فضیلت کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا، جیسا کہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے۔

آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد انصار سقیفہ میں جمع ہوئے تاکہ خلافت کے لئے کسی کا انتخاب کریں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر و عمر بھی آپہنچے اور اس انتخاب پر سخت مزاحمت ہوئی۔ جناب عمر نے حضرت ابو بکر کو خلافت کا مستحق قرار دیا۔ انصار نے آپ کے استحقاق سے قطعاً انکار کیا۔ اس پر انصار اور ہاجرین میں جھگڑا ہوا، اور قریب تھا کہ تلواریں چل جائیں۔ حضرت عمرؓ نے سعد بن عبادہ جو انصار کے سردار تھے، سخت کلامی کی، بلکہ بروایت طبری ان کو منافق بھی کہا، اور پکار پکار کر کہنے لگے، "قتل اللہ سعداً قتل اللہ سعداً" (یعنی اللہ سعد کو ہلاک کرتے، اللہ سعد کو ہلاک کرے) حالانکہ سعد اصحاب بدر سے تھے۔ اور اصحاب بدر کے درجے اور مرتبے اہل سنت کے نزدیک بہت بلند ہیں، آنحضرت انصار کے لئے دعا و مغفرت فرمایا کرتے تھے، اور سعد بن عبادہ کے بارے میں خاص طور سے فرمایا ہے کہ

اللصم جعل صلواتک و سرحمتک علی سعد بن عبادہ، (خداوند! سعد بن عبادہ پر اپنی رحمت اور بخشش نازل فرما) اس صورت میں اہل سنت کے لئے تو ضروری تھا کہ "قتل اللہ سعداً" کہنے والے کو خدا اور رسول کا مخالف سمجھ کر اس کو ناقابل اعتبار سمجھنے کے ایسے جلیل القدر صحابہ کو مجمع عام میں منافق اور برا بھلا کہا۔ اور جس صحابی کی شان میں آیات و احادیث ہیں ان کی توہین و تحقیر کی۔ برخلاف اس کے حضرت عمر کو فلک اسلام کا ہر دو ماہ بتاتے ہیں اور انصار کو دین اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں، اور صاف صاف لکھتے ہیں۔

”اگر خدا نخواستہ خلافت انصار میں چلی جاتی تو کشتی اسلام ایسی غرق ہو جاتی

کہ ایک تختہ کا بھی پتہ نہ چلتا یا
 اسی طرح علامہ محمد احسان اللہ عباسی کا وکیل عدالت گورکھپور سنی المذہب اپنی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں

”خلافت کا انصار کے ہاتھ میں جانا غضب ہی تھا اسلام کی تمام امیدیں خاک

میں مل جاتیں“ تاریخ اسلام باب چہارم، فصل اول ص ۲۰۲

نیز کتب اہل سنت میں ہے کہ جب اصحاب کبار حضرت ابو بکر کی بیعت سے انکار کر کے حضرت فاطمہ زہرا کے بیت الشرف پر آگئے۔ تو حضرت عمر دروازے پر آ کر کہنے لگے کہ اگر یہ لوگ گھر سے

نہ نکلیں گے اور بیعت نہ کریں گے تو میں گھر میں آگ لگا دوں گا، اس کے باوجود شاہ صاحب عمر کے اس فعل کو مستحسن سمجھتے ہیں۔ اور خاصانِ خدا اور اصحابِ کبار پر فتنہ و فساد برپا کرنے کا الزام رکھتے ہیں۔ اور مقریانِ خدا کو "ابنِ خنظل" (جو شعراء کفار میں تھا، اور کعبہ معظمہ کے پردوں میں چھپ کر پناہ گزین ہوا تو اس حضرت نے حکم دیا کہ اس کو وہیں قتل کر دو) کے مثل قرار دیکر فرماتے ہیں۔

ہر گاہ اس قسم مردودان جناب الہی را در خانہ جب اس طرح کے خدا کے مردود بندوں کو خانہ خدا خدا پناہ نہ باشد در خانہ حضرت زہراؑ پناہ (کعبہ) میں پناہ نہ ملی تو فاطمہ زہرا کے گھر میں پناہ کیوں باید داد (تحفہ باب مطاعن طعن دوم بر عمر ص ۲۶۵) دی جانے لگی۔

اسی طرح حضرت عثمان نے صحابہ کبار پر طرح طرح کے ظلم و جور کئے، اور ان کی توہین و تذلیل کی، حضرت ابوذر غفاریؓ جن کے مرتبے اور بزرگی پر یہ نکتہ شاید ہے کہ وہ محرم اسرار نبوی تھے۔ شبلی صاحب الفاروقی میں لکھتے ہیں۔

”یہ بڑے مرتبے کے صحابی اور رازداری پیغمبر تھے“

اس پر شاہ صاحب کا ان کے حق میں حضرت عثمان کی بدسلوکیوں کو جائز سمجھ کر ایسے جلیل صحابی کی شان میں فرماتے ہیں۔

”خوب شد کہ بسزائے خود رسیدہ“ اچھا ہوا کہ اپنی سزا کو پہنچے۔ (نور بالشر)

اسی طرح جن صحابہ نے (جیسے سعد بن عبادہ انصاری وغیرہ) حضرت ابو بکر کی بیعت نہیں کی اہل سنت ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت ثلاثہ را نیز نیز خداوند عالم نے قرآن مجید میں آئیہ استخلاف میں خلفاء در آئیہ استخلاف کا فرمودہ ہے۔

ثلاثہ کی خلافت کے منکر کو کافر فرمایا ہے۔

اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کہتے ہیں:-

منکر خلافت صدیق اکبر را در اکثر کتب فقہ کافر نوشتہ اند "صدیق اکبر کی خلافت کے منکر کو

اکثر فقہ کی کتابوں میں کافر لکھا ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

من انکر خلافت ابی بکر و عمر فقد کفر، جو ابو بکر و عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے،

قطع نظر اس کے بہت سے اصحاب ایسے ہیں، جن کو اہل سنت علائقہ کافر و مرتد کہتے ہیں اور شاہ صاحب

توان اصحاب کو اتنا بڑا کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو لفظ صحابہ سے منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے، جس

پر آپ کی یہ ٹھہریہ صاف دلالت کرتی ہے۔

”یچکس از اہل سنت آں جماعت را صحابہ نمئی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنها نیست“
اب فرمائیے کہ اہل سنت کہاں کل صحابہ کو سب امت سے مرتبے میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں کامل سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ حضرت عمرؓ جمع سعد بن عبادہ جیسے جلیل القدر صحابی کو منافق کہیں، حضرت عثمانؓ صحابہ کبار کی توہین کہیں، شاہ صاحب اس شد و مدت سے اصحاب کو مرتبہ صحابیت سے خارج کریں، اور اصحاب باطلہ زہرا کے بیت الشرف پہ آئیں تو ان کو مفتری و فتنہ پر داند بتائیں، اور مردودان خدا سے نسبت دیں۔ اور آیات و احادیث سے چشم پوشی کر کے حضرت عمرؓ کی بیروی میں انصار کو ایمان و اسلام کا دشمن ٹھہرائیں، تو یہ سب مباح اور جائز ہو جائے، اور امامیہ اہلسنت احوال اور اسناد کی بنا پر اگر منافقین و فاسقین اصحاب کی نسبت یہی عقیدہ رکھیں کہ ”یچکس از امامیہ آں جماعت را صحابہ نمئی داند و معتقد خوبی و بزرگی آنها نیست“

تو اہل سنت اس کا نام تبراً رکھیں اور منافقین صحابہ کو برا سمجھنے پر شیعوں کو زمرہ اسلام سے خارج کر دیں، اور تحفہ اثنا عشریہ کے سرورق پر لکھیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
إذا ساء إليهم الذين يسبون أصحابي فقولوا
لعنة الله على شرركم،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہتے ہیں، تو تم کو کہو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت۔

حالانکہ کتب اہل سنت میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ جو کسی ”کلمہ گو“ کو کافر کہے تو دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، یعنی جسے کافر کہا اگر وہ واقعی کافر تھا تو خیر ورنہ خود کہنے والا کافر ہوگا۔

غرض مذکورہ بالا اقوال سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت تمام صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس صورت میں آپ کا بالا جمال صحابہ کرام فرمانا مصلحت سے خالی نہیں۔ لہذا صاف کیوں نہیں فرماتے کہ ماہ النزاع مسئلہ اصحاب ثلاثہ کی فضیلت ہے، یعنی اہل سنت کثیر التعداد اصحاب رسول ہیں۔ صرف انہیں حضرات کو تمام امت سے افضل اور اعلیٰ وغیرہ جانتے ہیں، حالانکہ خود انہیں کے علماء کرام نے ان کے اعمال، افعال اور کردار، رفتار و گفتار کی پردہ دری کی ہے، اور ایمان و عمل صالح ”وامر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کو پیش نظر رکھ کر ان کے پوست کتندہ حالات اپنی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ مگر اہل سنت خواہ مصلحت دنیا سے خواہ تعصب کی بنا پر یا لاعلمی کی وجہ سے صحیح روایتوں

سے چشم پوشی کر کے ایسا تکس انھیں جھوٹی روایتوں اور ضعیف حدیثوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں، جو ان ہر سہ حضرات کو لاشی سے "شیئ بنائے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ جیسا کہ شرح مشکوٰۃ کی جلد چہارم ص ۲۵ پر ہے۔

احادیث در مناقب و فضائل ابو بکر از صحاح اور ابو بکر کی منقبت اور فضیلت میں بہت سی صحیح و حسان و ضعاف بسیار و اسرار شد و بعضی حسن، ضعیف حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض محدثین محل ثبوت پر بعض انہا حکم بوضع کے دہاند نے ان میں بعض حدیثوں کو وضعی قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود ان کے دماغ انھیں کاغذی پھولوں سے بسے ہوئے ہیں جن میں نام کی بھی بو نہیں۔ اور انھیں شمع کے پروانے بنے ہوئے ہیں، جن میں کہیں نور کا پتہ نہیں، بخلاف اس کے امامیہ اس

اندھیرے کا سبب انھیں صحابہ کی ذات کو بھڑاتے ہیں۔ جس کو آپ تمہید میں ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے بھر

کر تارک کر دیا۔ اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے۔ "آیات بنیات" جس پر اہل

سنت کے اقوال شاہد ہیں کہ دین خدا میں جس قدر اعتراضات اور شہادت پیدا ہوئے وہ سب صحابہ کی وجہ سے۔ کیونکہ بظاہر آنحضرت کی زندگی میں وہ لوگ مسلمان تھے۔ مگر باطن میں منافق، اور آپ کے احکام پر ایسے ایسے اعتراضات کرتے تھے جو ایمان کے منافی تھے۔

رسول خدا کی آل پاک سے دشمنی کا نتیجہ ہی تھا کہ جناب رسالت کی وفات کے بعد

اکثر مسلمانوں کے دل باطل عقیدوں سے تارک ہو گئے اور بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، یہی اصحاب ہی تو ہیں

جنہوں نے رسول اللہ کی وصیت کی کھلم کھلا مخالفت کی، ہم ذیل میں چند مثالیں لکھتے ہیں تاکہ معلوم

ہو جائے کہ علمائے اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں ثلاثہ کی فضیلت و خلافت نہ ماننے میں کچھ

شذیہ خدا و رسول کے فرماں بردار ہیں۔ غور کیجئے۔ آنحضرت نے امت کو نجات دلانے کی غرض سے بطور وصیت آخری تحریر فرمائی

کی غرض سے دو ات و قلم طلب فرمایا، اور آپ کے پکے مومن، مسلمان، صحابی نے، نبوت و رسالت

کی بات کو نہ بیان کہہ دیا۔ چنانچہ علامہ محمد عبد الکریم صاحب شہرستانی اپنی مشہور کتاب ملل و نحل

لکھتے ہیں۔

اعلم ان اول شبهة وقعت في الخليفة يقيناً، و کہ پہلا شبہہ جو مخلوق میں واقع ہوا۔ وہ اس

شبهة ابليس لعنة الله عليه مصدرها ملعون کا شبہہ ہے، اور یہ شبہہ اس وجہ سے صادر ہوا کہ نفس کے مقابلہ میں وہ اپنی رائے پر شدت سے

واختیاراً بالهوى في معارضة الامم
واستكباراً بالمادة التي خلق وهي النكا
على مادة آدم عليه السلام وهي الطين
الى اخره

فاول متنازع وقع في مرضه عليه السلام
ما رواه محمد بن اسمعيل البخاري باسناد
عن عبد الله بن عباس، قال لما اشتد
بالنبي صلى الله عليه وسلم مرضه الذي
مات فيه قال ايتوني يدوات وقرطاً
الكتاب كتاب الن تضاو العدي فقال عمران
رسول الله قد عليه الوجه حسبنا كتاب
الله وكثر اللغظ فقال النبي عليه السلام
ق مواعى لا ينبغي عندي التنازع صل
ونخل

اور حکم کے مقابلہ اپنی خواہش کو اختیار کئے رہا۔ اور
ابلیس نے تکبر اس مادہ کی وجہ سے کیا جس سے پیدا ہوا تھا۔
یعنی آگ کی بنا پر، حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ
مٹی پر۔

پہلا اختلاف جو اسلام میں واقع ہوا آنحضرت کے
مرض موت میں واقع ہوا، جس کو محمد بن اسمعیل بخاری نے
روایت کیا ہے۔ عبد اللہ بن عباس کی سند سے ہے کہ
(ابن عباس نے) کہا کہ جب آنحضرت کا مرض الموت
بہت سخت ہو گیا، حضرت نے فرمایا۔ کاغذ، دوات
لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس
کی وجہ سے تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ لیکن عمر نے
کہا کہ رسول اللہ پر درد کا غلبہ ہے (سعاذ اللہ بک رسا
ہیں) "ہمارے لئے تو خدا کی کتاب کافی ہے۔ اس پر
حاضرین میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ پس آنحضرت

نے فرمایا میرے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ میرے پاس جھگڑا اچھا نہیں۔"

اسی روایت کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس طرح لکھتے ہیں۔

کتاب صحاح میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت پر
مرض کی شدت طاری ہوئی اور اصحاب حجرہ شریف
میں جمع تھے، آنحضرت نے فرمایا کہ میرے لئے دوات
اور کاغذ لاؤ تاکہ تم لوگوں کے واسطے ایک وصیت نامہ
لکھ دوں کہ میرے بعد تم لوگ ہرگز گمراہ نہ ہو (یہ سن کر)
اصحاب نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے حضرت جو کچھ فرمائے
ہیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور دوات اور کاغذ دینا
چاہئے جو کچھ چاہیں تحریر فرمادیں، اور بعض کہتے تھے مناسب

در کتاب صحاح مذکور است کہ آن حضرت درین
اشداد مرض کہ اصحاب در حجرہ شریف مجتمع
بودند فرمود کہ دوات و صحیفہ برائے من بیارید
تا برائے شما و جیتے نو لیسم کہ بعد از من ہرگز گمراہ
نشوید، پس اصحاب اختلاف کردند، بعض
گفتند آنچه فرمود عمل باید کرد و دوات و صحیفہ
باید داد، ہر چه خواهد بود لیسد، بعضی گفتند مناسب
نیست آن سرور را درین محل مشغول بہ کتابت

۱۰۰۹۔ مل و نخل۔ ستانی بر حاشیہ الفصل والمل و النخل ابن حزم اندلسی ۱۰۰۹۔

داریم کہ وقت و نئے تنگ ست عمر دریں جانب
 بود، گفت در دوالم بر حضرت مستولی ست و
 قرآن مجید در میان ما هست ما را بس است و
 در بعضی روایات این نیز آید است کہ از دائرہ
 اختیار او بیرون ست، شاید کہ این سخن ازاں
 سخنان باشد، بعضی مردم خیال کنند کہ ہریان
 می گویند، دیگر نیز موافق عمر بودند جمع از مخالفان
 تا اختلاف افتادہ آواز ہا بلند شد آنحضرت فرمود
 بر خیزید از پیش من کہ اصوات بخضیر رسول خدا
 جائز نیست، مدارج النبوة ص ۸۷ مطبع مطہر العجا

ہیں ہے کہ آن حضرت کو اس وقت ہم کچھ لکھنے دیں
 آپ کا وقت نازک ہے، عمر اسی دوسرے خیال والوں کی
 طرف تھے، کہنے لگے، حضرت پر درد و الم کا غلبہ ہے، قرآن
 ہمارے پاس ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور بعض
 روایتوں میں یہ آیا ہے کہ حضرت اپنے اختیار سے باہر ہیں۔
 ہو سکتے ہیں کہ یہ بات بھی انہیں باتوں میں ہو۔ بعض
 لوگ خیال کرتے تھے کہ حضرت ہذیان بک رہے ہیں، نیز
 دوسرے لوگ بھی عمر کے موافق تھے۔ اور کچھ لوگ ان کے
 مخالف تھے۔ یہاں تک کہ ایک اختلاف اٹھ کھڑا ہوا۔
 دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں، آنحضرت نے فرمایا
 میرے پاس اٹھ جاؤ کہ رسول خدا کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے۔

شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب کتاب الفرائض والحقوق اور امہات الامتہ میں لکھتے ہیں
 ”جن لوگوں کے دل میں خلافت کی کھڑی پک رہی تھی، اس کا بجا نڈا داتا
 قلم طلب کرنے کے وقت پھوٹ گیا، پیغمبر صاحب نے بھی وصیت کی کچھ صراحت
 نہ فرمائی کہ کیا لکھو انا چاہتے تھے، مگر جن کے دلوں میں تمنا کے خلافت چٹکیاں لے
 رہی تھی، انہوں نے دھینکا مشتی سے منصوبہ کو چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی
 تاویل یہ کی کہ ہماری ہدایت کے لئے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ پیغمبر صاحب کے
 حواس پر جا نہیں ہیں۔ کاغذ، دوات و قلم کالا نا کچھ ضرور نہیں، خدا جلنے کیا کیا لکھوا
 اگرچہ مذکورہ بیانات کافی ہیں مگر چونکہ اہل سنت کو شمس العلماء شبلی نعمانی پر بڑا اعتبار ہے
 اس لئے اس جگہ ان کا قول بھی درج کرتے ہیں۔“

واقعہ قرطاس (رسول اللہ کی) بیماری کا بڑا مشہور واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے
 وفات سے تین دن پہلے قلم دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھ دوں کہ تم آئندہ
 گمراہ نہ ہو، اس پر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرت کو درد کی شدت ہے اور
 ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کرتے ہیں

روایت میں "ہجر" کا لفظ ہے جس کے معنی ہزیان کے ہیں۔ یہ واقعہ بظاہر تعجب خیز ہے، ایک معترض من کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی اور کیا ہوگی۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر مبارک پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے، یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کے لئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہوگی اور اس لئے اس میں "ہو و خطار" کا احتمال نہیں ہو سکتا، باوجود اس کے حضرت عمر بے پردائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرت کے ارشاد کو ہزیان سے تعبیر کیا ہے۔

دفعہ ذوالنہد (یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آتا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہ نے اس پر بڑی طبع آزمائی کی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ پیغمبر سے ہزیان ہونا ممکن ہے، کیونکہ ہزیان انسانی عوارض سے ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی عوارض سے بری نہ تھے، انفاروق حصہ اول ص ۲۸ - ۲۹

شہلی صاحب کی اس تحریر سے پہلا قائدہ تو یہ ہو کہ جناب شاہ صاحب نے تحفہ کے ص ۲۹ پر جو پردہ پوشی حضرت عمر کی مندرجہ ذیل اہتوں میں کی اس کا پردہ چاک ہو گیا۔

از کجا بقیہ ثابت شد کہ گویندہ اس لفظ ^{۵۲} والا عمری ٹھا، اکثر روایات میں قالوا کا لفظ آیا ہے۔ یقینی طور پر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ لفظ ہجر کا کہنے (ہجر) عمر بود در اکثر روایات قالوا واقع ^{۵۲} است۔

کیونکہ شہلی صاحب کے قول سے معلوم ہو گیا کہ "قالوا" نہیں تھا بلکہ "قال" تھا اور کہنے والے حضرت عمر ہی تھے۔ جن کی شان میں شہلی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس سے زیادہ گستاخی اور سرکشی کیا ہوگی؟" شہلی صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور اپنے "ہیرو" کو بچانے کے لئے، صاحب "ما یمنطق عن الہوی ان ہوالا وحی یوحی" کی نسبت اپنا یہ فتویٰ بھی صادر کر دیا کہ "پیغمبر سے ہزیان ہونا ممکن ہے" اس کے بعد تو شہلی صاحب جو کچھ فرماتے ہیں اس سے اور ہانگن کھلتا ہے۔ یعنی جس واقعہ کی صحت پر امام بخاری، مسلم، اور تمام محققین محدثین اور متکلمین اہل سنت متفق ہیں، اور صاحب ملل و نحل حضرت عمر کی اس خطا کو شیطان کی مخالفت سے مثال دیتے ہیں۔ موصوفت حضرت عمر کی خاطر اس واقعہ سے صاف انکار کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

یہ روایت اگر خواہ مخواہ صحیح بھی سمجھی جائے تب بھی بہر حال اس قدر تسلیم کرنا ہوگا کہ راوی نے روایت میں وہ واقعات چھوڑ دیئے ہیں جن سے لوگوں کو خیال ہو کہ آنحضرت ہوش میں نہیں اور بے ہوشی کی حالت میں قلم و وایت طلب فرما رہے ہیں، پس ایسی روایت سے کہ جس میں راوی نے واقعہ کی نہایت ضروری خصوصیت چھوڑ دی کسی واقعہ پر کیونکہ استدلال ہو سکتا ہے اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ میں صرف عبدالمدن بن عباس اس کے راوی ہیں اور ان کی عمر اس وقت کل تیرہ چودہ برس کی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود واقعہ کے وقت موجود نہ تھے، تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اب روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری اور مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ نہ تاکہ در واقعہ کی پوری حیثیت محفوظ نہ رکھ سکا اس سے کہیں زیادہ تمہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت بذیان اور حضرت عمر کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ الفاروقی حصہ اول صفحہ ۵۱-۵۲

اگرچہ شبلی صاحب نے حضرت عبدالمدن بن عباس کو واقعہ کے وقت غیر حاضر بتایا ہے لیکن خود ہی اسی کتاب ص ۱۹ پر ان کا واقعہ کے وقت موجود ہونا ان الفاظ میں لکھا ہے:

بخاری باب کتابہ العلم میں جو حدیث مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمدن بن عباس اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔
یہ لکھ کر بنائے روایت فتح الباری فرماتے ہیں کہ

”محدثین نے بدلائل قطعیہ ثابت کیا ہے کہ عبدالمدن بن عباس موجود نہ تھے“
غرض شبلی صاحب نے فتح الباری کی سند سے حضرت عبدالمدن بن عباس کی عدم موجودگی پر زور دیا ہے اس سے بے صداق ”مطلب سعدی دیگر است“ ایک صحیح واقعہ سے اپنے مذہب والوں کے خیالات کا پھر نامقصود ہے اور چونکہ بخاری سے ابن عباس کا موجود ہونا اور حضرت عمر کا بذیان کہنا بخوبی ثابت ہے اس لئے انھوں نے فتح الباری سے بخاری کی روایت کو چھوڑ کر کھرانے کی کوشش کی مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے ہماری ”اصح الکتاب“ کی بنیاد منہدم ہو جائے گی

پھر جن واقعہ کو بخاری اور جملہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے، ایک شبلی کے انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے،
البتہ ان بیجا تاویلات سے ان کا مبلغ علم معلوم ہو گیا، اگر اس پر کبھی ہمارے سنی بھائی شبلی صاحب
کی تحریر کو قرآنی آیت کے برابر سمجھیں تو لازم ہے کہ بجائے بخاری کے فتح الباری کو اصح الکتاب بعد کلام
الباری قرار دیں۔ یاد رکھیں شبلی صاحب نے بخاری کی روایت کو صرف اس خیال سے غیر معتبر بنا
ہے کہ اس سے جناب عمر کے ایمان و اسلام پر حرف آتا ہے۔ حالانکہ سیرۃ النبیؐ میں بخاری کی عظمت
کے بارے میں لکھا ہے۔

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حدیث و آیات میں بخاری اور
مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن نہیں پیدا ہوا، رسول اللہؐ کے ساتھ جو ان کو عقیدت اور خلوص
اور شیفتگی تھی اس کے لحاظ سے وہ تمام محدثین پر ممتاز تھے، باوجود اس کے فضائل و مناقب کے
متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بہتی، طہرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، بخاری اور مسلم میں ان
کا پتہ نہیں لگتا۔

نیز شبلی صاحب نے اس روایت میں حضرت عمر کے لحاظ سے جناب عبداللہ بن عباس کی موجودگی
سے جو انکار کیا ہے وہ صریحاً کتابۃ العلم بخاری اور اہل سنت کے دوسرے راویوں کے بیان کے
مخالف ہے، کیونکہ اول تو خود انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال
کی تسلیم کی ہے، اور یہ زمانہ عمر رشد کا زمانہ ہے، عرب میں اس عمر کے لڑکے بالغ ہو جاتے ہیں۔ نیز
مسند روایتیں اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے اپنی جوانی اور بڑھاپے
کے زمانہ میں بھی اس غمناک واقعہ کو فراموش نہیں کیا۔ ہمیشہ یاد کر کے رونے لگتے۔ اور رسول اللہؐ
کی آخری وصیت کو ہڈیاں کہہ کر روک دینا ان پر عمر بکھر شاق رہا۔ ملاحظہ ہو بخاری کتاب الخمس باب
اخراج الیہود من جزیرۃ العرب، منقول از تشبید المطاعن جلد اول ص ۲۶۹

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال
قال ابن عباس یوم النخیس وما یوم
النخیس لمدیجی حتی بل دمعه الحصى قلت
یا ابن عباس وما یوم النخیس، قال اشتق
برسول اللہ وجعه فقال ایبتونی بکتف الکتب
سلیمان بن ابی مسلم الاحول کی روایت میں ہے کہ ابن
عباس نے ہائے پنجشنبہ، پنجشنبہ کشتی مصیبت کا دن تھا
دیکھ کر (خوب روئے، یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں
سے (وہاں کے سنگریزے) تر ہو گئے۔ میں نے پوچھا
ابن عباس یہ پنجشنبہ کیا ہے اور (معاہدہ کیا ہے؟) کہنے

لکم کتابا نزلنا من بعدہ فی ابدان فتنازعوا
 ولا ینبغی عند نبی تنازع فقاوا ما شانہ
 اصحرا استفہموا ہذا فہو ایدودون عایدہ
 فقال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی
 البیدہ۔

لگے کیا پوچھتے ہو اس دن آنحضرت پر سخت تکلیف ہو
 اسی دن آنحضرت نے فرمایا، میرے پاس سامان
 تحریر (قلم، دوات) لاؤ تاکہ تمہارے لئے ایک نوشتہ
 لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ سن کر انہوں نے
 آپس میں جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس لڑنا منہا نہیں

اصحاب نے اس کلام کو نہ بیان سمجھ کر پوچھا کہ حضور کیا چاہتے ہیں؟ اور سب آنحضرت سے سوال و جواب کرنے
 لگے۔ اس پر حضرت نے فرمایا مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ میں اس حال میں بہتر ہوں اس سے جس کی طرف
 تم مجھ کو بلاؤ ہو۔

اگرچہ شبلی صاحب کا بیان، عبداللہ ابن عباس کے زکورہ بیان سے ہوا ہو گیا، مگر مزاتو
 جب ہے کہ خود شبلی ہی کی تخریر سے ان کا بیان غلط ثابت کر دیا جائے۔ اس لئے کہ موصوف نے
 اس جگہ تو عمر کی پاسداری کے لئے حضرت عبداللہ کو حدیث سن کر کہ قرطاس کی روایت کو غیر
 معتبر کہہ دیا، مگر دوسری عام روایتوں میں انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس کو باوجود منسی
 کے ان کی قابلیت اور فہم و فراست کی بناء پر کبیر السن صحابہ پر فضیلت دی، اور دوسرے اصحاب
 شیوخ کے مقابلہ میں معتبر بتایا، جیسا کہ انفاروق حصہ اول ص ۱۸۲ پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس کو حضرت عمر نے گویا اپنے دامن تربیت میں پالا تھا۔
 یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، خود حضرت عبداللہ بن عباس
 سے روایت ہے کہ حضرت عمر مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس
 پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نو عمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں
 اور ہمارے لڑکوں کو جو ان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے، حضرت عمر
 نے فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ جس کی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے۔
 اور علامہ عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے

کان عمر یحب (ابن عباس) ویدینہ و
 یقر بہ ویشاورہ مع اجلۃ الصحابہ
 حضرت عمر ابن عباس کو دوست رکھتے تھے اور ان کو ہمیشہ
 اور تقرب کا مرتبہ دیتے تھے، اور جلیل القدر صحابہ کے ساتھ
 ان کو مشوروں میں شریک کرتے تھے۔

”اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب حضرت عمر کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا تو عبداللہ بن عباس اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کمسنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمران کی ہمت بندھاتے اور فرماتے کہ علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں“

سبحان اللہ! خود ہی تو شبلی صاحب حضرت عمر کی زبان سے جناب عبداللہ بن عباس کے اقوال کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”علم سن کی کمی بیشی پر موقوف نہیں ہے، اور ان کے اقوال کو صحابہ شیوخ کے اقوال پر فوقیت دیتے ہیں“

اس پر بھی جناب عمر کی خاطر بدیہات سے انکار کرتے ہیں، اور خدا کے اس ارشاد پر عمل نہیں کرتے،

لَا تَلْبَسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (بقرہ- آیت ۲۲)

حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور حق بات کو نہ چھپاؤ
حالانکہ تم جانتے ہو“

یہ حضرت عمر کے ساتھ شبلی کے عشق کا حال تھا، اب حاتم المحدثین شاہ صاحب اور حضرت عمر کی محبت کا بھی حال سنئے اور دیکھئے۔

وہ ہذیان کا انکار تو نہیں کرتے مگر محبت فاروقی میں ڈوب کر عمر کی دشمنی پر صد آفریں اور ہزار تحسین کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت اگر رسول کو قلم و داوات دے دیا گیا ہوتا تو آنحضرت کوئی ایسی نئی بات لکھ جاتے کہ آیت الہی کی صریح تکذیب ہوتی، ان کے الفاظ پڑھئے۔

نزد عقلا صد آفریں و ہزار تحسین بروقت
نظر عمر ست زیرا کہ قبل ازیں واقعہ سہ ماہ آیت
کہ یہ ایوم المکت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و
رضیت لکم الاسلام دنیا نازل شد و ابواب تسبیح
و تبدیل و زیادة و نقصان را در دین مطلقا
سدود ساختہ مهر ختم بر آں نمودہ گذاشتہ در ہمیں
آینہ اشارت کرد و عمر دریں عبارت حسبنا کتاب اللہ
اگر آنحضرت دریں حالت چیزے جدید کہ سابق
عقل مند دل کے نزدیک حضرت عمر کی باریک بینی
پر صد آفریں اور ہزار تحسین ہے اس لئے کہ اس کے
تین مہینے قبل آیت کہ یہ ایوم المکت لکم دینکم و اتممت
ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو
تمام کر دیا۔ اور تمہارے دین اسلام سے خوش ہوا
نازل ہو چکی تھی۔ اور منسوخ اور تبدیلی نیز کمی اور زیادتی
کی راہیں سدود ہو چکی تھیں، اور آیتہ کے ذریعہ مہر کردی
گئی تھی، اس بنا پر عمر نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کی کتاب

در کتاب شریعت نیامدہ بوفتہ بسیار مذکور جب کافی ہے، کیونکہ اگر ایسی حالت میں آنحضرت کوئی تکذیب میں آئیہ خواہ شدہ تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ مخزن المطالع ص ۲۹۲ لہ

جدید بات جو کتاب شریعت میں پہلے نہ رہی ہو، لکھا دیتے تو اس آیت کی تکذیب ہوتی ہے۔

غور کیجئے شاہ صاحب نے عمر کی حمایت میں رسالت و نبوت پر کیسا بد نما داغ لگایا ہے حالانکہ خود ہی تحفہ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام حالت غشی اور بیہوشی میں بھی ہدیان و خیرہ سے پاک ہیں۔ ان کی عبارت ملاحظہ ہو۔

خداوند عالم نے انبیاء کو ان کی بزرگی اور مرتبہ کی وجہ سے بیہوشی اور غشی کی حالت میں ان تمام چیزوں سے محفوظ رکھا ہے جو اس کی مرضی کے خلاف ہوں، قول اور فعلاً ان سے وہی امور صادر ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوں۔ خواب میں بھی ان بزرگوں کے دل ہوشیار اور خبردار رہتے ہیں۔

حق تعالیٰ انبیاء را بجزت کر امت و بزرگی ایشان در حالت غشی و بیہوشی نیز از آئینہ خلاف مرضی تعالیٰ باشد معصوم می دارد، قولاً و فعلاً چیز مرضی حق است از ایشان صادر می شود، در خواب نیز دل این بزرگان آگاہ و خبر داری باشد، تحفہ ص ۲۱

اب آپ علماء و اہلسنت کی دیانت اور صداقت کو دیکھئے کہ اپنی غرض کی خاطر، رسالت اور نبوت کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ قلم و داوات نہ دینے میں جو را پنہاں تھا وہ فاش نہ ہو، مگر حضرت عمر نے خود ہی اپنا راز فاش کر دیا۔ ابن ابی الحدید کا بیانیہ دیکھئے حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ حضرت علیؑ کی صحبت میں اکثر حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف میں فرما جاتے تھے اور اپنی وفات کے وقت قلم و داوات اس غرض سے طلب کی تھی کہ علیؑ کے نام خلافت لکھ دیں مگر میں نے نہ لکھنے دیا۔

اصل روایت کا ترجمہ ہم اس جگہ تشدید المطالع ص ۳۱، ۲، ۳ سے ناظرین کی دیکھی ہے۔ ابن ابی الحدید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں (ابن عباس) ایک بار شام کے میں حضرت عمر کے ساتھ تھا ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تنہا کہیں جا رہے ہیں میں بھی ان کے پیچھے ہو گیا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اے ابن عباس میں تم سے تمھارے

بھائی (علیؑ) کی شکایت کرتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں؟ مجھ سے فرمائیے۔ انہوں نے کہا میں نے علیؑ سے کہا تھا کہ میرے ہمراہ آئیں مگر نہ آئے اور میں ہمیشہ ان کو اپنی طرف سے ناراض پاتا ہوں، اس عرصہ اور ناراضگی کا سبب مجھے تم بتاؤ۔ میں نے جواب دیا اس کا سبب آپ بھی جانتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں سمجھتا ہوں کہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے، میں نے کہا یہی وجہ ہے ان کا خیال ہے کہ جناب رسول خداؐ ان کو خلیفہ کرنا چاہتے تھے۔ عمر نے کہا خدانے چاہا کہ علیؑ خلیفہ ہوں تو پیغمبر خدا کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ رسولؐ نے جس امر کو چاہا اس کو خدانے کچھ اور چاہا۔ پس پیغمبر کا چاہا کچھ نہ ہوا۔ پیغمبر خدانے بہت چاہا کہ ان کے چچا ابو طالب مسلمان ہو جائیں مگر چونکہ خدانے نہ چاہا نہ ہوئے۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ رسول خداؐ اپنے مرض موت میں ان کو (حضرت علیؑ کو) خلیفہ کرنا چاہتے تھے مگر میں یہ خیال کر کے کہ (ان کی خلافت سے فتنہ و فساد برپا ہوں گے اور اسلام برباد ہو جائے گا) مانع ہوا۔ رسول اللہؐ میرے خیال کو سمجھ گئے اور جو منظور خدا تھا وہی ہوا۔ ابن ابی الحدید سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے پاس ان کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں گیا، اس وقت وہ انکا حصیر پر بیٹھے ہوئے اور ان کے کھانے کے لئے ایک صاع (سواتین سیر) خرے رکھے ہوئے تھے، اور وہ کھاتے جا رہے تھے۔ مجھ سے کبھی کھانے کو کہا۔ میں نے ایک دانہ اٹھالیا اور وہ سب کا سب کھا گئے۔ اور گھرے میں جو پانی رکھا ہوا تھا اسے بھی پی گئے۔ پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر اللہ کی حمد کی، اور مجھ سے پوچھنے لگے کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا مسجد سے، کہنے لگے اپنے بھائی کو کہاں اور کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں، میں نے کہا اپنے ہم سینوں میں کھیل رہے ہیں، کہنے لگے، ان کو نہیں پوچھ رہا ہوں، تم سے اہل بیت کے بزرگ کو دریافت کر رہا ہوں، میں نے کہا باغ میں پانی دے رہے ہیں، اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے۔ عبد اللہ تم کو قسم دیتا ہوں کہ خون شتر پیو اگر سچ نہ بتاؤ۔ کہ حضرت علیؑ کے دل میں اب کبھی خلا کا دعویٰ ہے؟ میں نے (بہ جستہ) کہا، ہاں۔ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کو خیال ہے کہ حضرت رسول خداؐ ان کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے، میں نے کہا: افسی سچ ہے، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ میں نے اپنے باپ سے اس معاملہ میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت علیؑ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر کہنے لگے حضرت رسول خداؐ سے کبھی کبھی ایسے امور صادر ہو جاتے

تھے جو ٹھیک نہیں ہوتے تھے، اور کبھی علیؑ کی محبت میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جاتے تھے، چنانچہ مرض موت میں وہ حضرت علیؑ کے نام خلافت کو چاہتے تھے مگر میں اہل اسلام کی محبت اور شفقت کی بناء پر اس امر سے مانع ہوا، کعبہ کی قسم کہ قریش حضرت علیؑ کی خلافت پر متفق نہ ہوتے، اور اگر وہ خلیفہ ہوتے تو چاروں طرف سے ان پر یورش کرتے، رسول اللہؐ نے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے اس سے واقف ہو گیا ہوں خاموش ہو گئے، اور حضرت علیؑ کے نام کی تصریح نہیں فرمائی، پس جو کچھ خدا کی مشیت میں تھا وہی ہوا۔" ابن الحدید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ذکر هذا الخبر احمد بن طاہر صاحب کتاب تاریخ بغداد فی کتابہ مستند یعنی اس روایت کو احمد بن طاہر صاحب تاریخ بغداد نے اپنی کتاب "مستند" میں درج کیا ہے۔

مختصر یہ کہ جناب رسول خداؐ کی اس وصیت میں مزاحمت کی گئی، اور جو بے وحی کے کلام نہ کرے اس پیغمبر خدا کو "بذیان" سے نسبت دی گئی۔ جس وصیت پر قیامت تک کل امت کی ہدایت اور گمراہی کا دار و مدار ہے۔ آخر یہی مخالفت بہتر فرقوں کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ نیز صرف عمر نے نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ آداب رسالت کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ طہ، یسین، مدثر، مزمل وغیرہ القاب سے خدا جن کو پکارے، جناب عمرؓ هذا الرجل لیجھر، کہیں، حالانکہ آنحضرتؐ کے سامنے آواز بلند کرنے کو خداوند عالم نے سختی سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم
فوق صوت النبی ولا تجھروا له بالقول کجھر
لبعضکم لبعض، ان تحیط اعمالکم
وانتم لا تشعرون
سورہ حجرات، پ ۲۶ - آیت ۲

اے ایمان دارو (بولنے میں) تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو۔ اور جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے زور (زور) سے بولا کرتے ہو ان کے روبرو زور نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کر یا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اور اپنی باتوں سے جناب رسول خداؐ کو اذیت پہنچانے والے ہیں، ایسے لوگ ظالم بھی ہیں اور خدا کی نشانیوں کو جھٹلانے والے، ارشاد ہوتا ہے۔
قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون ذہب ہم خوب جلتے ہیں کہ ان لوگوں کی بک بک تم کو صدمہ

لا یکنزبنک ولكن الظالمین بآیت اللہ یحذرون
ولقد کذبتم سلسل من قبلک فصبروا علی
ما کذبوا واذوا حتی آتھم نصرنا۔

سورہ انفام۔ آیت ۳۳
۳۴

پہنچاتی ہے تو (تم کو سمجھنا چاہئے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں
جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم حقیقتاً خدا کی آیتوں سے انکار
کرتے ہیں اور کچھ تم ہی پر مختص نہیں، تم سے پہلے بھی تمہارے رسول جھٹلا
چاچکے ہیں تو انہوں نے اس جھٹلائے جانے اور اذیت و تکلیف پر صبر
کیا۔

یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آئی۔

اصحاب کی اس گستاخی پر حضور کو صبر کا حکم تھا، مگر اس گستاخی کرنے والوں کا انجام

اس آیت میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

الم یعلموا انہ من ینجاد اللہ ورسولہ
فان لہ نارا جھنم خالداً فیھا ذلک
الجزی العظیم

کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے خدا اور
اس کے رسول کی مخالفت کی تو اس میں ننگ ہی نہیں
کہ اس کے لئے جہنم کی آگ (تیار رکھی ہے) جس میں وہ
ہمیشہ جلتا بھنٹتا رہے گا۔ یہی تو بڑی رسوائی ہے۔

پ ۱۰۔ سورہ توبہ۔ آیت ۶۳

پس ایسے لوگوں کو ایمان و اسلام میں کامل کہنا حکم خدا اور رسول کی کھلی ہوئی مخالفت

نہیں تو اور کیا ہے، ملاحظہ ہو قرآنی بیان،

فان لہم لیبتجیبوا لک فاعلم انہما ینتحن
اصواء صم ومن اضل ممن اتبع صواءہ
بغیر حدی من اللہ ان اللہ لایہدی
القوم لظالمین۔

اگر یہ لوگ (اپس رہیں) نہ مانیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ
بس اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں، اور جو شخص
خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی پیروی
کرتے اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا، بے شک خدا ترش
لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔

پ ۲۔ سورہ قصص۔ آیت ۵۰

یہی نہیں کہ صرف ان لوگوں نے اس تحریر کے بارے میں آنحضرت کی مخالفت کی کھلی نہیں

بلکہ اس سے دو چار دن پہلے یہ حضرات لشکر اسامہ میں جانے سے کتراتے رہے اور آنحضرت کو اس
قدر ناراض کیا کہ اس نازک حالت میں بھی حضور نے مسجد میں آکر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لشکر
اسامہ سے پہلو ہٹتی کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے علاوہ آپ کے تمام
بڑے بڑے صحابہ کو جانے کا حکم تھا، یقین نہ آئے تو ذیل کے بیانات پڑھئے کہ آپ کو لشکر
اسامہ کے ہمراہ جانے کا حکم نہیں تھا۔

حکم عالی چند بنافذ شد کہ اعیان ہاجرین و

چہاب رسول خدا، سوائے حضرت علیؑ کے اعیان ہاجرین و

انصار جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، سعد بن ابی وقاص
اور ابو عبیدہ جراح وغیرہ) کو حکم دیا کہ لشکرِ اسامہ
میں شامل رہیں۔ اور اسامہ کے ساتھ رہیں۔
لشکرِ اسامہ تیار کرو خدا لعنت کرے اس پر جو
لشکرِ اسامہ سے علیحدگی اختیار کرے۔

انصار مثل ابو بکر و عمر و عثمان و سعد بن ابی وقاص
و ابو عبیدہ جراح الا علی رضی کہ ہمراہ آن نہ کرو
زاں لشکر ہمراہ اسامہ باشد،
(۲) حضرت و اجیش اسامہ لعن اللہ من
تکلف عتھا۔

(۱۳) اس واقعہ پر شاہ صاحب تحفہ میں بہت کچھ چٹاں چٹیں کر چکے بعد لفظ لعن اللہ کے

یہ معنی بتاتے ہیں۔

”لعن اللہ“ کا جملہ اگر صحیح ہے تو اس کے معنی یہ
ہوں گے کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے زید
بن حارثہ کے انتقام کے لئے اسامہ کو تہا چھوڑنا حرام

صحیح ہم باشد معنی نسبت
کہ اسامہ را تنہا گذاشتن و از ہم رو میان برآ
انتقام زید بن حارثہ پہلو تھی کردن حرام است

اس غم و غصہ کا اثر ہنوز مزاج مبارک سے زائل ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ ان جاں نثاروں
نے اس زخم پر نیک پاشی کی آخر حضور نے ان کو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔ اور ان حضرات سے
ناراض دنیا سے گئے، اب آپ کا ذہن جہاں تک کام کرے سوچئے اور غور کیجئے کہ پھر ایسے
لوگوں کا کیا حشر ہوگا، اور کہاں ٹھکانہ ہوگا۔

الغرض آپ نے اچھا مسئلہ اٹھایا کہ شروع ہی میں مذہبِ اہلسنت کا بھانڈا پھوٹ گیا،
اور فضیلت صحابہ کی قلعی کھل گئی۔ علامہ شہرستانی کے اس بیان کو ایک بار پھر پڑھئے۔ دیکھئے
موصوف صحابہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

”اول شبہ جو عالم میں واقع ہوا وہ اہلسنت علیہ لعن کے تکبر کا نتیجہ تھا،
اور اول نزاع جو اسلام میں واقع ہوئی قضیہ قرطاس سے ہوئی اور صحابہ کی بدولت
ہوئی“

اور اس کے بعد شاہ صاحب کا حسب ذیل بیان پڑھئے اور بار بار پڑھئے، ابطال مذہب

۱۱ مدارج النبوة جلد ۵ ص ۵۳ سطر ۱۲ مطبوعہ نول کشور پریس ۱۲ عابد حیدری

۱۲ مل دخل بر حاشیہ الفصل و نل دخل ابن جنم اندلسی ص ۱۲ منہ

۱۳ تحفہ باب دوم مطاعن طعن بیوم بر ابو بکر ص ۱۲۲ مطبوعہ نول کشور ۱۲ منہ

۱۴ اصل عبارت گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہے اس کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ دیکھئے
شہرستان بر حاشیہ الفصل جنم اندلسی ص ۱۹ - ۱۲ عابد حیدری

اہل سنت کی روشن دلیل ہے۔

مذہبے کہ مخالفین دو (قرآن و عترت) باشد عقیدہ و عملاً در امور شرعیہ نامعتبرست“
بھائیو! اگر تحقیق حق مطلوب ہے تو کتب امامیہ سے اپنے اصحاب حمد و حین کے معائب کی تلاش
میں کیوں دقت بر باد کرتے ہو۔ اپنے گلستاں کی سیر کیوں نہیں کرتے۔

سوئے چمن نہ جانے سوئے لالہ زار دیکھ تو آپ باغ حسن ہے اپنی بہار دیکھ
چونکہ آپ نے دونوں مذہب کی حقیقت و بطلان کا دار و مدار اصحاب کی برائی بھلائی پر رکھا
ہے جس کو ہم نے آپ ہی کی کتب سے ثابت کر دیا کہ یہ پھول بے بو کے ہیں۔ اور یہ ستارے بے نور
ہیں۔ ان سے اور ایمان و اسلام سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ لہذا اب تو سچے مذہب کے
پہچاننے میں دشواری نہیں ہے۔ گذشتہ بیان کی روشنی میں مذہب امامیہ اختیار کرنے میں
کیا رکاوٹ ہے مگر نہیں ہے مشکل اور بہت مشکل۔ کیونکہ یہ تو علماء اہل سنت قطعی طور سے
طے کر چکے ہیں کہ اگرچہ اصحاب ثلاثہ کے ایمان اور عقاید میں تقاضے اور محمد و آل محمد سے منازعات
و مشاجرات اور ان کے حقوق کا تلفت کرنا ثابت ہے، پھر بھی ہم کو مطاعن صحابہ سے چشم
پوشی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے اصحاب رسول خدا سے بغض پیدا ہوتا ہے، چنانچہ
ان لوگوں نے اپنے مذہب والوں کو ایسی کتابوں کے دیکھنے اور بیان کرنے سے روکا ہے
جس میں صحابہ کے فضول و مجور اور مشاجرات وغیرہ کا ذکر ہے۔ ذیل کے بیانات پڑھئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب تکمیل الایمان ص ۶۹ پر لکھتے ہیں:-

اہل سنت والجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اصحاب رسول	(۱) ”روش اہل سنت والجماعت آن
کو سوائے بھلائی کے (برائی کے ساتھ) یاد نہیں کرتے، اور	ست کہ صحابہ پیغمبر اخیر خیر باد نہ کنند، و لعن
لعنت نیز سب دشمن اور ان کے افعال پر اعتراض و	سب دشمن و اعتراض و انکار برایشان نہ کنند
انکار نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی	بایشان براہ سوادب نہ روند از بہت نکاہ
نہیں کرتے صرف اس لئے کہ ان لوگوں کو آنحضرت	صحبت آنحضرت صلعم و از آنچہ ایشان در
کی صحبت کا شرف حاصل ہے، اور اصحاب سے جو	مشاجرات و محاربات و تقصیر در حفظ حقوق
کچھ مشاجرات اور محاربات، اور اہلبیت نبوی کے	اہل بیت نبوی و رعایت ادب بایشان نقل

کہ اصل حوالہ گزر چکا ہے۔ ۱۳ منہ

کنند بعد از تسلیم صوت آں اخبار ازاں اغماض
کنند و تناقل و رزند و گفته ناگفته و شنیده
ناشنیده انگارند۔

حق کی حفاظت، ان کے ادب کی رعایت میں کمی ہوئی
ہے اور جس کی روایت کی جاتی ہے، ان خبروں اور روایات
کو صحیح ماننے کے بعد بھی اس سے اغماض کرتے ہیں۔ اور غفلت
برتتے ہیں اور گفتہ کو ناگفتہ اور شنیدہ نا شنیدہ سمجھتے ہیں۔

علماء نامدار اور اہل سیرت و اہل سیرت کی صحیح
پر نظر رکھتے ہیں، اور انہیں کتب معتبرہ سے منتخب
کے اہل سیرت پر اکتفاء اور اعتبار کیا ہے کہ صحیح
کرام کے مشاہرات کے بارے میں سوائے خاموشی
اور فراموشی کے اور کوئی تصویر نہ کرنا چاہئے۔

(۲) علماء نامدار و اہل سیرت کی نظر بصحت اخبار
دارند کار از کتب معتبرہ انتخاب کردہ اند کہ
برہمیں اقوال اکتفاء و اعتبار نمودہ اند کہ در
مشاہرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین بجز سکوت و ذہول خیال و تصویرے
نہ باید نمود۔ روضۃ الاحباب۔

اسی طرح مولوی خواجہ حسن نظامی کی تالیفات محرم نامہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے
موصوف کو محمد و آل محمد سے عقیدت ہے۔ اور آل رسول پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کا
در پردہ خلفاء ثلاثہ ہیں۔ نیز موصوف نے اپنی کتاب محرم نامہ میں جناب عثمان کی بدعنوانیوں
بہت تفصیل سے لکھا ہے پھر بھی حضرت عثمان کی بدعتوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

محرم نامہ ص ۲۹

حضرت عثمان کی شہادت کا قصہ جیسا غمناک ہے، ویسا ہی پیچیدہ ہے، ایک ایسا
آدمی جو کسی فرقہ کی طرف ذاری نہ کرتا ہو، جب حضرت عثمان کا واقعہ لکھے گا تو اس کو بہت مشکوک
کیونکہ وہ ایک طرف دیکھے گا کہ حضرت عثمان، رسول خدا کے داماد اور بڑے مقرب صحابہ تھے
اور ان کا ادب اس کے دل میں حد درجہ کا ہو گا، دوسری طرف تاریخی واقعات سے اس
کو حضرت عثمان کی چند ایسی بشری ناتوانی کی باتیں نظر آئیں گی جو ان کی شہادت کے لیے
میں معاون ہوئیں۔ ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ واقعات سب لکھ دے اور اپنے ادب
نہ چھوڑے، میں سستی ہوں مجھ پر حضرت عثمان کی عزت و حرمت لازم ہے۔ ان کی عزت
اور اس کے نزاعی واقعات کا فیصلہ میرے اختیار میں نہیں ہے خدا کو معلوم ہے کہ اصل حقائق کیا

انہ کی تکمیل الایمان قلمی موجودہ کتب خانہ ناصرہ لکھنؤ پیش نظر ہے، حوالہ درست ہے۔

نہیں، ہرگز برابر نہیں،

مذکورہ بیانات سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو آیات و احادیث اور روایات بتاتی ہیں کہ سب اصحاب مومن نہیں تھے، علماء اہل سنت انھیں صحیح سمجھ کر بھی، صحابہ کے ہی دام محبت میں پھنسنے ہوئے ہیں۔ جیسے معلوم ہوتا ہے کہ

و بعد اذ علی قلوبہما اکنۃ ان لیفقہوا و فی
ادراں کے دلوں پر ہم نے پردے ڈال دئے ہیں کہ
وہ اسے سمجھیں اور ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔

اور جب ان کے حقیقی ایمان و اعتقاد کا پتہ نہیں چلتا تو اپنے مذہب کا رنگ جانے کے لئے جو فضائل خدا و رسول تھے مومنین صحابہ کی شان میں ارشاد فرمائے ہیں ان کو اپنے اصحاب پر کھینچ کر ٹان کر فٹ کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بصرہ کے سامنے جو لوگ وصی رسولؐ سے باغی ہوئے جنگ کے لئے آکھڑے ہوتے تھے انھوں نے دنیا کی ایک چپہ بھر زمین کو بھی اسلام کے آگے سرنگوں نہیں کیا تھا۔ البتہ دنیا سے اسلام کو نیست و نابود کر دینے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ پس جو لوگ وصی رسولؐ کے مخالفین و معاندین کی نسبت نیک اعتقاد رکھتے ہیں۔ وہ کھلم کھلا خدا و رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علیؑ سے لڑنے والا رسولؐ خدا سے لڑنے والا ہے۔ احادیث اہل سنت خود بتاتی ہیں کہ حضرت علیؑ کا گوشت و پوست رسولؐ کا گوشت و پوست ہے۔ حضرت علیؑ کا دوست، رسولؐ کا دوست ہے وغیرہ۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے احادیث۔

روایت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ
عنها قالت قال رسول اللہ من احب علیا
فقد احبني ومن احبني فقد احب الله
ومن بغض علیا فقد بغضني ومن بغضني
فقد بغض الله (اخرجه الدیلمی والطبرانی
ارجح المطالب ص ۵۲)

جناب ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب
رسولؐ نے فرمایا، جس نے علیؑ سے محبت کی مجھ سے
محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا
سے محبت کی اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا، اس
مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا،
خدا سے بغض رکھا۔

(۲) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیٰ جبک ایمان و بغضک نفاق اول من یدخل الجنۃ بحبک ومن یدخل النار مبغضک۔
(اخرجه ابن خالویہ) ایضاً ص ۵۱۳

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا، تیری محبت ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے جنت میں تمہارا دوست سب سے پہلے جائے گا۔ اور دوزخ میں تم سے بغض رکھنے والا سب سے پہلے ڈالا جائے گا۔

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ من سب علیاً فقد سبنی ومن سبنی فقد سب اللہ ومن سب اللہ ادخلہ اللہ النار ولہ عذاب مہین۔
(اخرجه الدیلمی) ایضاً ص ۵۱۶

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا، میں نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا، جس نے خدا کو برا کہا خدا اس کو دوزخ میں ڈالیگا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۴) اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم عن ابی ہریرۃ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وفاطمہؑ قال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سلم الیکم وعن الترمذی عن زید بن ارقم انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سلم الیکم وصحب الطبری فی الریاض عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم ارجح المطالب ص ۵۴

امام احمد اور طبرانی اور حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ کی طرف دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا کہ میں اس سے لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جو تم سے صلح کرے، اور امام ترمذی نے زید بن ارقم سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو اس سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے، صحیح طبری نے ریاض النفرہ میں اس حدیث

کو ابو بکر سے روایت کیا ہے۔

۱۲ باب مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ باب حدیثی

ص ۶۱۱

ص ۶۱۲

یہ وہ مستند احادیث ہیں جن سے شاہ صاحب کو کبھی انکار نہیں، وہ کبھی حضرت علیؑ سے

لڑنے والے کو مفسد اور کافر بتاتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں لکھتے ہیں۔

۱۱۔ وجہ تخصیص مرتضیٰ امین خواہد بود کہ آنحضرت

صلعم را بوجہ معلوم شد کہ در زمان مرتضیٰ امین و

فساد خواہد شد و بعض مردم انکار امامت او

خواہد نمود" ص ۲۲۲

۱۲۔ محارب حضرت مرتضیٰ امین اگر از راه عداوت و

بعض است نزد علماء اہل سنت کافرست

بالاجماع وہمیں سنت مذہب ایشان در حق

خارج و اہل نہرواں ص ۳۹۵

اہل سنت کو... عجیب و غریب اصول ہے۔ حضرت علیؑ سے لڑنے والوں کو کافر بھی

بتاتے ہیں اور انھیں کو جنتی بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ خواجہ ممدوح الصدر، طلحہ و زبیر کے بارے میں

یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

”ان کو خود رسول اللہ صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی“

اور لطف کی بات یہ بھی ہے کہ اسی رسالہ محرم نامہ کے ص ۶۶ پر اس حدیث کے خلاف یہ بھی لکھتے

ہیں کہ رسول اللہ نے زبیر کو ظالم بتایا ہے۔ ان کے الفاظ پڑھئے۔

”و رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے اے زبیر اس دن سے ڈر کہ تو علیؑ پر فوج

لے کر چلے گا، اور اس دن تو ظالم ہوگا“

اور یہ ظاہر ہے کہ ظالم جنتی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ظالموں کے حق میں خداوند عالم نے صاف کہہ

دیا ہے۔ لعنتہ اللہ علی القوم الظالمین، ظلم کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہے (یعنی رحمت خدا

یاد رکھئے، حضرت علیؑ کی مودت کے بغیر تمام عبادت اور اطاعت بیکار ہے۔ سمرکار وہ

کارشاد پڑھئے۔

۱۔ تحفہ ص ۳۳۱۔ باب ہفتم در ذکر حدیث غدیر مطبوعہ نو لکھنؤ۔ ۱۲۔ عابد حیدر

۱۲۔ ایضاً ص ۳۳۱ سطر ۶ باب دوازدہم ۱۲ منہ

عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم لو ان عبد اعبد الله عز وجل مثل
ما قام لوخ في قومه وكان له مثل احد
ذهبا فانفقته في سبيل الله وصد عمره حتى
يخرج الف حج على قدميه ثم قتل بدين الصفا
والمرورة مظلوما ثم لم يزل الشياطين
لعلهم يراة الجنة ولم يدخلها
(اخرجه الديلمي) ارجح المطالب ۵۲۱

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا،
اگر کوئی بندہ خدا کی اتنی عبادت کرے جس قدر لوخ
اپنی قوم میں ہدایت کرتے رہے اور کوہ احد کے برابر
راہ خدا میں سونا خرچ کرے، پھر اس کی عمر اس قدر
بڑھے کہ پیادہ پا ہزار حج کرے، پھر کوہ صفا و مروہ
کے درمیان تلخ قتل کیا جائے پھر بھی اے علیؑ اگر تجھے دوست
نہ رکھتا ہو تو وہ نہ جنت کی بوسونگہ سکے گا اور
نہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔

شاہ صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت فرض ہے، ان کے الفاظ

پڑھئے۔

” محبت علی فرض مثل محبت پیغمبر و دشمنی علیؑ
حرام است مثل دشمنی پیغمبر و ہمیں سنت
مذہب اہل سنت و الجماعت، ۵۲۱

پیغمبر خدا کی دوستی کی طرح حضرت علیؑ کی بھی دوستی
فرض ہے اور پیغمبر اسلام کی دشمنی کی طرح حضرت علیؑ
کی بھی دشمنی حرام ہے یہی اہلسنت و الجماعت کا مذہب ہے۔
یہی محبت علیؑ جزو ایمان ہے، اور اگر محبت نہیں ہے تو نفاق کی پہچان ہے۔

جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے
حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ تجھے دوست نہیں رکھے گا
مگر مومن اور دشمن نہیں رکھے گا مگر منافق۔“

عن ۳۱ سلمہ راضی اللہ عنہا قالت قال
رسول اللہ صلى الله عليه وسلم يا عليؑ
لا يحبك الا مومن ولا يبغضك الا منافق
متفق (اخرجه النسائي) ارجح المطالب ۵۱۲

اور منافق کی نسبت خدا کا یہ کھلا ہوا ارشاد ہے۔

اس میں شک نہیں کہ منافقین جہنم کے سب سے
نیچے طبقے میں ہوں گے، اور (اے رسولؐ) تم وہاں
کسی کو ان کا مددگار نہ پاؤ گے۔“

ان المنافقين في الدمارك الا سفلى من
النار ولن تجد لهم نصيرا“ پ ۵ - سورہ
نساء - ۱۴۔

اس صورت میں شاہ صاحب کا جو حضرت علیؑ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بالکل قاطع

(حاشیہ) ۱۲ ایضاً ص ۱۱۱ چو تقاباب مطبوعہ لاہور - ۱۲ ۱۱۱ تحفہ ص ۱۱۱ باب ہفتم در ذکر
حدیث غدیر - ۱۲ ۱۱۱ ایضاً ص ۱۱۱ چو تقاباب مطبوعہ لاہور - ۱۲ - عابد حیدری

ہے کیونکہ تمام اہل سنت، اہل بیت کے مخالفین اور دشمنوں کو تمام امت سے مرتبے میں اعلیٰ اور افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ بھائیو! اگر تم وصی رسولؐ سے مودت و محبت رکھتے ہو تو اس کا تقابل ذرا اپنے خلفاء ثلاثہ کی محبت سے کرو، تم خود سوچو کہ وہ اصحاب کبار جنہوں نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی، اور ان سے ناراض تھے ان کے بارے میں تمہارے شاہ صاحب کیسا نازیبا جملہ لکھتے ہیں۔

”پہر گاہ کہ میں قسم مرد و دین جناب الہی اور خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانہ حضرت زہرا چہ پناہ باید داد“

یا ثلاثہ کی خلافت کے منکر کے لئے یہ فتویٰ دیتے ہیں۔

حق تعالیٰ در قرآن مجید منکر خلافت خلفائے ثلاثہ را در آیہ استخلاف کافر فرمودہ: ”اور اصحاب شوری میں جو مخالفت کرے وہ قابل گردن زدنی ہو جائے اور ایسے لوگوں کو تمہارے علماء مرتد بے دین، کافر، وغیرہ کہیں، اور جناب امیر المؤمنین کی خلافت سے جو انکار کرے، نکث بیعت کرے، ان کو تمہارے علماء مجاہد، غازی کہیں اور ان کو جنت کا پروانہ عطا کریں اور رضی اللہ عنہم کی مالا۔۔۔۔۔ کریں۔ واہ کیا خوب محبت ہے عملاً اور فعلاً تو اظہار کدورت و دشمنی ہو اور زبان سے محبت کا دعویٰ۔ آفریں ہے تمہاری اس مودت و محبت پر۔“

اب آپ خود بتائیں کہ مذہبی تعصب میں اہل سنت گرفتار ہیں یا امامیہ اور اپنے آبائی دین کی کورانہ تقلید کون کر رہا ہے۔ انا وجدنا ابائنا علی امتثال الخ کا مصداق کون ہے ہم یا تم۔۔۔۔۔ ہم خلیفہ چہارم (تمہارے عقیدے کے مطابق) کی امامت کے منکر کو جنی بتاتے ہیں یا تم، اور انصاف سے بتاؤ اگر تمہارے دل میں حضرت علیؑ کی محبت و مودت ہوتی اور ان کو امام مانتے تو تم اپنے فتویٰ میں یہ نہیں کہتے کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر کافر، بلکہ یہ کہتے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا باتیں پڑھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے مذہب کی بنیاد صرف اصحاب ثلاثہ کی اندھی محبت پر ہے۔ آیات الہی اور احادیث نبوی سے اس مذہب کا دورے بھی لگاؤ نہیں اور اگر ہے تو آیات کی مہمل تاویلوں اور وضعی حدیثوں سے جو شام کی تاریکی سے نکل کر تاریک گھروں تک پہنچتی ہیں۔ کیا انہیں خوبیوں سے آپ نے اہل سنت و الجماعت کو

اور مذہب امامیہ کو برا سمجھا ہے۔ اگر آپ کی یہی سمجھ ہے تو آپ ہی کو ایسا مذہب مبارک امام کو ایسے ناخدا کی ضرورت نہیں جو خود ضلالت کے بھنور میں غرق ہو رہا ہے۔ ہم تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سفینہ نجات (آل محمد) کو اپنا راہبر ناخدا بنا چکے ہیں۔ جو عین نوشنودی خدا ہے۔

اب بتائیے آیات مندرجہ ذیل کے مصداق آپ ہیں یا ہم، (مگر انصاف سے بتائیے گا)

۱۱، امنت استس بنیانه علی تقوی من الله کیا جس شخص نے خدا کے خوف اور خوشنودی پر اپنی

وصنوان خیر است اسس بنیانه علی

شقا جرف ہاد فانہار یہ فی نار جہنم

واللہ لایہدی القوم الظالمین

پا ۱۱ - سورہ توبہ - ۱۳۶

۱۲، قریقا ہدی و قریقا حق علیہم الضلالۃ

انہم اتخذوا الشیطن اولیاء من دون اللہ

و یحبون ان ینصروہم ہتدون -

پا ۸ - سورہ اراہ - ۲۴

عمارت کی بنیاد ڈالی ہو وہ زیادہ اچھے یا وہ

شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اس بوجہ کر کے

کے لب پر رکھی ہو جس میں دروازے پر چکی ہو اور گرا چکا ہو پھر

اسے لے دیکر جہنم کی آگ میں پھینکے اور خدا ظالم لوگوں کو منزل

اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گروہ کے

سر پر گمراہی سوار ہو گئی، ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ

کر شیطان کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے، اور باوجود

اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔

اس پر بھی اگر آپ مطاعن صحابہ کو افشا کرنے پر آمادہ ہیں تو آگے بڑھئے، ہم بھی حضرت

عمر کے اس خطبہ سے جس کو انہوں نے جناب ابو بکر کو مسند نشین کرتے ہوئے، مسجد نبوی میں

ماجرین اور انصار کے سامنے فرمایا تھا۔ آپ کی خلافت راشدہ کو خلافت فاسدہ، ثابت

کئے دیتے ہیں۔ لیجئے، خلیفہ صاحب کا خطبہ پڑھئے، جو بخاری شریف کی زینت بڑھا رہا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ حضرت ابو بکر کی بیعت ایک خطرناک

ناگہانی امر ہے، اس نے اس کے شر سے لوگوں کو بچا لیا۔

اب جو کوئی اس طرح کی بیعت کی کوشش کرے اسکو قتل کر دو۔

اس کے بعد امام غزالی کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے۔

جمہور (علماء حدیث) نے حدیث غدیر کی صحت پر اجماع

کیا ہے اور اتفاق کر لیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، جس کا

میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں۔ اور عمر نے اس وقت

یہ کہا کہ مبارک ہو مبارک آپ کو اے علی کہ آپ میرے

اکوان بیعتہ ابی بکر کانت فلتتہ وقتی

اللہ شرھا فمن عادالی مثلھا فاقتلواہ

بخاری

اس کے بعد امام غزالی کا ارشاد بھی پڑھ لیجئے۔

فاجمع الجاہلین علی موت الحدیث من خطبۃ

یوم غدیر یونعم بالتفاق الجمیع و یقول

من کنت مولاًہ فعلی من لاءہ فقال عمر بنی

بنی یخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحتم مولا

و مولیٰ کل مومن و مومنة فهذا تسليم و رضا
 و تحكيم ثم بعد هذا غلب الهوى ليجب
 الرياسة و حمل عمود الخلافة و عقود النور
 و خفقات الهوى في تعقبة الديات و استنباط
 از دحام الخيول و فتح الامصار و سقايم
 كاسن الهوى فعادوا الى الحالة الاولى
 قنيدوا و ساء ظهروا هم و اشتروا به
 ثمنا قليلا قبس ما يشترون به انتهى
 و لما مات رسول الله صلى الله
 عليه و آله و سلم قال قبل وفاته
 ايتوني بد و آ و بياض لا ذيل
 منكم اشكال الامر و اذ كما لكم من مستحق
 بعبا بعدى قال عمر دعى الى جل فانه ليحيى
 فلهما بطل تعلقكم بتاويل النصوص فعدت
 الى الاجماع، سر العالمين ص ۱۹

اور تمام مومن اور مومنہ کے مولیٰ ہو گئے، پس عمر کا یہ
 قول (حضرت علیؑ کی خلافت پر) تسلیم و رضا اور
 فیصلہ ہے، پھر اس کے بعد حکومت دریاست کی محبت
 کی وجہ سے خواہش نفسانی کا غلبہ ہوا، نیز خلافت کے
 جھنڈوں کا ہر شہر و دیار میں گر جانا اور علم کے پھر بیرون
 کا ہوا پس ہر جگہ اڑنا اور سواروں کا دونوں طرف چلنا
 میں چلنا، اور ملک اور شہروں کا فتح کرنا ان سب
 باتوں کے تصور نے ان کو خواہش نفسانی کا جام پلا
 پس وہ لوگ پہلی حالت (رجاہلیت) کی طرف لوٹ گئے، اور
 جو حالت قبل اسلام تھی ویسے ہی ہو گئے، اور عہد مبارک کو پس
 ڈال دیا۔ اور حکومت کو بھڑکی سے قیمت پر خرید، اور جو چیز
 انھوں نے خرید کی وہ بہت ہی بُری ہے۔
 جب رسول اللہؐ کا انتقال ہوا، آنحضرت نے مرنے
 سے پہلے کاغذ و ادوات طلب فرمایا کہ میں تم سے ایک
 امر کو دور کر دوں، اور اس کو بتا دوں جو میرے
 بعد اس خلافت کا مستحق ہے تو اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا کہ رہنے دو یہ شخص ہذا بیان کرتا ہے، پس جب
 باطل ہو گیا تمہارا تعلق اس تاویل سے تو پھر اجماع کی طرف پلٹ گئے، سبط ابن جوزی نے اس عبارت کو
 بحوالہ سر العالمین اپنی کتاب خواص الامم میں نقل کیا ہے، اور امام ذہبی جو فن حدیث میں امام شمار کئے جاتے ہیں
 اس کو امام غزالی کی تالیفات میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد اول بذیل ذکر حسن بن علی
 ص ۲۰۷ مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ۔

مذکورہ بیانات، فضیلت صحابہ، کے مشتے نمونہ، از خدواری، ہیں۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قال۔ دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت۔ پہلی دلیل۔

یہ سب جانتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائے عرب میں مبعوث کیا اور
 معظمہ میں اول اول حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اس وقت سب لوگ کافر و مشرک

اور آپ کے عزیز و اقارب اور رشتہ دار بھائی بند اس خبر کے سنتے ہی آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے، کوئی مجنوں کہتا تھا، اور کوئی دیوانہ بتاتا تھا (لغو ذالک من ذاک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہارِ محجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے، مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانوں کی ہو گئی، اور دعوتِ اسلام علانیہ ہونے لگی۔ اور ارکانِ دین کو حضرت نے علی رؤسِ الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا، تب اہل مکہ نے یہاں تک تکلیف دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا، اور مدینہ کو ہجرت کرنی پڑی اور آہستہ آہستہ دین کی ترقی ہوتی شروع ہوئی۔ اور پھر اس قدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصہ میں سیکڑوں سے ہزاروں کی اور ہزاروں سے لاکھوں کی نوبت آگئی، اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین میں داخل ہو گئی۔

حقیقی۔ جناب! آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ تو آنحضرت کی بعثت سے متعلق ہے۔ آپ کے اصحابِ ثلاثہ کی فضیلت وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، البتہ ان کی خاطر آپ آنحضرت کے عزیزوں کو حضور کا دشمن بتا رہے ہیں، حالانکہ تمام حدیث و سیر کی کتابیں کہتی ہیں کہ جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور پوشیدہ طور پر حق کی دعوت دینے لگے۔ تو سب سے پہلے آپ کے عزیزوں ہی نے تصدیق رسالت کی تھی۔ اور جب کھلم کھلا دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور کفار جانی دشمن ہو گئے اس وقت بھی عزیزوں ہی نے ہر طرح نصرت کی، اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ہم ذیل میں روضۃ الاحباب کی عبارت کا ملخص ترجمہ پیش کرتے ہیں، جس کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے واقعات و حالات کی صداقت کے لحاظ سے بہت معتبر اور مستند قرار دیا ہے۔ اس بیان سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے نازک وقت میں آنحضرت کے معین و مددگار آپ کے عزیز و اقارب ہی رہے، ”اخیار“ نہیں تھے۔ لیجئے ترجمہ حاضر ہے، (اصل عبارت طول کے خوف سے چھوڑ دی گئی ہے)

”جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس سال کا ہو گیا، تو خداوند عالم نے (لوگوں کی ہدایت کے لئے) تمام مخلوق پر آپ کو رسول بنا کر بھیجا، اور مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے، آثار اور علامات، حضور سے ظاہر ہونے لگے۔ جیسے سچے خواب دیکھنا، درختوں اور پتھروں کا سلام کرنا، جب تنہا راستہ طے کرتے تھے کسی آدمی کی آواز سنتے تھے کہ آپ کو پکار رہا ہے، اور کہتا ہے کہ اے محمد! جب داہنے بائیں دیکھتے تھے، کوئی نظر نہیں آتا تھا، ہر سال

اسی طرح ہوتا رہا، جب ولادت کا اکتالیسواں سال شروع ہوا تو آنحضرت اٹھے اور قاعدہ معینہ کے مطابق غار حرا کی طرف چلے گئے، اور وہاں جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ خود آنحضرت سے مروی ہے کہ ایک دن میں غار حرا میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہا کہ اے محمد آپ کو جو خبر ہو کہ میں جبرئیل ہوں، خداوند عالم نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ اس امرت پر خدا کے رسول ہیں، جبرئیل نے کہا پڑھئے میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبرئیل نے مجھ کو اپنی گود میں لے کر دیا۔ اور کہا اب پڑھئے، پس میں نے سورہ اقرآن آخر تک پڑھا، اس کے بعد جبرئیل نے اپنا پیر زمین پر مارا جس سے پانی کے چشمے ظاہر ہوئے، خود وضو کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وضو کیجئے، حضور نے وضو کیا، جبرئیل نے دو رکعت نماز پڑھی، اور حضور نے جبرئیل کی اقتدار کی۔ جب جبرئیل غائب ہو گئے تو آنحضرت اس طرح سے ہوئے گھر آئے کہ گد دن اور دوش کے درمیان گوشت پھر کھا رہا تھا، آنحضرت نے فرمایا مجھے اڑھادو پس کوئی چیز اڑھادی گئی، یہاں تک کہ خود جاتا رہا۔ اس وقت حضرت خدیجہ سے کہا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، حضرت خدیجہ نے کہا ڈرے نہیں، خدا کے تعالیٰ آپ کو کسی بلا میں مبتلا نہ کرے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کی حالت اپنے پتھر کے بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کر دوں۔ ورقہ وہ شخص ہے کہ زمانہ جاہلیہ میں دین قریش اور نضرائی کو چھوڑ کر موحد ہو گئے تھے، اور انجیل کا اچھی طرح علم تھا۔ پس حضرت خدیجہ ورقہ کے پاس گئیں۔ اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے مجھ کو جبرئیل کے بارے میں کچھ بتائیے یہ سن کر ورقہ نے کہا قدوس۔ قدوس۔ جبرئیل خدا کے امین ہیں۔ خدا اور اس کے پیغمبروں کے درمیان، خدیجہ نے کہا، (میرے سر تاج) مجھ کو کہتے ہیں کہ جبرئیل میرے پاس آئے تھے، اور پوری کیفیت دہرا دی۔ ورقہ نے کہا، محمد کو میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ خود مجھ سے اپنا حال بیان کریں، آنحضرت ورقہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور سب حال بیان کیا۔ ورقہ نے کہا کہ بشارت ہو تم کو اے محمد میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جس کی بشارت حضرت امی علیہ السلام نے دی تھی، کہ میرے بعد ایک رسول مبعوث ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی احمد اور خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ جلد ہی کفار سے جہاد کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ اے کاش میں اس دن زندہ رہتا تو ضرور آپ کی نصرت کرتا۔

جب آنحضرت کو روشن دلیات سے معلوم ہو گیا کہ میں رسول برحق ہوں، سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ کو خدا پرستی اور توحید کی دعوت دی، وہ بے توقف آپ پر ایمان لائے ہیں

اور تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اسی دن سہ پہر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الہامی لائے، اس لئے آپ آنحضرت کی آغوش تربیت میں تھے، جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے۔ اور پیغمبر خدا کا کام ترقی کر رہا ہے، تو ان کا حسد اور سرکشی اور دشمنی زیادہ ہو گئی۔ مگر آنحضرت کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکی۔ کیونکہ ابوطالب آپ کی پڑ زور حمایت کرتے تھے۔ اور دوسرے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب، ابوطالب کی حمایت میں کوشش کرتے تھے۔ پس تمام اشراف قریش جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے، اور کہنے لگے ہماری دو بانوں میں کسی ایک کو کیجئے یا تو اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیجئے تاکہ ہم اس کو ہلاک کر دیں، یا ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے، اور یقین کیجئے کہ اگر وہ ہمارے بتوں کی برائی اور دشنام دہی سے باز نہ آئیں گے تو ہم ان کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ یہ کہہ کر ابوطالب کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، حضرت ابوطالب نے کسی کو بھیج کر آپ کو طلب فرمایا، اور کہنا تمہاری قوم کے لوگ آئے تھے اور کچھ باتیں مجھ سے کر گئے۔ اور مجھ کو تمہارے معاملہ میں جدال و قتال کا وعدہ کر گئے ہیں۔ اب تم اپنی جان پر رحم کرو اور اس امر کی تکلیف نہ کہ جس کی طاقت نہ مجھ میں ہے اور نہ تم میں، اور ان پر طعن کرنے اور ان کے معبود (بتوں) کو برا بھلا کہنے سے اپنی زبان کو روکو، ورنہ یہ بات ہمارے اور ان کے درمیان جدائی کا سبب ہوئی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید ابوطالب میری حمایت سے دست بردار ہو رہے ہیں، اور مجھ کو کفار کے حوالے کرنا چاہتے ہیں، فرمانے لگے۔

”لئے میرے چچا! اگر آفتاب کو آسمان سے اتار کر میرے ڈانپے ہاتھ پر رکھ دیں اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ اس امر حق سے باز آجاؤں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہاں تک خداوند عالم دین کو آشکارا کرے یا میں فنا ہو جاؤں۔ یہ فرما کر مجلس سے اٹھے اور جانے لگے۔ ابوطالب کو آنحضرت کی باتوں سے رقت طاری ہو گئی، اور کہنے لگے، جان بردار! پلٹ آؤ۔ پیغمبر خدا واپس آئے۔ ابوطالب نے کہا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ اور اس معاملہ میں جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ رہوں گا کفار قریش کی مجال نہیں

۱۔ محسن الملک اور ان کے ہوا خواہ بتائیں کہ ابوطالب، بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، جو آنحضرت کی پڑ زور حمایت کر رہے تھے دشمن تھے یا دوست؟ کہیں دشمن بھی کسی کی حمایت کرتا ہے؟ عابد حیدری

کہ تمہیں سنا سکیں، خلاصہ روضۃ الاحباب جلد اول ص ۱۲۲

یہ واقعات اسلام کی تاریخ کی تمام کتابوں میں درج ہیں۔ جب کفار کی یہ تجویز بھی ناکام ہو گئی تو طے کیا کہ آنحضرت اور آپ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ جب حضرت ابوطالب کو اس کا علم ہوا تو آنحضرت اور دوسرے بنو ہاشم کو لے کر اپنے شعب میں چلے گئے جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہاں تین سال تک ابوطالب اور دوسرے بنو ہاشم آنحضرت کی دل و جان سے حفاظت کرتے رہے، اس قدر تکلیف اٹھائی کہ ضروریات زندگی کی چیزیں بھی نہیں مل سکتی تھیں کیونکہ قریش نے ان کے ہاتھ خرید و فروخت بالکل بند کر دی تھی۔ چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَدَعَى الْمُوَاهِبِ الْوَالِدِ الْمَدِينَةَ لِمَا سَأَلَ قُرَيْشٌ
عِزَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ وَعِزَّ
أَصْحَابِهِ بِالْحَبْشَةِ وَأَسْلَمَ عِيسَى وَتَشَوَّلَ إِسْلَامًا
فِي الْقِبَالِ، اِجْمَعُوا عَلَيَّ أَنْ يَقْتُلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا طَالِبٍ فَجَمَعَ بَنِي هَاشِمٍ
وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَدَخَلُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شُعْبَهُمْ وَ
نَحْوَهُ مِمَّنْ أَرَادَ قَتْلَهُ فَاجَابُوا لَهُ ذَلِكَ حَتَّى كَفَرُوا
فَعَلُوا ذَلِكَ حِمِيَّةً عَلَى عَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّارَاتِ
قُرَيْشٍ ذَلِكَ اجْتَمَعُوا وَتَمَرَّ بَعْدُ أَنْ يَكْتُبُوا كِتَابًا
يَتَعَاقدُونَ فِيهِ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ
أَنْ لَا يَمْلِكُوا لَهُمْ وَلَا يَمْلِكُ بَعْضُهُمْ وَلَا يَخَالِطُوهُمْ
وَلَا يَقْبَلُوا مِنْهُمْ صَلَاحًا أَوْ إِحْسَانًا حَتَّى يَسْلَمُوا إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ لِلْقَتْلِ وَكُتِبَ فِي صَحِيفَةٍ بِحُطْمِ مَنْصُورِ
بْنِ عَكْرِ مَرْبُوعِ بْنِ هِشَامٍ وَقِيلَ لِبَعْضِ بَنِي عَامِرٍ

مواہب لدنیہ میں ہے کہ جب قریش نے دیکھا کہ نبی صلی
علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی عزت روز
بروز بڑھ رہی ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں بھی
عزت سے ہیں اور جناب عمر اسلام لایچکے ہیں، اور
عرب کے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل رہا ہے تو قریش
نے اجماع کیا کہ نبی صلعم کو قتل کر دیا جائے، حضرت
ابوطالب کو قریش کے اس ارادہ کی خبر ہو چکی تو
بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع کیا، اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابوطالب میں لے کر چلے
گئے، اور تمام لوگوں سے اس بات کی خواہش کی کہ
رسول کو قتل کرنے والوں کے ارادے سے محفوظ رکھیں
چنانچہ سب نے آپ کی بات پر لبیک کہا۔ یہاں تک کہ
کفار بنی ہاشم جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے جاہلیت
کی عادت کے مطابق حِمیت وغیرہ کی بنا پر حفاظت کرتے

فرزندان اسلام بتائیں کہ اس نازک وقت میں آنحضرت کے مولس دمد دگار کون لوگ تھے؟ کیا آپ
کی تاریخ بنو ہاشم کے علاوہ کسی اور صحابی کا نام پیش کر سکتی ہے؟ کیا شعب ابوطالب میں محصور ہونے والا
عزیز آنحضرت کے دشمن تھے؟ ۱۲ عابد حیدر

فصلت یدہ وعلقوا بالصیفة فی جوف اللجة
 بعد اول الحرم سنة ببيع من النبوة واشجار
 بنو ہاشم وبنو عبد المطلب الی ابی طالب و
 دخلوا معہ شعبۃ الایالیہ فکان مع قریش
 اقاموا علی ذلک سنتین او ثلاثا، وقال ابن
 سعد سنتین حتی جحدوا وکانت قریش
 قد قطعت عنہم المیرۃ و الامادۃ وکان لا یصل
 الیہم شیء الا سرا وکانوا لا یخرجون الا من
 موسم الی موسم،

میں شریک ہوئے، قریش نے ابو طالب کا یہ انتظام دیکھا
 تو دوسرا جمع کیا۔ اور بیٹے کیا کہ ایک معاہدہ لکھا جا
 جس میں تاکید ہو کہ کوئی شخص بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب
 سے شادی بیاہ، خرید و فروخت اور میں بول نہ کرے
 اور جب تک رسول اللہ کو قتل کرنے کے لئے ہمارے ہوا
 نہ کر دیں اس وقت تک صلح نہ کی جائے۔ بالآخر اس
 مضمون کا عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہشام کے ہاتھ
 سے اور ایک قول کے مطابق بغیض بن عامر کے ہاتھ
 سے لکھوایا، لکھتے ہی اس کا (کاتب کا) ہاتھ شل
 ہو گیا۔ اس عہد نامہ کو شروع محرم سنہ سن بعثت

تاریخ خمیس جلد اول ص ۲۹۷

خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ اس کے بعد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب جناب ابو طالب کے پاس جمع ہو گئے،
 اور آپ کے ہمراہ شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ مگر ابو لہب نہیں گیا، وہ قریش ہی کے ساتھ رہا۔ یہ حضرات اس
 میں دو یا تین سال رہے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ دو ہی سال محصور رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سخت زحمت
 اٹھائی اور قریش نے ان سے رسد وغیرہ بالکل بند کر دی تھی، اور مطلقاً کوئی چیز ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی
 ہاں پوشیدہ طریقے سے کچھ چیزیں پہنچ جاتی تھیں اور وہ حضرات شعب سے سال بسال، زمانہ حج میں نکل پاتے تھے۔
 (۲) شبلی نعمانی کا بیان :-

”حق ذوی القربی اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ ان لوگوں نے ابھارا اسلام میں آنحضرت
 کا ساتھ دیا جب کفار نے زیادہ مجبور کیا تو تمام بنو ہاشم نے جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس
 وقت تک اسلام نہیں لائے تھے آنحضرت کا ساتھ دیا، جب آنحضرت مکہ سے نکل کر پہاڑ کے ایک
 درے میں پہنچے تو سب بنو ہاشم ساتھ تھے، (الفاروق ص ۲۰۱)

(۳) ان قریشا وکنانۃ تحالفت علی نبی ہاشم
 ونبی عبد المطلب ان لا تناکحن ہم ولا یتبايعوا
 حتی یسلموا الیہد النبی صلعم و بخاری
 قریش احد کنانہ نے باہم حلف لیا تھا کہ نبی ہاشم اور نبی
 عبد المطلب کے ساتھ مناکحت اور خرید و فروخت بند
 کر دی جائے، جب تک کہ وہ نبی صلعم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔

(۴) اس جگہ تاریخ کامل کے اردو ترجمہ عروج الاسلام سے ایک روایت درج کی جاتی ہے
 جو ابو طالب کی کمال محبت پر روشن دلیل ہے۔

جب قریش کو معلوم ہو گیا کہ ابو طالب رسول اللہ سے کنارہ کش نہیں ہوتے، بلکہ وہ آپ کی طرف اسی اور قوم کی عداوت کے لئے مضبوط ہیں تو عمارہ بن الولید کو ابو طالب کے پاس لائے اور کہا کہ عمارہ بن الولید قریش کا ایک نوجوان ہے جس کے بڑے بڑے بال ہیں اور تہا حسین ہے، اسے تولے لے۔ اس کی عقل اور قوت بڑے کام آئے گی، اسے تو اپنا بیٹا بنالے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے جس نے ہمیں سفیہ بنایا ہے، ہمارے دین کی مخالفت کرتا ہے اور ہماری جماعت کو متفرق کر دیتا ہے۔ اسے ہم مار ڈالیں گے۔ آدمی کے بدلے آدمی ہوتا ہے۔ ابو طالب نے کہا، کیا لغوبات تم مجھ سے چاہتے ہو اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھانا کھلاؤں اور پرورش کروں۔ اور میرا بیٹا مجھ سے عوض میں لیتے ہو کہ اسے تم قتل کر ڈالو۔ یہ تو کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ اس پر مطعم بن ہدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا کہ اے ابو طالب لوگوں نے یہ بات انصاف کی کہی ہے۔ مگر مجھے تیرا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اسے نہ مانے گا۔ ابو طالب نے کہا اٹھو نے یہ بات انصاف کی تو نہیں کہی مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔ اور میرے برخلاف قوم کا شریک ہوتا ہے تو مجھے اختیار ہے، جو چاہے کر، اس پر بڑی سوت گفتگو ہوئی اور سب دشمن کی نوبت پہنچی۔ "عروج الاسلام جلد ششم ص ۱۱ مطبوعہ آگرہ۔"

(۵)

دو سال کے بعد جب آپ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو عبدالمطلب کا بیٹا سید کی عمر میں انتقال ہو گیا، اور آپ اپنے دادا کی شفقت سے محروم ہو گئے، عبدالمطلب کے بعد ابو طالب نے آپ کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری لی اور ہمیشہ نہایت محبت کے ساتھ اپنے بیٹے کی طرح آپ کو رکھا، کبھی بغیر آپ کے کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کو پیغمبری کا منصب ملنے سے پہلے اور اس کے بعد اپنی وفات تک آپ کے حامی رہے۔"

رسالہ ذکر مبارک ص ۱۱، مولفہ جناب میمونہ سلطان شاہ با تو بیگم صاحبہ نواب زادہ
میر حاجی حمید اللہ صاحب، مطبوعہ علی گڑھ مصححہ جناب مولوی محمد حبیب الرحمن صاحب صدر
الصدور حیدرآباد دکن۔

جناب ابو طالب ہر رات رسول اللہ صلعم کو اپنے بستر پر آرام کرنے کو فرمایا کرتے اور خود آنحضرت کے ساتھ سوتے تھے، لیکن جب لوگ سب جاتے تھے، تو ابو طالب

۶) وكان ابو طالب نبي كل ليلة يامر رسول الله صلعم ان ياتني فرأيتني يضطجع به فاذا انما انا قاقاسه وامر احد بنه او غيرهم من اخواني

و ابن عمیر انما یصطیح مکانہ فی فاعلیہ ان یقالہ
 سن یرید بالیسوع "النسان العیون" مولفہ
 محدث علی بن یوسف بن شافعی
 آپ کو وہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ سلاتے اور بچنے
 آپ کے اپنے کسی اور بیٹے یا بھائی یا بھتیجے کو سلا دیتے
 تھے اس خوف سے کہ جو لوگ آنحضرت کو قتل کرنا چاہتے
 وہ اپنے بڑے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

مذکورہ بیانات سے معلوم ہوا کہ اس سورت مصیبت میں آپ کے اصحاب ثلاثہ شریک نہیں
 تھے، جناب عثمان حبشہ چلے گئے تھے اور حضرت ابو بکر و عمر کفار قریش کی پناہ میں رہ کر آرام کر رہے
 تھے۔ مزید تسلی کے لئے مواہب لدنیہ صفحہ ۱۵ کی ایک روایت پڑھئے۔

کان اول من ظہر الاسلام ستۃ مع رسول
 اللہ صلعم ابو بکر و عمار و امہ سمیہ و صہیب
 و بلال و المقداد فاما رسول اللہ فہو بعد
 انی طالب و اما ابو بکر فممنعہ اللہ بقومہ و
 اما ما ترہم فاخذہم المشرکون فلبسہم ادرع
 الحدید و صہب و ہم فی الشمس
 شروع میں چھ آدمی رسول اللہ پر ایمان لائے تھے
 ابو بکر، عمار، اور ان کی والدہ سمیہ اور صہیب اور
 بلال اور مقداد رسول اللہ حضرت ابو طالب کی
 حفاظت میں رہے اور ابو بکر اپنی قوم کی پناہ میں رہے
 باقی لوگوں کو کفار نے پکڑ لیا۔ اور انھیں لہسے کی
 زنجیریں پہنائیں اور ان کو تپتی دھوپ میں بیٹھا دیا۔

ان بیانات کے بعد اب ہم ذیل میں چند وہ روایتیں پیش کرتے ہیں جس سے جناب ابو طالب
 کا نرسن کامل ہونا ثابت ہوگا۔

۱۱ جب صحیفہ لکھا گیا اور کعبہ میں لٹکا یا گیا، تو ان لوگوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب
 کو چھوڑ دیا، اور ابو طالب اور ان کے ساتھی اس گھائی میں تین سال تک رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے
 دیکھ کر بھیجا اس نے جو کچھ ظلم اور قطع رحم کی باتیں اس میں لکھی تھیں وہ کھا لیں، اور صرف اللہ
 کے نام اس میں چھوڑ دئے، پھر جبرئیل بنی صلعم کے پاس آئے اور انھیں اس کی خبر دی، بنی صلعم
 نے اپنے چچا ابو طالب سے یہ بات بیان کی، ابو طالب آپ کی سب باتوں کو سچ مانتے تھے کسی بات
 میں شک نہیں کرتے تھے، اس لئے وہ گھائی سے نکل کر حرم میں گئے اور عمار قریش کو جمع کیا۔
 اور کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھ سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ کی طرف دیکھا بھی ہے۔
 وہ قطع رحم اور ظلم کی تحریر تو کھا گئی، اور اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑ دیا۔ اسے لا کر دیکھو، اگر وہ سچا نکلے
 تو جان لو کہ تم ظالم اور قاطع الرحم ہو، اگر وہ چھوٹا نکلے تو تم سچے ہو، اور ہم باطل پر ہیں یہ سنتے ہی
 وہ جھلکے اور اسے لا کر دیکھا، تو ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا، پھر ابو طالب

قیامت کے دن میری شفاعت کے مستحق ہوں۔ یعنی کلمہ شہادتین کا اقرار فرمائیں۔ ابو طالب نے جواب دیا اے میرے فرزند! اگر تجھے قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا، وہ کہیں گے کہ میں نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا، تو ضرور کلمہ پڑھ لیتا، لیکن جب موت کا وقت بالکل قریب ہوا، اپنے لبوں کو حرکت دے رہے تھے جناب عباس نے اپنا کان لگا کر غور سے سنا تو آنحضرت سے کہنے لگے، اے فرزند، خدا کی قسم ابو طالب نے وہ کلمہ پڑھ دیا جس کو پڑھنے کے لئے آپ فرما رہے تھے، یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی صدک یا عم، (اے چچا تمام حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے آپ کی ہدایت فرمائی) ابن عباس سے تو یہی روایت ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ وہ کافر نے خود جناب ابو طالب کے اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رسول اللہ کی رسالت کے

یعنی الشهادة فقال له ابو طالب يا بن اخي لولا مخالفة السببة وان تظن قریش انما قلتموا جزعنا من الموت لقلتموا قلنا انما نرى من ابی طالب الموت فجعل یحرق شفیتہ فاصنع الیہ العباس یا ذنہ وقال واللہ یا بن اخي لقد قال الکلمة التي ان تقول لها فقال رسول اللہ الحمد للہ الذی صدک یا عم هكذا راوی عن ابن عباس والمشهور انہ مات کافر اذ من شعر ابی طالب یدل علی انہ کان صدقاً قال رسول اللہ قوله،

چنانچہ ان کے چند اشعار حسب ذیل ہیں :-
 ودعوتی وعلیت انک صادق ولقد صدقت وکنت ثما مینا
 اے پیغمبر! آپ نے مجھے (دین حق کی) دعوت دی، میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اپنی دعوت میں سچے ہیں، بے شک آپ سچے اور امین ہیں۔
 ولقد علیت بانک دین محمد من خیر ادیان البریة دینا
 اور یہ بھی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد جو دین لائے ہیں، وہ دنیا کے تمام دینوں میں سے بہتر ہے۔

واللہ لن یصار الیک بحمهم حتی اوسد فی المقراب دینا
 خدا کی قسم، تمام کفار قریش مل کر بھی آپ کو ستا نہیں سکتے، یہاں تک میں خاک میں دفن کر دیا جاؤں گا۔

تاریخ ابوالفداء ص ۱۲۳ مطبوعہ لندن

۲۴، علامہ سید علی حائری طاب ثراہ سے ایمان و اسلام ابو طالب کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا، ممدوح نے جو جواب کتب اہل سنت سے دیا وہ ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے، یہ جواب مشہور اخبار، اثنا عشری دہلی مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۱ء کو شائع ہوا تھا۔

(۱) احسن المطالب فی نجات ابی طالب میں سید احمد بن سید زینبی و حلال نشتہ

اور میندی نے اپنی شرح دیوان میں اور ہرزخی و دیگر محققین علماء اہلسنت
تے احتراف کیا ہے کہ ابوطالب کی نجات کے متعلق بہت سے علماء محققین
اور ادیبان عارفین قائل اور معترف ہیں۔ ان میں قرطبی، شعرائی بکلی صریح
لفظوں میں ایمان ابوطالب کے معترف ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے فضلاء
ہیں جو اس بات کو کہہ گئے ہیں کہ ہمارا بھی اعتقاد ہے کہ اور ہم اسی اعتقاد
کے ساتھ خدا کے سامنے جائیں گے، مواہب لدنیہ اور اسنی المطالب میں
برزخی، ابو نعیم، اور بیہقی سے منقول ہے۔

جناب ابوطالب کی وفات کے وقت پیغمبر اسلام
تشریف لائے، اس وقت ابوطالب کے پاس
ابو جہل اور عبداللہ ابن امیہ فخری موجود تھے
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، چچا بکلی
لا الہ الا اللہ پڑھئے، تاکہ میں خدا کے سامنے نجات
کروں، آپ کے (ایمان و اسلام کے) بارے میں
سکر ابو جہل اور عبداللہ ابن امیہ فخری بولے
اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر چکے

ان النبی حضر اباطالب عند الموت و
عندہ ابو جہل و عبد اللہ بن امیہ
المخزومی، فقال النبی یا عبد کل لا الہ
الا اللہ کلمۃ احاج بہا لک عند اللہ فقال
ابو جہل و عبد اللہ ابن امیہ یا اباطالب
ترغب عن ملة عبد المطلب فلم یندرا لیدر
حتی قال ابو طالب علی ملة عبد المطلب
فلما تقارب عن ابی طالب الموت نظر
الیاس، فرأه یحمرک شفیتہ فاصغی الیہ
بأذنه منه الشہادۃ فقال للنبی صلی اللہ
یا بنی اخی واللہ لقد قال الکلمۃ التی امرتہ
بہا و لم یصرح من لفظۃ لا الہ الا اللہ
لکنہ لم ینکب اسلامہ

ہو؟ ان کے اصرار پر ابوطالب نے جواب دیا۔ نہیں
میں عبدالمطلب ہی کے دین پر قائم ہوں، جب
کا وقت بالکل قریب آیا، عباس نے دیکھا کہ ابوطالب
کے دونوں لب ہل رہے ہیں۔ اپنا کان لگا کر عمو
سنا وہ کلمہ شہادت پڑھ رہے تھے، عباس فوراً
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے، اے یادگار برادر! خدا کی قسم ابوطالب نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس
پڑھنے کا آپ حکم فرما رہے تھے، اور عباس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تصریح نہیں کی اس لئے کہ آپ
اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔

بندر زنجی، زینبی، بنیرہ جو زلی، واقدی وغیرہ۔ روایت ابن سعد، ابن عساکر و محمد بن اسحاق لکھتے ہیں۔

(ب) قال لما توفي ابو طالب اخبرت رسول الله صلعم فبكي بكاء شديدا ثم قال صلعم اذ غسله وكفنه ودقنه غصرا لله له ورحمة اور فرمایا اے علیؑ بجاؤ انھیں غسل و کفن دو اور دفن کرو، خدا ان کو بخشے اور رحم کرے۔

ابو داؤد، نسائی، ابو الحارود، ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کو جناب امیر سے روایت کیا ہے۔

(ج) تذکرۃ الائمہ میں بنیرہ ابن جو زلی، ابن سعد اور واقدی سے روایت ہے۔
 (ج) قال له العباس يا رسول الله انك لتجو فقال صلعم اى والله لا رجوله وجعل الله صلعم يستغفر له اياما لا يحصى حتى يمته ہاں، خدا کی قسم میں امید رکھتا ہوں، اس کے بعد آنحضرت کئی دن تک جناب ابو طالب کے لئے استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے باہر تشریف نہیں لائے۔

(د) بنیرہ جو زلی نے واقدی، اور ابن عباس سے روایت کی ہے۔
 عارض بن رسول الله جنازة ابي طالب فقال صلت الرحم جناك الله يا عبد خير! فرمایا، اے چچا آپ نے صلہ رحمی کیا خدا آپ کو جزا بخیر دے۔

(۱۸) اسی طرح مناقب میں رازی نے ذخائر العقبیٰ میں محب الدین طبری اور زینی، اور برزنجی، اور ابو نعیم وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے۔
 قال قال رسول الله صلعم اذا كان يوم القيمة شفعت لابي وامى وعمى ابي طالب واخى فى الجاهلية بھائی تھا، ان سب کی شفاعت کروں گا۔

ابو نعیم نے توضیح کی ہے کہ وہ بھائی زمانہ جاہلیت کا رضاعی بھائی تھا۔
 خود ابو طالب کے کثرت سے اشعار ہیں جو ان کے مسلمان اور موحد ہونے کی روشن

دلیل ہیں۔ زینبی اور ہرزنجی نے لکھا ہے کہ شوب ابو طالب کو قریش کے محاصرہ کرنے کے وقت ابو طالب کے ایک طویل خطبہ مخاطبیت قریش میں اثناء فرمایا اور حسب ذیل اشعار ان کے عقیدہ حقہ اور اسلام پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

السمہ تعلموا انا وجدنا محمدًا
سرسو لا لموسى صحیح ذلک فی الکتاب

کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہم نے محمد صلعم کو رسول پایا ،
موسیٰ کی طرح جس کی صحت کتب (آسمانی) میں موجود ہے

وخیر بنی صا شم احمد
سرسو لالا علی فتوحا

بنو ہاشم میں سب سے بہتر احمد ہیں ،
زمانہ فترت کے بعد خدا کے رسول ہیں

نبی اتا بالذین من عندہ برابہ
بصداق وحق لا نکون حمرا کافرا

(محمدؐ بنی ہیں) جو دین کو سچائی اور حقانیت کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف سے لائے ہیں۔ لہذا لے حمزہ

تم انکار نہ کرنا۔

پھر اقرار توحید میں فرمایا ہے۔

وہاب الناس لیس لہ شریک
هو الوہاب والمبدی والمعدی

یعنی سب کا پالنے والا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ شروع میں سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی پھر سب کو بلٹائے گا۔

ایک محقق کے لئے میرے خیال میں تسلیم اسلام ابو طالب کے متعلق اسی وقت

کافی ہے اور کسی ناقد بصیر کو اس کے بعد اسلام ابو طالب کے متعلق شک و شبہہ باقی نہیں

رہ سکتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے تو اہی دی کہ خدا نے ان کو بخش دیا، اور ان پر رحم کیا۔

آنحضرتؐ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور یہ قرآنی بات ہے کہ مومن کافر کے لئے دعائے

خیر نہیں کرتا، چہ جائیکہ رسول اللہؐ۔

(د) حاشیہ شفا کے عیاض پر امام احمد بن حسین حنفی موصلی اور علی جمہوری اور

تلمسانی سے نقل کیا گیا ہے۔

یعنی ابو طالب سے بغض رکھنا کفر ہے، کیونکہ

بنی کے حامی، مددگار، مہربانی ہیں۔ ابو طالب

مذمت بنی کی مذمت ہے اور ابو طالب کو ستا

پس غیر اسلام کو ستانا، اور جو بنی کی مذمت کرے

ان بغض ابی طالب کفر لانه کان حامی

البنی وناصر لا ودر بنیہ فذمہ ذمہ البنی

واذمہ ان ذمہ البنی وامن ینذمہ فهو

کافر وحب قتله وعند المالیۃ وان تاب

یحجب قتله

کافر ہے۔ اس کا قتل کر دینا واجب ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ بنی کی مذمت کرنے والا توبہ بھی کرے تب بھی واجب القتل ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ابو طالب کا اپنے بیٹوں کو پیغمبر کا ساتھ دینے کی تاکید کرنا، اور اپنے بھائیوں، عباس و حمزہ و خیرہ کو اسلام لانے کی بے حد رغبت دلانا یہ سب باتیں غیبیہ ظاہر کہہ رہی ہیں کہ ابو طالب اسلام کو صرف اچھا ہی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسا حق مانتے تھے کہ لوگوں کو بتا سکتی سے روکتے تھے، اور پیغمبر صلعم و نیردین اسلام کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے حضور ختمی مآب صلعم کو حقیقی فرزندوں سے زیادہ عزیز بنا اور دوست رکھتے تھے

(۵) شبلی نعمانی لکھتے ہیں:-

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابو طالب کے ہونٹاں لڑ رہے تھے، حضرت عباس نے جو اس وقت تک کافر تھے، کان رگا کر سنا تو آنحضرت سے کہا کہ تمہارے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابو طالب وہی کہہ رہے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر ۱۲۶۰ھ

ابو طالب نے آنحضرت صلعم کے لئے جو جاں نثاریاں کیں ان سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کہ آپ پر نثار کرتے تھے، آپ کی صحبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر حضور ہوئے، فاقے کئے، شہر سے نکلے گئے، تین برس تک آب و آہ بند رہا۔ کیا یہ خوب یہ چوشا ہے جان نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ ناسی برسہا کانپور۔

(۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

یوں ابو طالب وفات یافت سید عالم ہمراہ جناہ
ابو طالب میرفت، دمی گفت اے عم من صد
رحم بجا اور دی و در حق من هیچ تقصیر نہ کر دی
خدا ترا جزائے خیر دید "مدارج النبوة"

جب ابو طالب نے انتقال کیا آنحضرت جناب ابو طالب کے جنازے کے ہمراہ جا رہے تھے، اور فرماتے تھے اے میرے چچا، آپ نے حق صلہ رحمی ادا کیا، اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی خدا آپ کو بہترین جزا دے گا۔

معاذ اللہ اگر ابو طالب کافر ہوتے تو آنحضرت کے سینہ سپر نہ رہتے۔ کہیں اسلام کا دشمن

اسلام کے بانی کی نصرت کر سکتا ہے؛ اگر آنحضرت کو ابوطالب کی اسلامی حمایت اور ایمانی محبت پر اطمینان نہ ہوتا تو ان کی وفات پر محضروں نہ ہوتے اور آیہ مندرجہ ذیل کے خلاف دعائے مغفرت نہ فرماتے۔

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یتلغصوا
للمشرکین ولو كانوا ولی قریبی من بعد
ما تبین لهم انہما اصحاب الحجیم،
پا ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۲

جنگہ نبی اور مومنین پر ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی ہیں تو اس کے بعد مناسب نہیں کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرے، خواہ وہ مشرکین قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں۔

ابوطالب کے بارے میں مذکورہ بیانات کو پڑھئے اور اپنے خلقاء کے سچے اسلام اور آپ کے ایمان سے تقابل کیجئے۔ جو عمر بھر تذبذب میں رہے، شرک خفی میں مبتلا رہے دفی الحال ذیل کے بیانات پڑھئے انشاء اللہ بہت کچھ آئے گا۔

ان الشیخین ہزبا یوم احد، وراجع عمرا
نیشف دموعہ ولسئل علیا العفو، قفا
النت المنادی قتل محمد فارجعوا الی
ادیانکم فقال انما قالہا ابو بکر،
(مسند احمد بن حنبل -)

اس میں شک نہیں کہ حضرات شیخین جنگ اب
احد میں بھاگ گئے، پھر حضرت عمر آنسو پونچھتے
ہوئے واپس آئے۔ اور حضرت علیؑ سے معافی
کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے
نہ انہیں دی کھٹی کہ محمد قتل ہو گئے لہذا لے لو گئے!

اپنے سابقہ دین (بت پرستی) کی طرف لوٹ جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے میں نے نہیں کہا تقابل ابو بکر نے کہا تھا

بجاری نے ادب مفرد میں معقل بن یسار سے روایت
کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں جناب ابو بکر کے ساتھ،
آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرت نے
ابو بکر سے فرمایا تم میں شرک چھوٹی کی چال سے

بھی زیادہ خفی موجود ہے، پس ابو بکر نے کہا کہ آخر
شرک ہی تو ہے کہ آدمی خدا کے ساتھ کسی دوسرے
کو معبود قرار دے، تو آنحضرت نے فرمایا، اسی خا

کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۳۰۵ سطر ۳۰

ضرور شرک تم لوگوں میں چھوٹی کی چال سے زیادہ خفی موجود ہے۔

سبحان اللہ صد آفریں اس سچے مذہب پر اور ہزار تحسین ان عقاید پر ابو طالب جن کے ایمان و اسلام کی تصدیق قرآن، حدیث علماء کے ارشادات، خود ان کے بیانات سے ہوتی ہے۔ ان کو تو آپ کافر و مشرک کہیں، اور جو حضرات جہاد سے بھاگ جائیں اور شرک خفی میں آلودہ ہوں ان کو آپ تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ و افضل اور ایمان و اسلام میں سب سے بہتر سمجھتے ہیں، مگر عقل و دانش بیاہد گریست شاید آپ ہی ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ہے۔

ہم لا یعلمون ، ہم لا یعقلون ، ہم لا یتدبرون ، ہم لا یتفکرون
 وہ لوگ کچھ نہیں جانتے ، وہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے ، وہ لوگ کچھ غور نہیں کرتے ، وہ لوگ کچھ نہیں سوچتے ،
 ہم لا یتذکرون
 وہ لوگ یہ سب نہیں کرتے تو پھر کیا کرتے ہیں۔ فی طغیانہم لیمھون۔

اسی طرح جناب خدیجہ کی سابقہ اسلامی خود بخاری شریف سے ثابت ہے۔

(۱) ”جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے میری رسالت سے انکار کیا، میری رسالت کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا، اور اپنا مال مجھ پر اس وقت صرف کیا جب کہ لوگوں نے مجھے نہ دیا۔“

ترجمہ صحیح بخاری مطبع احمدی لاہوری ص ۱۸ - ۱۹۔ کتاب المناقب
 (۲) ارشاد خداوندی ہے۔

ووجدك عائلاً فأعني۔ یعنی تم کو خدانے تنگ دست پایا پس معنی بنا دیا۔
 اس آیت کی تفسیر، مفسرین اہلسنت نے حسب ذیل کی ہے۔

خدائے پاک کے اس ارشاد سے وہ مال مراد ہے جو حضرت خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام نے آنحضرت پر صرف کیا تھا، بمعالم التنزیل ص ۹۹،

(۳) ولادت کے پہلے والد کے انتقال کر جانے سے پیغمبر صاحب نبی دست رہ گئے، دادا اور چچا نے پرورش کیا وہ بھی ان کا احسان تھا، پیغمبر صاحب کی تولد نگرہ جسکی منت خدا ان پر رکھتا ہے اس طرح شروع ہوئی کہ خدیجہ الکبریٰ بڑی مال دار تھیں، ملک شام میں ان کی تجارت ہوا کرتی تھی، انھوں نے پیغمبر صاحب کی رستی اور دیانت داری کا شہر سنا اور ان کو سردار قافلہ بنا کر شام بھیجا، تجارت میں خدانے برکت دی، اور خدیجہ الکبریٰ نے پیغمبر صاحب سے نکاح کر لیا پیغمبر صاحب کی پہلے سی بے سرو سامانی دور ہو گئی، یہی ان

کی تو انگری تھی۔ ترجمہ قرآن شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب۔
 (۴) ان اللہ تعالیٰ اعطاء بقرہ میرا بی طالب لب
 ولما اختلف احوال ابی طالب اعطاء
 بما مال خدیجہ علیہ
 سے غنی بنا دیا اور جب ابو طالب کی مالی حالت خراب
 ہو گئی تو خدیجہ کے مال سے غنی کر دیا۔
 (۵) ویاقت ترا در ویشے عیال دار پس
 تو انگری ساخت ترا بما مال خدیجہ تفسیر
 حسین جلد ۲ ص ۶۶۱

اسی طرح جناب حمزہ کے اسلام کا حال، رسالہ ذکر مبارک میں اس طرح

درج ہے۔

۱۱) ایک دن رسول اللہ کو وہ صفا پر تشریف رکھتے تھے، اودھر سے ابو جہل
 نکلا، آپ کو دیکھ کر گالیاں دینے لگا۔ اور ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے آپ
 کا سر زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ آپ صبر کر کے گھر چلے آئے، آپ کے چچا حمزہ
 شکار سے واپس آ رہے تھے، ایک عورت نے ان سے کہا، بڑا افسوس ہے کہ
 تمہارے بھتیجے کو ابو جہل نے آج زخمی کیا، حضرت حمزہ اگر چہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے
 لیکن آخر چچا تھے، یہ سن کر خون نے جوش کیا، حضرت حمزہ نے غصہ میں آکر کہا خدا کی قسم جنتک اس شخص
 سے بدلہ نہ لیلو نگا جس نے محمد پر ظلم کیا، مجھ پر کھانا پینا حرام ہے، اسی حال میں رسول اللہ کے
 پاس آئے، اور آپ سے کہا تمہارا چچا تمہارے دشمن سے بدلہ لینے آ گیا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا آپ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، جس کا نہ باپ ہے نہ چچا،
 نہ ماں، سوائے خدا کوئی مددگار نہیں، حضرت حمزہ نے قسم کھا کر کہا میں تمہاری ضرورت
 مدد کروں گا۔ آپ نے جواب دیا، اگر آپ میری مدد میں مسٹرکوں کو اتنا قتل کریں
 کہ ان کے خون سے تمہا جائیں، تو بھی آپ میرے عزیز نہیں ہو سکتے، جب تک آپ
 ایمان نہ لائیں، اور اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول
 نہ کہیں، حضرت حمزہ کے دل پر آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اور ان کو آپ کی سچائی

کا یقین ہو گیا۔ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، رسول اللہ نے خوش ہو کر حضرت حمزہ کی پیشانی چوم لی، حضرت حمزہ کے ایمان لانے سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، کیونکہ یہ بڑے بہادر تھے، اور سب پر ان کا رعب چھایا ہوا تھا۔
(۲) مدارج النبوة ص ۵۸ پر بھی یہی ہے آخری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔

.. ابو جہل کی اس حرکت پر حضرت حمزہ غضبناک ہو کر اس کے پاس گئے اور اس کے سر پر اپنی کمان اس زور سے ماری کہ اس کا سر بھٹ گیا اور فرمایا کہ تو محمد مصطفیٰؐ کو اذیت اور دشنام دیتا ہے، حالانکہ میں انھیں کے دین پر ہوں۔
۱۱ جناب جعفر بن ابی طالب کا ایمان لانا بھی علماء اہل سنت نے تسلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :-

فلما نزل علی مع رسول اللہ جعفر عند العباس حتی بعثہ اللہ نبیاً، فاتبعہ علی قاصت بہ وصدقہ ولم یزل جعفر حتی اسلم واتبعہ،
حضرت علیؑ ہمیشہ آنحضرت کے پاس رہے (کیونکہ آنحضرت نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا) اور جعفر ہمیشہ عباس کے پاس رہے، کیونکہ انھوں نے آپ کو کفالت میں لیا تھا) (مگر) خدا نے جب آنحضرت کو

نبی بنا کر بھیجا تو حضرت علیؑ نے آپ کی پیروی کی۔ آپ پر ایمان لائے، اور آپ کی تصدیق کی، اور جعفر اپنے حال پر رہے۔ یہاں تک کہ اسلام لائے اور آنحضرت کی پیروی کی۔ اذاتہ الخفہ مقصد دوم ص ۲۰ مطبع مدینہ۔

(۲) یہی جناب جعفر ہیں جنہوں نے حبشہ میں نجاشی بادشاہ کو اسلام کی حقانیت بتائی اور جب کفار، مسلمان ہماجرین کو وہاں سے واپس لینے گئے تھے اور نجاشی کو تحفے کا لفٹ دیکر چاہا تھا کہ ان مظلوموں کو واپس لا کر پھر سٹائیں تو جناب جعفر ہی نے نجاشی کو اصل بات سے آگاہ کیا اور کفار کے مکر و فریب سے خبردار کیا، ”ذکر مبارک کی چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

نجاشی نے ان سے پوچھا تمہارا کیا دین ہے؟ حضرت جعفر کھڑے ہو گئے، اور فرمایا، اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم سے تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، خدا نے ہم میں ایک نبی پیدا کیا، اس نے ہم کو خدا کی طرف بلا یا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ کریں، ہم نے اس کی سچائی یقیناً

کیا، اور جو کچھ اس کے پاس خدا کی طرف سے آیا، اس کی ہم نے پیروی کی ہم ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے، اس تقریر سے بنجاشی اور اس کے درباریوں پر اچھا اثر پڑا، بنجاشی نے کہا، تمہارے رسول پر جو کچھ خدا کی طرف سے اترا ہے، وہ سب سچا ہے، حضرت جعفر نے بڑی خوش الحانی سے سورہ مریم کی تلاوت کی، خدا کا کلام سن کر بنجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور اس نے درباریوں کی طرف دیکھ کر کہا، خدا کی قسم میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ وہی محمد رسول اللہ ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی۔ ص ۲۹ تا ص ۲۹

ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد ص ۱۶ مطبوعہ انور محمدی لکھنؤ۔
یہ تو آنحضرت کے قرابت داروں کے ایمان و اسلام کی بات تھی۔ اب خصوصیت سے یہ نفس رسول، حضرت علیؑ کے بارے میں چند احادیث و اقوال مورخین ملاحظہ ہوں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ آپ ہی سابق الایمان والا سلام ہیں۔ آپ ہی صدیق اکبر فاروق اعظم اور سید الصادقین ہیں۔

ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کی راہ میں اپنی نعمت اتاری، روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آیا ہم حضور کو جنت میں دیکھیں گے، سرور عالم نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے، جو اس کی راہ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہے، پس یہ آیت ہوئی اولئك مع الذين الخ۔ کہ وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی یعنی بنیوں اور مدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے رفیق ہیں۔

(۱) عن ابن عباس فی قوله - تعالیٰ، من یطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله علیہم قال علی یا رسول الله هل نقدر علی ان نذیرک فی الجنة قال یا علی ان لکل نبی رفیق اول من اسلم من امتہ فتولت هذا الاية اولئك مع الذين انعم الله علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا قد عارضہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال ان الله تعالی قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیقی کلک اول من اسلم وانما الصدیق الا

(تفسیر ابن الحجام ص ۲۳) راجع المطالب

رفیق ہوں گے۔ جناب سرورِ عالم نے جناب امیر کو بلایا، اور فرمایا، یا علیؑ خدائے تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا۔ اور تجھے میرا رفیق بنایا، کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے، اور تو صدیق اکبر ہے۔

(۲) عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القیامۃ راکیان غیرنا الرابعة فقال راہل من الانصار قد اتت ابی امی من ہم یا رسول اللہ قال انا علی البراق واخی صالح علی ناقۃ اللہ الی عقرت وحمی حمزہ علی ناقۃ العنبا وواخی علی علی ناقۃ من لوقہ الجنة بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الا و میون ما هذا الا ملک ماقر یا ابنیامرسل او حامل العرش فیحببہم ملک من بطنان العرش یا معشر الادمیین لیس هذا ملک ماقر یا ولا نبیا مرسلًا ولا حامل عرش هذا الصدیق الاکبر علی بن ابی طالب۔

(اخرجه ابو جعفر العقیل)

کہ کوئی ملک مقرب ہے، اور نہ کوئی نبی مرسل، نہ حامل عرش، بلکہ یہ صدیق اکبر علی بن ابی طالب ہیں۔ عباد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا میں خدا کا بندہ، رسول اللہ کا بھائی ہوں، اور میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا، مگر جھوٹ بولنے والا، میں نے سات برس پہلے نماز پڑھی

اخرجه احمد فی المناقب والنسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک وحاکم ابو زید بن عثمان بن ابی شیبہ فی سننہ وابتعا صم فی السننہ وحافظ ابو نعیم الحلیہ واللعقلی

لہ ارجح المطالب ص ۲۱ باب اول مطبوعہ لاہور لہ ایضاً باب اول مطبوعہ لاہور۔ ۱۲ عابد حیدری

جناب سلمان اور حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی کا ہاتھ تھام کر فرمایا یہ تحقیق یہ وہ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور یہ اس اہل حق و باطل کے درمیان آخرت کرنے والے ہیں۔ یہی مومنین کے امیر ہیں۔ یہی قیامت کے دن بھی میری مصاحبیت کریں گے، یہی صدیق اکبر ہیں۔

بخاری نے ابن عباس سے اور امام احمد نے ابو لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا صدیق تین ہیں، اول حبیب النجار مومن الیاسین، جس نے اپنی قوم سے کہا تھا اے میری قوم رسولوں کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جنہوں نے کہا تھا، کیا تم لوگ ایسے شخص کو قتل کر دو گے جو کتاب میرا پالنے والا خدا ہے اور علی ابن ابی طالب جو ان سے افضل ہیں۔

ابو لیلیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے بعد فتنہ ہو گا۔ پس جب ایسا ہو تو تم لوگ علی سے جدا نہ ہونا، کیونکہ وہ فاروق ہے جو حق و باطل میں تفرقہ کرے گا۔ ارجح المطالب
البراقع سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے اپنے روز و شبہ نماز پڑھی اور حضرت خدیجہ نے آخر روز و شبہ سے نماز پڑھی، اور حضرت علی علیہ السلام نے سہ شنبہ صبح سے نماز پڑھی اور سات برس تک سے پہلے مخفی طور پر تینوں بزرگوں کو نماز پڑھتے رہے۔

(۴) عن سلمان الفارسی والی ذرا الغفاری قال اخذ رسول الله صلعم بيد علي فقال ان هذا اول من آمن بي، وهذا فاروق وهذا الامتة وهذا يعسوب المومنين، وهذا من لي صاحبني يوم القيمة وهذا الصديق الاكبر (اخرجه الطبري) والديلمي والطبرقي في الكبير في مسند سلمان) ايضا

(۵) عن ابن عباس والی لیلی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، الصد يقون ثلاثه حبیب النجار، مومن الیاسین، الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وخرقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان يقول رابی الله وعلی بن ابی طالب وهو افضلهم ايضا

(۶) عن ابی یسری قال قال رسول الله صلعم سیکون من بعدی فتنه فاذا کان ذلک فالتزموا علیاً فانہ الفاروق بین الحق والباطل (اخرجه الخوارزمی وابن عبد البر فی الاستیعاب)
(۷) عن ابی هریرة قال صلعم النبی صلی الله علیه وسلم اول يوم الاثنين وصلت خدیجة آخر يوم الاثنين وصلی علی يوم الثلاثاء من الغد وصلوا مستخفياً قبل الناس سبع سنین... ايضا

ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ نے درود بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو، انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود

بھیجا، قبل اس کے کہ کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہو۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا مجھ پر اور علی پر سات برس تک ملائکہ درود پڑھتے رہے۔ اور یہ اس لئے کہ سوائے میری اور علی کی آواز شہدان لاله اللہ کے کسی اور کی آواز آسمان تک نہیں پہنچتی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت ایسا بقول الخ سے مراد یہ ہے کہ یوشع بن نون نے حضرت موسیٰ کی طرف اور صاحب الیاسین نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور حضرت علی بن ابی طالب نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اسلام لانے اور ان کی تصدیق کرنے میں سبقت کی۔

عقیف کنڈی کہتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں، میں مکہ آیا، اور حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس مقیم ہوا، جب آفتاب بلند ہوا اور آسمان کی پوری بلندی پر پہنچا اس وقت، میری نظر کعبہ کے طرف تھی میں نے دیکھا کہ ایک جوان شخص آیا اور نظر اٹھا کہ آسمان کی طرف دیکھا، اس کے بعد کعبہ کی طرف رخ کیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بھی نہ گزری تھی کہ ایک صاحبزادہ آیا۔ اور وہ اس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک

(۸) عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلعم ان الملائكة صلت علی علی بن ابی طالب قبل ان یسلم بشر۔ ایضاً (۹) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلعم صلت الملائكة علی وعلی علی صلعم سنین وذلک انه لم ترفع شهادة ان لا اله الا الله الی السماء الا منی ومن علیؑ ایضاً

یوشع بن نون الی موسیٰ و سبط سنا الیاسین الی عیسیٰ و سبط علی بن ابی طالب الی محمد بن عبد اللہ صلعم، اخرجہ الضحاك والطبرانی، وابن مردودید اخرج المطالب

(۱۱) عن عقیف الکنڈی قال حیث فی الجاہلیة الی مکة فنزلت علی العباس بن عبد المطلب فلما ارتفعت الشمس ووصلت فی السماء وانا انظر الی الکعبة اقبل شاب فرأی بصره الی السماء ثم استقبل الکعبة فقام مستقیماً فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ فلم یلبث حتی جاءت امیة فقامت خلفها فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأة ففی الشاب ساجدا فسجدامعہ فقلت

یا عباس امر عظیم، فقال هل تدراى من
هذا الشاب فقلت لا فقال محمد بن
عبد الله بن عبد المطلب هذا ابن اخي
هل تدراى من هذا الغلام فقلت لا
فقال هذا علي بن ابي طالب بن عبد
هذا ابن اخي هل تدراى هذه المرأة
التي خلقها فقلت لا قال هذا خديجة
بنت خويلد زوجة ابي ابي هذا جد
ان رابده راب السموات والارض امر
بهذا الدين الذي هو عليه والله ما علي

الارض كلها احد علي هذا الدين غير
سواك والثلثة اخرج احمد والنسائي له

جواب دیا۔ یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے کی بیوی ہیں۔ میرے بھتیجے کا کہنا ہے کہ اس کا پروردگار تمام
آسمان و زمین کا پروردگار ہے۔ (اسی نے) اسے اس دین کا حکم دیا ہے کہ وہ اس دین پر قائم رہے، اور
خدا کی قسم زمین پر سوائے ان تین کے کوئی چوتھا اس دین پر نہیں۔

تصانف نسائی ص ۳۲ و کامل ابن اثیر جلد ثانی ص ۲۲ میں باختلاف الفاظ و تاریخ
طبری جلد اول حورہ سوم ص ۱۱۱ میں بھی یہ حدیث درج ہے۔

(۱۲) عن عمر بن الخطاب قال اشهد على رسول
الله سمعته هو يقول لو ان السموات السبع
والارضين السبع وضعت في كفة ميزان
ووضع ايمان علي بن ابي طالب في
میزان ليرجح ايمان علي

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ میں شہاد
دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اگر
ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک
پلے میں رکھے جائیں اور حضرت علیؑ کا ایمان ایک
میں تو علیؑ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔

(مناقب خطب خوارزمی فصل ۱۲)

بِعَنَةِ اللَّهِ بِنِيَا فُصْدًا عَلِيًّا

تاریخ ابوالفلاح ۱۱۸۵ھ

(۱۷) وَاخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ عَنِ ابْنِ مَرْيَمَةَ وَابْنِ أَبِي

بِالْصَدَقَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَقَ بَيْتُ

قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ «دَرُثُورِجَ ۵ ۳۲۸»

(۱۸) وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ

هُمْ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بِأَنَّ سُوْرَةَ حُدُودٍ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ (أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي الْمُسْنَدِ

وَالشُّعْبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ وَالْمَغَازِيُّ فِي الْمَنَاقِبِ)

(۱۹) فِي عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَمَا أَنَّ اللَّهَ دَجَّرَ وَ

اسْتَوْدَعَهُ فَذَهَبَ كَثْرَتُ مَوْنِ النَّاسِ إِلَى أَنْ

لَمَّا شَرَّكَ بِاللَّهِ شَيْئًا فَيَتَأَنَّفُ الْإِسْلَامَ

بَلْ كَانَتْ تَابِعًا لِلنَّبِيِّ فِي جَمِيعِ أَعْمَالِهِ مَعْتَدِيَةً

وَبَدِيَّةً وَصَوَّرَ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ عَصَمَهُ وَسَيِّدَهُ

وَدَفَّقَهُ بِالْتَبَعِيَّةِ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ لَأَنَّ كَانَتْ

عِيَاظُهُ مَقْطُوعًا وَلَا مَجْبُورًا بِنِهَايَةِ عَمَلِ الطَّاعَاتِ

بِإِخْتِيَارِهِمْ قَادِرِينَ، وَاجْتِنَابِ مَنْهَبَاتِ

مَرَاوِجِ الذَّمِّ جِلْدِ أَوْلَادِ صِحْحَةِ ۳ ط م ص -

تھے۔ چنانچہ خدا کی اطاعت اختیار کی اور اس کے حکم کے موافق رہے اور اس کی منہیات سے پرہیز کیا۔

(۲۰) عِيسَى مَوْزَعِينَ نَعَى بَعْضُ حَضْرَتِ عَلِيٍّ كَيْ سَابِقِ الْإِسْلَامِ هُوْنَهُ كَا اِقْتِرَارِ كَيْ هِيَ - ذَوِي كَابِيَا

ملاحظہ ہو۔

در مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اس امر کی مدعی ہے کہ سب سے پہلے

حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب درحقیقت وہ

بہت ہی سابق الاسلام تھے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکم مادر ہی میں

دین اسلام قبول کیا تھا۔ اور جب تک حمل میں رہے اپنی ماں کو بت کے سامنے جھٹکنے نہ دیا۔ اسی واسطے جب مسلمان علیؑ کا نام لیتے ہیں تو در کرم اللہ وجہہ لکھتے ہیں۔ یعنی خدانے ان کے چہرے کو بزرگی اور عظمت بخشی ہے۔ کہ انہوں نے نہ خود کبھی بتوں کو سجدہ کیا، اور نہ اپنی والدہ کو کرنے دیا۔ حالانکہ اور کوئی صحابی ایسا نہیں ہوا، جس نے بتوں کو کبھی سجدہ نہ کیا ہو، اس واسطے علیؑ اس دعا کے ساتھ مخصوص کئے گئے، اور مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے، اور میں علیؑ سے ہوں، اور وہ مجھ سے وہی درجہ رکھتا ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھا۔ میں ایک شہریوں جس میں تمام علوم بند ہیں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اگر شجاعت و خوش ظنٹی، زہد، پارسائی، عقل و دانائی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو علیؑ ہی ایسا شخص تھا کہ اس قوم میں اس سے بڑھ کر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ ترجمہ تاریخ الاسلام، مولفہ مسٹر ادگلی ص ۳۳۳

غیر مذہب والے تو حضرت علیؑ کے لئے اس طرح عقیدت کے گہر پیش کر میں مگر افسوس کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے حسب ذیل لفظوں میں زہرا گل کہ اپنی سنیت کا ثبوت دیں۔

اگر مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ ہی سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے تو کبھی سمجھنا چاہئے کہ گھر کے ایک نادان پنکھے کا ایمان لانا اور نہ لانا کیا چیز ہے؟ اور اسلام کو کیا مدد مل سکتی ہے؟

”عروج الاسلام“ ترجمہ تاریخ کابل ”مترجم مولوی عبدالغفور خاں صاحب رام پوری۔ یاد رکھئے، اس کلمے کا اعتراف صرف ”انہیں رسولؐ“ ہی کے بارے میں کیا جاتا ہے، ورنہ اپنے اصحاب کو اس صغریٰ میں اسلام لانے پر چڑھتے ہیں، عبدالمدا بن عمر کے بارے میں شبلی نعمانی کا بیان پڑھئے۔

”عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر سے پیشتر یہ شرف حاصل کر چکے تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ کبھی حضرت عمرؓ کے ساتھ اسلام لائے نہ ہو، بہر حال ان کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا۔ اور بالکل ان کو بچپن ہی کے زمانہ میں گنہگار مراد ملا۔“ ”الندوة“

مگر ان کے گنہگار مراد، کو ان کے والد صاحب کا حسب ذیل بیان بے مراد کر دینا ہے۔

”ایک شخص (حضرت عمر سے مخاطب ہو کر) بولا کہ آپ اپنے بیٹے عبد اللہ کو خلافت کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا چپ خدا تجھے غارت کرے، تو نے یہ مشورہ خدا کے واسطے نہیں دیا، اور نہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے، جو شخص (یعنی عبد اللہ بن عمر) اپنی بیوی کو طلاق دینے میں ٹھپک فیصلہ نہ کر سکتا ہو، وہ مسلمانوں کا کیا خاک فیصلہ کرے گا؟“ محرم نامہ ص ۱۱۱، مولفہ خواجه نظامی۔

یہی ابن عمر تو وہ بزرگوار ہیں، جو اہل بیت کی دشمنی میں اتنے آگے ہیں کہ حضرت علی کی بیعت نہیں کی، اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دینا چاہا تو آپ کی جھوٹی حدیث بیان کر کے ان لوگوں کو بیعت توڑنے سے روک دیا۔ اسی طرح حجاج بن یوسف ثقفی ایسے ظالم و فاسق کی بیعت کرنے کے لئے آدھی رات کو اس کے گھر پہنچے، اور حجاج نے کہا اتنی جلدی کیا ہے صبح بیعت کر لینا، تو یہ حدیث بیان کر دی کہ جو کسی امام کی بیعت بغیر مر جائے وہ کفر کی موت مرتا ہے۔ اس وقت حجاج ایسے دشمن اسلام نے بھی اعتراض کیا کہ حضرت علیؑ کی بیعت کے وقت تم کو یہ حدیث یاد نہ تھی، پھر کہا کہ میرا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ پاؤں سے بیعت کر لو۔ چنانچہ اس کے قدم چوم کر چلے آئے، یہ واقعات تاریخ بلا ذریعہ کامل، طبری، روضۃ الصفا وغیرہ میں موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہو گیا کہ نفس رسول حضرت علیؑ سے ہے۔ ایمان لائے، اور آنحضرت نے آپ ہی کو صدیق اکبر، فاروق اعظم فرمایا۔ مگر حضرات ثلاثین خلافت کی طرح ان القاب کو بھی اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور ان کے ہوا خواہوں نے اس سلسلہ میں حدیثیں گڑھ کر ان کو مشہور کر دیا۔ مگر پھر خود ہی حقیقت کو کھول بھی دیا۔ اور بیانگ دل نہ دیا کہ خدا و رسولؐ نے جناب ابو بکر و عمر کا نام صدیق اور فاروق نہیں رکھا، روایات ذیل ملاحظہ کیجئے

(۱) صحابہ نے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق رکھا تھا، صداعن محرقہ

(۲) محمد بن شعبی کا تب واقدی از زہری روایت کر رہے ہیں کہ سب سے پہلے یہودیوں نے جناب عمر کو فاروق کہا شروع کیا، ان کی سیر و سیر مسلمان بھی کہنے لگے، ورنہ اس بارے میں آنحضرت کا کوئی ارشاد ہم تک نہیں پہنچا ہے۔

اور ایک تلوار کی چھاؤں میں فرش نبی پر اس طرح سویا کہ خداوند عالم جبرئیل و میکائیل کے مقابلے میں فخر و مباہات کرنے لگا۔ اپنی رضادے دی اور نفس علیؑ کو نفس اللہ بنا دیا۔
آیت آئی تو من الناس من یشری نفسا بتغاء مرضات اللہ، چنانچہ اس آیت کے ذیل میں امام رازی لکھتے ہیں۔

بخ من مثلک یا علی بن ابی طالبؑ
یا بھی اللہ بک الملائکة
(تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۸۳)
لے علی مبارک ہو مبارک، کون تمہارا مثل ہے کہ
خداوند جلیل اپنے ملائکہ کے مقابل میں تم پر فخر و مباہات
کرتا ہے۔

یہ حال شب ہجرت کا ہے جو مفصل جلد دوم میں تحریر کیا جائے گا انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا اس مرتبہ عظمیٰ کے سوا ولی خدا کی یہ منزلت بھی سب پر روشن ہے کہ
علیؑ کو حق نے اتارا تھا عین کعبہ میں کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا
اس مرتبت کو خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ایک دلچسپ رباعی میں کیا خوب نظم فرمایا ہے
وقتیکہ بہ کعبہ مرتضیٰ شہید آ در ارض و سما جلوہ ناشد پیدا
جبریل ز آسماں فرود آئد گفت فرزند بخانہ خدا شد پیدا
علامہ ابن صباغ مالکی جو اعظم اہل سنت سے ہیں اپنی کتاب فضوالمہمہ میں رقمطراز
ولد علی بکة المشرفة داخل بیت
الحرام فی یوم الجمعة الثالث عشر من
شعبان اللہ الا صمد رجب الفرد ثلاثین
من عام الفیل ولم یولد فی البیت الحرام
احد سواہ وھی فضیلہ خصہ اللہ تعالیٰ
باجلالہ واعلاء رتبہ واظہار الشکر
یعنی حضرت علیؑ مکہ مشرفہ میں اندرون خانہ کعبہ تیرے
ماہ رجب ۳۰ عام الفیل بروز جمعہ متولد ہوئے
اور آپ کے سوا کوئی خانہ کعبہ میں پیدا نہیں ہوا تھا
اور یہ وہ فضیلت ہے کہ خدائے محض اظہار جلال
تدیر و علو مرتبت کے لئے کراہت خاص آ
ہیما کو عطا کی تھی۔

اور علامہ بن یوسف کفخی شافعی نے ایک طویل روایت کتاب کفایۃ الطالب مطبوعہ
بیروت ص ۲۶۹ پر جناب علی بن ابی طالبؑ کی ولادت و فضیلت کے بارے میں
فرمائی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔

جاہر بن عبد الصمد الصاری صحابی راوی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسول خدا
سے جناب امیرؑ کی ولادت کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ تم نے بہترین مولود کے بارے

میں سوال کیا جو بمشابت حضرت مسیح پیدا ہوا خدا نے علیؑ کو ہمارے نور سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے تھے پھر خدا نے ہم دونوں کو صلب آدم سے طرف اصلا ب طاہرہ کے منتقل کیا۔ اور ہر نقل میں علیؑ ہمارے ساتھ تھے یہاں تک کہ ہم بہترین رحم حضرت آمنہ میں آئے اور علیؑ کو اس رحم کے سپرد کیا جو بہترین رحم تھا۔ یعنی رحم فاطمہ بنت اسد۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک مرد نر اہر و عابد تھا۔ اس نے ایک سو ساڑھے سال خدا کی عبادت کی تھی اور ایک حاجت بھی خدا سے نہیں چاہی تھی۔ خداوند عالم نے ایک روز ابو طالب کو اس کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے اپنے پاس بٹھایا اور بعد استفسار سکونت و حسب و نسب سر پر پوچھ دے کہ فرمایا مجھے الہام ہوا ہے کہ تم سے ایک فرزند ہو گا جو ولی خدا ہو گا۔ جب جناب امیر پیدا ہوئے تو تمام زمین منور ہو گئی اور ابو طالب کہنے لگے ایہا الناس! آج ولی خدا خانہ خدا میں پیدا ہوا صبح کو داخل خانہ کعبہ ہوئے تو کہا۔ اے خداوند عالم اپنے امر خفی کو جو اس طفل کے بارے میں ہے ظاہر فرما۔ اس پر ایک ہاتھ کی آواز آئی۔ اے اہل بیت نبی مصطفیٰ خدا نے تم کو خاص کیا ہے و لذی کی سے اس کا نام علیؑ ہے جو مشتق ہے علی اعلیٰ سے۔

اس موقع پر ہم آپ کی والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق بھی ایک روایت مذکورہ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدونہ مولوی محمد نظام الدین حسن خاں صاحب سنی المذہب سابق چیف مجلس عالیہ عدالت دولت آصفیہ مطبوعہ مطبع نو لکھنؤ کے صفحہ ۲۷ سے نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے منکشف ہو گا کہ وہ خاتون کس مرتبے اور درجے کی تھیں۔

جب حضرت فاطمہ بنت اسد فرشتہ امن حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوا۔ تو رسول اللہ صلعم نے اپنی قمیض ان کو پہنائی اور نماز جنازہ پڑھائی دعائے خیر مانگی۔ اور قبر میں رکھنے کے قبل آپ خود قبر میں لیٹ گئے، بھٹوڑی ویر کے بعد نکل کر حضرت فاطمہ بنت اسد کو دفن فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ قبل آپ کا بالکل نیا ہے آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا ہم نے فرمایا کہ قمیض اس لئے پہنائی کہ اللہ رحمت کرے اور قبر میں اس لئے لیا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ اس میں وسعت دے اور فرمایا کہ میری ساری ماں ہیں۔

ہدایت حضرت فاطمہ
بنت اسد کی فضیلت میں

ابو طالب کے بعد یہ میرے ساتھ بہت محبت فرماتی تھیں۔ حضرت جبریل نے خبر دی ہے کہ یہ عورت اہل جنت سے ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

سبحان اللہ! کیا انصاف ہے کہ جس ولی خدا نے ایام طفولیت میں رسالت اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی جو لطن مادر میں بھی کفر و شرک سے پاک رہا۔ جس کو ادا اہل عمر میں ہی وصی اور خلیفہ رسول ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جو ابتدائے بعثت سے تا وقت رحلت مصیبت و سختی کے وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاون و مددگار رہا۔ جس نے ضرغام الہی نے دین خدا کی اشاعت میں نامی گرامی کفار کو تہ تیغ کیا جس کی ہمت و شجاعت پر بقول شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

”چوں علی کرم اللہ وجہہ بَدَفِعَ مَشْرُکَانَ مَشْتَوْلِ شَرِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّعَ فَرْمُودَ اَے
علیؑ می شنوی مدح خود را کہ ملک رضوان بر آسمان مے گوید کافتی الا علی کالسیف
الاذوالفقاسا“

جس کے خدا اور رسول مداح و ثنا خواں ہوں اس کے ایمان اور جان نثاری تو اہل سنت پر وہ ڈالیں اور جو لوگ اسلام اور ہادی اسلام کے پکے دشمن ہوں اور اسلام لانے کے بعد بھی پیغمبر خدا کی حیات و ممات میں کینہ دیدہ بینہ کا اظہار اپنی رفتار و گفتار۔ اعمال و افعال اور حرکات و سکنات سے رسولؐ اور آل رسولؐ کے ساتھ کرتے رہے ان کو سابق الاسلام یا روفادار۔ اور جان نثار رسولؐ بتائیں۔ چنانچہ کتب اہلیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نازک وقت میں آپ اصحاب کو جان نثار رسولؐ بتاتے ہیں اس وقت میں کوئی شخص اتنا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا جتنے کہ حضرت عمرؓ تھے یہاں تک کہ ایک روز تلوار گلے میں حائل کر کے آنحضرت کے قتل کرنے کو چلے، چنانچہ اب ہم ان کے اسلام لانے کا حال جس کو جناب شمس العلماء مودعی شبلی نعمانی نے لکھا ہے، بقدر ضرورت اس جگہ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

”حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بالکل بیگانہ تھے ان کے کانوں میں جب یہ صدا پونجی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلے میں جو لوگ اسلام لایچکے تھے ان

حضرت عمرؓ کو جناب رسولؐ نے
میں سے لکھا اور اسلام لانا۔

کے دشمن بن گئے، لہذا ان کے خاندان میں ایک کینز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے جب تھک جائے تو کہتے ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ لہذا ان کے سوا جس جس پر قابو چلتا تھا زور کو بے دریغ نہیں کرتے تھے آخر مجبور ہو کر فیصلہ کیا کہ نعوذ باللہ خود باقی اسلام کا قصہ پاک کر دوں۔ تلوار کر سے لگا سیدھے رسول اللہ کی جانب چلے۔ کارکنانِ قضا نے کہاج آبد آں یارے کہ ما میخواسیم راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبد اللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے بولے محمد کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو کہ خود تمہاری بہن بہنوی اسلام لایچکے ہیں۔ فوراً پلٹے اور بہن کے یہاں پہنچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپائے لیکن آذان کے کانوں میں پہنچ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی، بہن نے کہا کچھ نہیں، بولے کہ میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے، یہ کہہ کر اپنے بہنوی سے دست و گریبان ہو گئے اور حیب ان کی بہن چانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی، یہاں تک کہ ان کا بدن لہو لہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا کہ عمر جو بن آئے کہہ دو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہیں سکتا۔ فرمایا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے رکھ دیے۔ جب اس آیت پہ پہنچے ”امنوا باللہ وراسولہ“ تو بے اختیار پکار اٹھے۔ اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد ا رسول اللہ جہاں حضرت پناہ گزیں تھے حضرت عمر نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکھٹ گئے تھے اس لئے صحابہ کو تر دو ہوا لیکن حضرت امیر حمزہ نے کہا کہ آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہرور تہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کے فرمایا، کیوں عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر رعب آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کی کہ ایمان لانے کے لئے۔ آنحضرت بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے مل کر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں حضرت عمر کے اسلام لانے سے

اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا۔ (الفاروقی حصہ اول صفحہ ۲۲ و ۲۵)

اسی طرح جناب خاں صاحب رام پوری اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے

ہیں کہ:-

ابتداء کے اسلام کی تاریخ میں ان (حضرت عمر) کا مسلمان ہونا ایک بہت ہی بڑا واقعہ ہے بلکہ محققین کے نزدیک تو وہ ایسا امر ہے کہ بعثت کے بعد اسلام کی عزت و جلال کے لئے جو دوسرا امر ہے وہ یہی ہے۔ (عروج اسلام جلد ششم منگلا)

جناب شبلی صاحب کے اس ارشاد سے کہ "حضرت عمر کے ایمان لانے نے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا کر دیا ہے۔ ہم کو کبھی اتفاق ہے۔ بلاشبہ یہی تو وہ دور ہے۔ جس کی نسبت ہم عبد الکریم شہرستانی کا قول حدیث قرطاس کے متعلق مسئلہ فضیلت صحابہ کے جواب میں نقل کر آئے ہیں کہ پہلی مخالفت خدا کی شیطان نے کی تھی اور پہلی نزاع اسلام میں حضرت عمر سے قائم ہوئی" لاریب محققین کے نزدیک اسی دور میں شیخ فتنہ و فساد کا تخم ستیفہ میں بویا گیا جو ایسے تلخ اور زہریلے پھل لایا کہ ایک دین حق کے تہمتہ ٹکڑے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے آل نبیؐ اور اولاد علیؑ کی قربانیاں مثل گو سفند کی گئیں،

واحرساتاہ و الاسفاہ۔

حضرت عمر کے اسلام کے متعلق آپ نے بھی جو روایت اسی آیات بینات میں فرج کی ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بیش بہا انعام کی طبع پر تلوار گلے میں حائل کر کے آنحضرت صلعم کے قتل کو چلے گئے اُس روایت کی نقل یہ ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابو جہل نہایت مغرور و مشہور و نامور تھے اور ان کو سب سے زبا وہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے ساتھ تھی شب و روز اسلام سے روم ہو جانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ابو جہل نے جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ ولی عداوت تھی اپنے بھائیوں سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور ان کا سر میرے پاس لائے اُس کو ہزار ستر ستر سونے کی مال والے اور بہت سے درہم دینار صلہ میں دوں گا چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور پیغمبر صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے جب دولت سرا پر پونچے کوئی دروازہ کھولنے

کو نہ اٹھا مگر حضرت امیر حمزہؓ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہہ کر اٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے
اگر اطاعت کے ارادہ پر آتا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار ہے اور اسی کا سر چنانچہ
حضرت عمر اندر داخل ہوئے جناب پیغمبر صاحب بنفس نفیس اٹھے اور ان کو ایسا دبا یا
کہ ان کی آنکھیں نکل پڑیں۔
(آیات بینات صفحہ ۸۸ مطبع مصطفائی)

پس جبکہ ان تمام روایتوں سے حضرت عمر کی دشمنی اور عداوت اور طمع و حرص خود
محققین اہل سنت کے بیان سے ثابت ہے تو اب مابین ہمارے اور اہل سنت کے اختلاف
اس امر میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد وہ ان کی اس عداوت اور طمع کو ان کے کمال ایمان
اور جاں نثاری سے تبدیل کر کے ان کو تمام امت سے ایمان میں اکمل اور مرتبہ میں
اعلیٰ اور افضل اور فلک اسلام کا ہر وہ ماہ سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کو اسلام لانے کے بعد
بھی ویسا ہی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسلام اور آنحضرت صلعم کا مخالف جانتے ہیں۔
اس لئے کہ گو اس وقت ان کو یہ سبب شوکت نبوت و جلالت رسالت آنحضرت صلعم
پر تلوار اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن وہ عداوت جو پہنان کھٹی آخر کار آنحضرت صلعم
کے حج آخری کے وقت سے عیاں ہونے لگی۔ چنانچہ بعد پر خاست جلسہ غدیر خم جناب
امیر المؤمنین سے حسد کرنا۔ ہر بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
مخالفت کرنا۔ لشکر اسامہ سے تخلف کرنا۔ فرمان مصحف ناطق کو ہدیان بتانا۔ محبوب خدا
کا دفن و کفن چھوڑ کر حصول حکومت کی غرض سے خلافت پر قابض ہو جانا۔ سنی ہاشم
سے خاص عداوت و عناد رکھنا۔ شاہ ولایت اور اہلبیت نبوی کے حقوق تلف کرنا۔
بھائی اور وصی رسول اللہ پر بیعت کے لئے جبر کرنا۔ بصورت انکار قتل کی دھمکی دینا۔
اپوان نبوت و رسالت جلالت کے لئے آگ اور لگڑی لے جانا۔ جگر گوشہ رسول
کو میراث پداری سے محروم کرنا۔ فدک ضبط کر لینا۔ آل رسول پر خمس کو بند کرنا۔
مجلس شوریٰ قائم کر کے آل رسول اور اولاد بتول کی حقارت اور ہلاکت کی بنیاد
ڈالنا وغیرہ وغیرہ واقعات ان کی اس مخالفت پر مثل آفتاب روز روشن شاہد ہیں۔
بھائیو! یہ جلوے اور ان کے افعال و کردار ایسے نہیں ہیں جو کسی کے چھپائے چھپ سکیں۔
پاس احمد کا بھی ہو ظلم کا اقدام بھی ہو شیوہ کفر بھی ہو دعویٰ اسلام بھی ہو
اب ہم حضرت عمر کے اسلام لانے کی روایتوں کی نسبت جن پر اہل سنت کو بہت

کچھ ناز ہے۔ یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمرؓ فی الحقیقت بقول شبلی صاحب اپنی بہن سے
 آیہ کریمہ "امنوا باللہ وراسولہ" سن کر صدق دل سے ایمان لائے ہوتے تو جو تلوار لگے
 میں حائل کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کو چلے بھٹے اس کو وہیں پھینک دیتے۔ حالانکہ
 یہ تلوار آستانہ رسالت تک آپ کی گردن میں حائل تھی بلکہ یہ امر تو آپ کی بدنیہ پر دلا
 کرتا ہے۔

۱۔ اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی بدنیہ پر دلالت کرنے والے بہت سے روایات ہیں جن میں سے بعض
 کو ہم انسان العیون جلی سے نقل کرتے ہیں۔ راوی کہتا ہے ابو جہل بن ہشام نے کہا کہ اے گروہ قریش
 محمدؐ نے تمہارے خداؤں کو بُرا کہا اور تمہارے عقول کی تسفیہ کی اور گمان کیا کہ جو لوگ تمہارے اسلا
 سے گزرے ہیں وہ آگ میں گر ادے جائیں گے۔ آگاہ ہو جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا اس کو میں سونا تہ
 سرخ اور سیاہ رنگ کے دوں گا۔ اور ہزار دینیہ چاندی دوں گا۔ اور بنا بر قول دیگر یہ اقرار دیا تھا کہ جو قتل
 کرے گا اس کو اتنے اتنے دینیہ سونا اور اتنے اتنے دینیہ چاندی اور اتنے اتنے مشک نافہ اور اتنے اتنے
 حلوہ وغیرہ دے جائیں گے۔ عمر نے کہا میں اس کام کو انجام دوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اے عمر ضرور تم اس کام
 کے قابل ہو اور اس پر عہد ان سے کر لیا۔ عمر کہتے ہیں کہ میں تلوار حائل کر کے اور پہلو میں ترکش لگا کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر کے نکلا تھا کہ گذر میرا ایک گوسالہ کی طرف سے ہوا جو ذبح
 کیا جا رہا تھا۔ میں نے اس گوسالہ کے شکم سے آواز سنی کہ اے آل ذریح ایک پکارنے والا بزبان فصیح
 پکار رہا ہے۔ دعوت کر رہا ہے شہادت ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ کی طرف میں نے
 اپنے دل میں کہا کہ اس امر سے سوائے تمہارے اور کوئی مراد نہیں ہے اور ذریح نام تھا اس گوسالہ
 کا جو ذبح کیا جا رہا تھا اور ذریح اس کو خون کے رنگت کے سبب سے کہتے تھے کہ وہ سرخ رنگ
 کا تھا اور عرب میں احمد ذریحی اس سرخ رنگ کو کہتے ہیں جن میں سرخی تیز ہو راوی کہتا ہے کہ عمر پھر ایک
 ایسے شخص کی طرف سے ہو کر گزرے جو اسلام لا چکا تھا۔ اور اپنا اسلام اپنی قوم کی ڈر سے چھپاتا
 تھا اس کو نعیم کہتے تھے یعنی خدا اللہ تمام کا بیٹا جیسا کہ گذرا اس نے پوچھا کہ اے ابن خطاب
 کہاں چلے، عمر نے کہا کہ (معاذ اللہ) اس بے دین کی طرف جا تا ہوں جس نے قریش کے امر کو
 کر دیا ہے۔ اور ان کے عقول کی تسفیہ کی ہے اور ان کے خداؤں کا بد گوہے میں اسے قتل کروں گا
 نعیم نے ان سے کہا کہ تجھ کو تیرے نفس نے فریب دیا ہے کیا تجھ کو یہ خیال ہے کہ نبی عبد منافؐ

بہر کیف اگر حضرت عمر صدق دل اور خالص ایمان سے جناب رسول مقبول صلعم کی خدمت میں حاضر و موجود ہوئے ہوتے اور ان کا اسلام لانا بسبب برکت دعا آنحضرت صلعم ہوتا تو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم نبوت سے آپ کے اسلام لانے اور آمد آمد کا علم ہو جاتا اور ان کے حاضر ہونے سے پہلے ہی اپنے اصحاب کو ان کے اسلام لانے کا مشورہ سنا کر ان کے استقبال کی ہدایت فرماتے اور قرطرب میں یہ ارشاد فرماتے:

آدراں یارے کہ مامی نو اسیتیم

اور حضرت عمر کو دیکھ کر آنحضرت صلعم اور کل اصحاب غمناک ہو کر ان سے بغلیں ہوتے مگر برعکس اس کے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

پر چلتا ہوا تجھ کو چھوڑ دیں گے۔ دراصل لیکہ تو نے محمدؐ کو قتل کیا ہو بہتر ہے کہ تو اپنے گھر والوں میں جاتا کہ ان کے امر کا سر پرست ہو۔ عمر نے کہا کہ میرے اہلبیت کون؟ اُس نے کہا کہ تیرے بہنوئی اور ابن عم سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور تیری بہن کہ یہ دونوں اسلام لائے ہیں۔ تجکو لازم ہے کہ جا کہ ان کا حال دریافت کر۔ نعیم نے یہ سچ کچھ کہا تھا اس عرض سے کہا تھا کہ عمر کو رسول اللہؐ کے قتل سے باز رکھے اور بقولے جو عمر کو ملا تھا وہ سعد بن ابی وقاص تھا اس نے کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اے عمر! جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ محمدؐ کو قتل کروں۔ سعد نے کہا کہ تمہاری یہ طاقت نہیں ہے، چاہتے ہو کہ محمدؐ کو قتل کرو، بنی عبدمناف تم کو زمین پر چلتا ہوا چھوڑ دیں عمر نے کہا کہ تو اسلام کی طرف مائل ہو گیا ہے میں تجھی سے پہلے کرتا ہوں اور تجھے قتل کرتا ہوں سعد نے کہا کہ اشدوں ان لا الہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہؐ عمر نے اپنی تلوار کھینچی اور سورد نے اپنی تلوار کھینچی اور قریب تھا کہ چل جائے پھر سعد نے عمر سے کہا کہ کیا ہو گیا ہے تجکو اے عمر اپنی بہن اور بہنوئی کو پہلے تجھے قتل کرنا چاہئے تھا۔ عمر نے کہا کہ کیا وہ دونوں بھی اسلام کی طرف مائل ہو گئے، سعد نے کہا ہاں، عمر نے سعد کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی بہن کے مکان پر آئے جناب بن ارت بھی ان لوگوں کے پاس پائے گئے۔ ان کے ساتھ ایک صحیفہ تھا اس میں سورہ طہ لکھا تھا، ان لوگوں کے سامنے پڑھ رہے تھے کہ عمر نے ان لوگوں کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب آہٹ عمر کی سنی ان لوگوں نے تو جناب تو غائب ہوئے اور وہ صحیفہ چھوڑ گئے۔ جب مکان میں عمر آئے تو اپنی بہن سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی

کو ان کا آنا گراں گذرا۔ چنانچہ جب حضرت عمر نے دق الباب کیا اور ایک صحابی نے دروازے سے جھانک کر دیکھا اور ان کا حال حضور میں عرض کیا تو کل اصحاب ان کے آنے سے متردد ہوئے کہ کوئی دروازہ کھولنے کو بھی نہ اٹھا آخر بقول شبلی صاحب برہ

” چونکہ شمشیر بکف گئے تھے اس لئے صحابہ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت امیر حمزہ نے کہا آتے دو۔ اگر مخلصانہ طور پر آیا ہے تو بہتر ورتہ اسی کی تلوار سے اس کا سر

قلم کر دیا جائے گا“ (الفاروق - حصہ اول ص ۷۹)

عرض جب حضرت عمر حضور کے سامنے حاضر کئے گئے تو اس وقت تک آپ ان کی طرف سے ویسے ہی بدگمان تھے اور ان کو اپنا اور اسلام کا دشمن جانتے تھے جیسا کہ ابن اثیر جزیری کا قول ہے کہ :-

حضرت نبی صلعم خود ہی حضرت عمر کی طرف تشریف لائے اور ان کے پاس آکر چادر کے کنارے سب طرف سے پکڑ لئے اور نہایت زور سے اسے کھینچ کر پوچھا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) میں سن رہا تھا۔ بہن تے ان کی کہا کہ کچھ نہیں ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہی تم نے سنیں ہوں گی عمر نے کہا کہ قسم بخدا مجھے خبر ملی ہے کہ تم دونوں (اپنے بہن بہنوئی کو کہا) نے محمد سے بیعت کر لی ہے ان کے دین پر اور اپنے بہنوئی پر حملہ کیا اور زمین پر پچھاڑ دیا اور ان کے سینہ پر پتھر اٹکی ڈاڑھی پکڑ لی۔ بہن ان کی اپنے شوہر کو چھڑانے کی عرض سے اٹھیں انھیں بھی مارا کہ پیشانی ان کی زخمی ہو گئی۔ جب خون بہتے دیکھا کہنے لگیں اے دشمن خدا! تو مجھ کو اس پر مارتا ہے کہ میں خدا کی توحید کرتی ہو اور میں ضرور تیری ناک زمین پر گھسنے کے لئے اسلام لائی۔ تجھ کو جو کرنا ہو کر۔ جب بہن کی یہ حالت دیکھی اپنے بہنوئی پر جو ظلم کیا تھا اس پر نادم ہونے بہن سے کہا کہ یہ صحیفہ مجھے دو دیکھوں تو کیا لائے ہیں مجھ پر عمر اکھٹا جانتے تھے بہن نے ان کی کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تم ضائع نہ کر دو عمر نے قسم کھائی کہ ضرور پڑھنے اور پھر دیں گے۔ بہن نے ان کی کہا کہ تو نجس ہے اور اس کو سوائے طاہر کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ اور حلی نے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعاقب شب میں کیا

حضرت نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا کہ عمر حضرت نے فرمایا تو مجھ کو نہ شب میں چین لینے دیتا ہے نہ دن میں پس مجھے خوف ہوا کہ مجھ پر بددعا نہ کریں۔ (نہد امیں نے کلمہ اپنی زبان پر جاری کیا۔ علاوہ اس کے حلی بہت سے عجیب و غریب حالات لکھے ہیں جن کو دیکھ کر ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ دل کا عمر کے کیا حال تھا۔ ۱۲)

تو کیوں آیا ہے؟ ابھی تک تو اپنی شرارت سے باز نہیں آیا کیا خدا نے تعالیٰ کا عذاب نازل ہونا چاہتا ہے۔

(دیکھو عروج الاسلام جلد ششم ص ۱۲۲)

اور بقول صاحب ابوالفداء مندرجہ جلد اول صفحہ ۱۲۰ چھاپہ مصر:-

آنحضرت صلعم نے نہایت خستناک ہو کر فرمایا:-

ما تنزل حتی تنزل بك کہ جب تک تو رسوا اور ذلیل نہ ہوگا

انقارعة ہمیشہ تو اپنے کفر و نفاق ہی پر جا رہے گا۔

آخر کار جب حضرت عمر نے جناب حمزہ کا کلام سنا اور ادھر آحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی غیظ و جلال میں دیکھا تو گھبرائے اور سوچنے لگا کہ میں تو رسول اللہ کا سر لینے آیا تھا مگر یہاں تو میرا ہی سر کٹتا ہے۔ پس ہیبت نبوت و بلائت رسالت نے بقول قبلی صاحب رنبوت کی پرہیز آواز نے ان کو کپکپا دیا اور حسب بیان آپ کے (ان کی آنکھیں نکل پڑیں) لہذا اس کشمکش نے ایسا اثر کیا کہ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا اور جوبو ہو کر کلمہ پڑھ لینے ہی میں اپنی جان کی امان ان کو نظر آئی چنانچہ تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۲۹۶ میں آپ کے اسلام لانے کا یہی سبب لکھا ہے۔ اس روایت کی نقل یہ ہے:-

فخر جالیہ فاخذ رسول الله
بجامع ثنابہ ثم نشره نشره
فما تمالك عمر ان وقع على
ركبتي فقال ما انت بمنته يا منته
فقال اشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له واشهد ان محمدا عبده
ورسوله

پس جب حضرت عمر کی آمد آنحضرت نے
سنی تو آپ باہر آئے اور ان کا پیرا
کپڑا کر ایک جھٹکا دیا کہ عمر زانو کے تیل
گہ پڑے اور فرمایا کہ اے عمر! تو باز نہ
آئے گا، جس پر عمر نے کلمہ شہادتین
زبان پر جاری کیا۔

اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۵۵ پر تو پیغمبر کی ایک ایسی دھمکی مذکور ہے جس کے
پس منظر کی تشریح ہم نہیں کریں گے صرف عبارت مع ترجمہ لکھنے دیتے ہیں:-

فقال ما انت بمنته يا عمر حتى
ينزل الله بك من الخزي والنكال
ما انزل بالوليد بن المغيرة فقال
(حضرت عمر کے آتے ہی) آپ نے فرمایا کہ
اے عمر تم باز نہیں آؤ گے؟ جب تک کہ رسوائی
اور عذاب خدا کی طرف سے تمہارے بارے

عمر اشہد ان لا اله الا الله وانك
عبد الله ورسوله
میں اسی طرح نہ نازل ہو جو اُنس نے ولید
بن مغیرہ کے بارے میں نازل فرمایا ہے۔
ولید کے اوصاف کو سورہ نون میں خدا نے بیان فرمایا ہے (پس فوراً ہی عمر نے کلمہ
شہادتین زبان پر جاری فرمایا۔

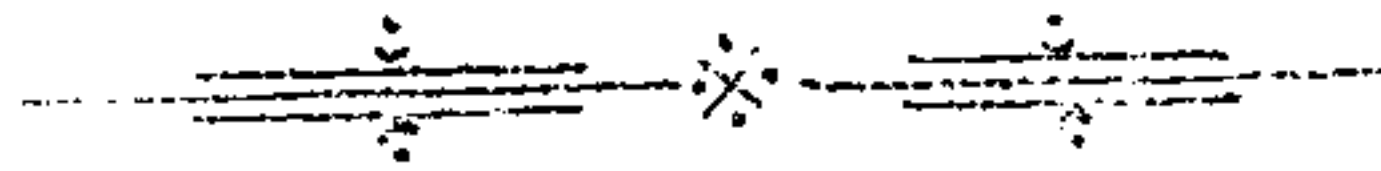
پس یہ ایمان وہ ایمان ہے جس کی مذمت حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے :-
قالوا امنا بافوا فھم ولھم
قلوبھم (سورہ المائدہ)
لیکن اُن کے دل ایمان نہیں لائے۔
اور اسی وجہ سے شیعوں کا ان حضرات کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ (صحابہ ثلاثہ

از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند)۔

افسوس! کہ ہمارے سنی بھائی بھوائے ع چون عرض آمد ہنر پو شیدہ شد۔ محض
صحابہ ثلاثہ کی خاطر حالات اور واقعات پر کیسا پردہ ڈالتے ہیں کہ حضرت ابو طالب
سے جاں نثار جنہوں نے آنحضرت کی پرورش کی۔ اور دشمنوں سے دس سال تک
حفاظت رسالت و نبوت کی تصدیق اور اعلا کلمتہ اللہ میں ہر طرح کی حمایت و
اعانت کی اسلام کی خاطر کل بنی ہاشم کے ساتھ شعیب ابو طالب میں تین سال
تک آب و دانہ بلکہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور حضرت خدیجہ ضعی خاتون جنہوں نے
اپنا مال آپ پر نثار کیا اور شردہ بعثت سننے ہی آنحضرت پر ایمان لائیں۔ حضرت جعفر
اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم سے وفادار آسرا رہے جو ہمہ وقت آپ کے سینے سپر رہے
اور راہ خدا میں ہجرت کی اور یہاں تک جہاد کیا کہ خدا و رسول پر اپنی جانیں نثار
کر دیں۔ جس کی شہادت میں خود خدا کے عز و جل فرماتا ہے :-

فالدین کھا جرو اور انجرو امن
دیار ہم و اور دوائی سبیلی و قاتلوا
و قتلوا الا کفرات عنہم سیا تھم
ولا تخانہم جنت تجری من تحتھا
الا تقرا تو ابامون عند اللہ واللہ
عندہ حسن الثواب
جن لوگوں نے ہمارے لئے وطن چھوڑ
اور اپنے گھروں سے نکالے اور ستائے
کئے اور لڑے اور مارے گئے ہم ان کی حفاظت
ان سے ضرور محو کریں گے اور ان کو ایسے
باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں
بہ رہی ہوں گی اللہ کے یہاں سے یہ بدلہ

پ ۲۔ ص۔ آل عمران ع ۱۹ اور اچھا بدلہ اللہ ہی کے نزدیک ہے۔
 ایسے وفادار اور جان نثار ایمان والوں کو تو اسلام اور ہادی اسلام کے دشمن بتائیں
 اور جن حضرات نے دنیا حاصل ہونے کی غرض سے اسلام قبول کیا تھا اور جو اس نازک
 وقت میں اپنی قوم کی پناہ میں رہ کر امن و امان میں رہے۔ جو ہمیشہ جہاد میں فرار اور
 رسالت و نبوت میں شک و شبہ کرتے رہے۔ تا زلیست خدا و رسول کی عدول حاکمی
 کو اپنا شعار سمجھتے رہے۔ دنیا کے پیچھے اپنے پیغمبر کے دفن و کفن اور نماز جنازہ
 میں بھی شریک نہ ہوئے ان کو اسلام اور ہادی اسلام کا سچا فدائی اور حقیقی جان
 نثار سمجھیں اور حق کو باطل اور باطل کو حق بتائیں۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔
 جفا کی تم نے اور ہم نے وفا کی تم اچھے ہم تم سے قدرت خدا کی



قال

پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگوں نے ابتداء سے دعوت میں اسلام قبول کیا۔ اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اول اول ہی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بلا توقف اور بلا تامل کلمہ شہادت پڑھا اور بلا صلاح و مشورہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر اور اپنے بنائے بندوں سے علیحدہ ہو کر آپ کا دامن پکڑا اور اپنے دوست اور آشناؤں سے مخالفت کر کے غاشیہ اطاعت بنوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگوں کا جو ایسے نازک وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوئے ہوں کوئی نہایت قومی سبب ہو گا۔ ورنہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اپنے دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور اپنے عیش و آرام کو ترک کرنا اور مصیبت و ایذا میں اور تکلیف میں اٹھنا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔

(آیات بینات)

فوق لہذا بیعت میں
اشیاء کے اسلام لانے کا
اصحاب کے سبب ہو گا۔

اقول

جن لوگوں نے ابتدائے دعوت میں اسلام قبول کیا تھا اور سب سے پہلے پیغمبر خدا کے کہنے کو سچ جانا تھا ان میں اگر صحابہ ثلاثہ شامل ہیں تو آپ کو یہ امر کتب نامیہ سے ثابت کرنا چاہئے تھا کیونکہ ان کا ایمان شیعوں کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا جیسا کہ جناب غفران مآب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ علیہ السلام مقامہ "تحفہ اثنا عشرین" کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایمان دار اسلام
میں فرق

کہ اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات
پہلے صحابہ ثلاثہ کا ایمان ثابت کرنا چاہئے
باید رسائید بعد ازیں بایں افسانہ
بعد اس کے یہ یہودہ افسانہ گانا چاہئے اس
یہودہ تزعم باید نمود زیرا کہ دینی مساک
نئے کہ ان کے ایمان کے بارے میں امامیہ کا
امامیہ میں باب آنست کہ اصحاب ثلاثہ
یہ مقولہ ہے کہ اصحاب ثلاثہ اول ہی سے
از امر اول از ایمان بہرہ نہ داشتند۔
ایمان سے بہرہ نہ رکھتے تھے۔

البتہ ان کے اسلام لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ لیکن اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔
اور یہ تفریق کچھ شیعوں ہی نے نہیں کی ہے بلکہ اس کا فرق قول باری تعالیٰ سے روشن
ہے۔

وقالت الاعراب امتا قل لہم
تؤمنوا و لکن قولوا السلمنا ولما
ینخل الایمان فی قلوبکم
اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے رسول
ان سے کہو کہ تم ایمان تو نہیں لائے یا یہ
کہو کہ اسلام لائے ایمان تو تمہارے دلوں میں بیٹھا ہی نہیں۔

اور اصحاب ثلاثہ کا تو ابتدائے دعوت میں اسلام لانا کتب اہل سنت سے بھی ثابت
نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر کا مسلمان ہونا تو خود حسب روایات اہل سنت بعثت نبوی سے
چھ برس کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت تک متعدد اشخاص دائرہ اسلام میں داخل
ہو چکے تھے۔ جن کی تعداد خود آپ نے قریب چالیس آدمیوں کے بتائی ہے۔ پس اس زمانہ
کو ابتدائی زمانہ کون کہتا ہے۔ ہاں اگر اہل سنت نے انھیں کے اسلام لانے کی تاریخ سے یہ
حساب لگایا ہو اور اس تاریخ سے دعوت اسلام کی ابتداء قرار دی ہو تو یہ اور بات ہے۔

ابتداء بعثت میں صحابہ
ثلاثہ کے اسلام لائے تو یہ

اسی طرح ابو بکر کی سابق الاسلامی بھی پایہ نبوت کو نہیں پہنچی۔ اس لئے کہ خود محققین اہل سنت کو اس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ دس پانچ آدمیوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور کسی کا بیان ہے کہ پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے تھے۔ اور وہ روایتیں یہ ہیں۔

(۱) اخرج ابن عساکر بسند جيد عن محمد بن ابی وقاص انه قال لا بیه سعد وكان ابو بکر الصديق اولكم اسلامًا قال ولكنہ اسلم قبلہ اكثر من خمسة ولكن كان خيبرًا اسلامًا (تاريخ الخلفاء)

بسنده معتبر ابن عساکر نے محمد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ سعد سے پوچھا کہ کیا ابو بکر سابق الاسلام تھے؟ تو اس نے کہا نہیں بلکہ ان سے پہلے پانچ آدمیوں سے زیادہ اسلام لائے تھے لیکن اسلام ان کا بہتر تھا۔

(۲) حدثنا ابن حميد كنانة بن جبلة عن ابراهيم بن طهمان عن الحجاج بن الحجاج عن قتادة عن ثعلاب بن الجعد عن محمد بن موسى قال قلت لابي كان ابو بکر اولكم اسلامًا قال لا واسلم قبلہ اكثر من خمسين و لكن كان افضلنا اسلامًا

ابن حمید نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کیا ابو بکر تم لوگوں سے پہلے اسلام لائے تھے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ ان سے قبل پچاس آدمی سے زیادہ اسلام لائے تھے مگر ابو بکر کا اسلام لانا ہم سے افضل تھا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ مصر)

ان روایتوں سے ان کی سابق الاسلامی باطل ہو گئی۔ اب رہا یہ کہ جو لوگ وقت میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے ہوں تو ان کے اسلام لانے کا کوئی قوی سبب ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو اصحاب متعین اور صالحی ان کے ایمان لانے کا قوی سبب رہ سکیں۔ ان لوگوں میں سے بعض تو حضرت صلعم کے عزیز تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اکثر مومنین صالحین مثل حضرت حضرت یاسر، حضرت بلال وغیرہ وغیرہ کے جو مثل عزیزوں کے تھے ان کے ایمان کا سبب تھا کہ نہ کبھی انہوں نے بعد لانے ایمان کے آنحضرت صلعم کی نبوت اور رسالت میں شک کیا۔

اصحاب متعین اور صالحی ان کے ایمان لانے کا قوی سبب

کیا اور نہ کسی امر میں اپنے پیغمبر کی مخالفت کی۔ اور بعض تو اسی نازک زمانے میں اپنی جانیں خدا و رسول پر نثار کر گئے جیسا کہ حضرت عمارؓ کے والدین یعنی حضرت یاسرؓ و حضرت سمیہؓ کا کفار مشرکین کے ہاتھوں سے اذیت اٹھانا اور شہید ہو جانا کتب اہل سنت سے معلوم ہوتا ہے ہم بعض روایات کی نقل اس جگہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:-

(۱) عمار بن یاسرؓ اور ان کے باپ اور ماں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ قدیمی مسلمانوں میں ہیں۔ نبی محترمؐ - عمار اور ان کے ماں باپ کو مکہ کی گھائیٹوں میں اس وقت لیجاتے تھے جب کہ پتھر نہایت گرم ہو جاتے تھے اور وہاں انھیں گرمی کی شدت سے ایذا دیتے تھے ایک مرتبہ نبی صلعمؐ ان پر سے ہو کر گزرے اور فرمایا آل یاسر تمہارا اور ہمارا موعِد جنت ہے۔ اس کے بعد یاسر اسی عذاب سے مر گئے۔ عمار کی ماں سمیہؓ کو ابوہریرہؓ نے نیزہ مارا، اس سے وہ مر گئی۔ یہی عورت اسلام میں سب سے اول شہید ہوئی۔

عمار کو بھی بڑا عذاب دیتے تھے کبھی تو ان کو گرمی کی سختی سے ستاتے تھے۔ اور کبھی سرخ گرم پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتے تھے اور کبھی پانی میں غرق کر دیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب تک محمدؐ کو گالیاں نہ دے گا اور لات و عنبرے کی تعریف نہ کرے گا تب تک تجھے ہم نہ چھوڑیں گے۔

ایک بار عمار بنی صلعمؐ کے پاس روتے ہوئے آئے آپ نے پوچھا خیر تو ہے؟ عمار نے کہا یا رسول اللہؐ بڑی حالت ہے اس طرح لوگ مجھ سے پیش آتے ہیں آپ نے فرمایا پھر تمہارا دل کیا کہتا ہے؟ عمار نے کہا میرے دل کو اپنے ایمان سے اطمینان ہے آپ نے فرمایا اگر اب وہ لوگ تمہیں ایذا دیں تو تم سے جو کچھ وہ کہلائیں کہہ دینا۔ چنانچہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

من کفر بالله من بعد
ایمانک الا من اکره وقلبه
مطمئن بالایمان ولسکن
من شرک بالکفر صدرا
فعلیہم غضب من اللہ ولہم
جو شخص کفر پہ مجبور کیا جائے مگر اس کا
دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو اس سے
کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔ لیکن جو ایمان لانے کے
بعد خدا کے ساتھ کفر کرے اور کفر بھی کرے
تو جی کھول کر تو ایسے لوگوں پر خدا کا

عذاب عظیم ط (سورہ نمل آیت ۱۰۶) غضب اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

یہ عمار رسول اللہ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے ہیں صحیفین میں

حضرت علیؑ کی طرفداری میں شہید ہوئے اور ان کی عمر تیرا نوے چورانوے سال سے

متجاوز تھی۔ (عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مفید عالم آگرن)

(۲)

اخراج ابن مسعود عن محمد بن

ابن مسعود نے محمد بن سیرین سے روایت

سیرین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی کہ آنحضرت نے عمار سے ملاقات کی وہ

لقی عمارا وھو بیکی فجعل یمسح علیہ

حضرت کو دیکھ کر رونے لگے حضرت اپنے

یقول اخذک الکفار فغطوت فی

دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے تھے

الماء فقلت کذا وکذا فان

اد فرماتے تھے کہ تم کو کفار نے پکڑ کے پانی میں

عادوا فقل ذلک لھم۔

غوطہ دیا اور ڈبوایا اس وقت تم نے بحالت مجبورگی

(تفسیر درمنثور جلد چہارم صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مصر)

یہ باتیں کہی تھیں کہ دوبارہ کہلائیں تو کبھی کہہ دو۔

(۳)

ایک دفعہ کافروں نے حضرت عمار اور ان کے ماں باپ کو جو مسلمان ہو گئے

تھے اور دھوپ میں تپتی ہوئی ریت پر ڈال دیا کہیں ادھر سے رسول اللہ صلعم

تشریف لارہے تھے آپ نے دیکھ کر فرمایا اے یاسر کے خاندان کے لوگو! صبر کرو

تمہاری جگہ جنت میں ہے حضرت یاسر کا اس سختی میں انتقال ہوا اور ان کی بیوی

سمیہ نے ابو جہل سے سختی کے ساتھ گفتگو کی ابو جہل نے ان کو اسی وقت شہید

کر دیا۔ اسلام میں سب سے قبل حضرت سمیہ ہی نے شہادت کا درجہ پایا۔

(رسالہ ذکر مبارک ص ۲۵)

تاریخ کامل (جس کا ترجمہ عروج الاسلام ہے) کی جو روایت اوپر نقل ہو چکی ہے

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیہ کریمہ من کفر باللہ الخ حضرت عمار ہی کی شان میں نازل

ہوئی ہے اور یہی بیان دیگر مفسرین اہل سنت کا بھی ہے جیسا کہ صاحب تفسیر حسینی

تفسیر کرتے ہیں۔

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب

دراخبار آمدہ کہ قریش بعد از تعرض

آنحضرت صلعم بتوں کی برائی علانیہ کرنے

حضرت باللہ باطلہ ایشان باید اوزار

لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

در دیشان صحابہ کہ حمایتے نداشتند چون

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب

حضرت باللہ باطلہ ایشان باید اوزار

لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

در دیشان صحابہ کہ حمایتے نداشتند چون

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب

حضرت باللہ باطلہ ایشان باید اوزار

لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

در دیشان صحابہ کہ حمایتے نداشتند چون

مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب

حضرت باللہ باطلہ ایشان باید اوزار

لگے تو کفار قریش ان غریب اصحاب کو

بلال و جناب عمار و پیرا دیا سر و مادرد
 سمیہ مشغول شدند و ایشان را در جرع
 کفر اکراه کردند آنجماعت در طریق خود
 ثبات قدم و زیدہ برجفائے قوم تسکینائی
 نمودند تا حدیکہ والدین عمار شربت شہادت
 چشیدند و عمار از بے طاقتی و ضعف
 بدن کہ تحمل ایذا نداشت کلمہ رضائے
 قوم در آن بود گفت "بل امننت بالحق
 والطاغوت" خبر حضرت پیغمبر
 رسید کہ عمار کیش کفر اختیار کردہ از
 دین خود بیزار شد حضرت فرمود نہ
 چنین است از سرتا قدم عمار از ایمان
 پرست و ایمان بگوشت و خون او
 بر آمیختہ است یعنی ایمان در باطن
 او چنان متمکن نہ شدہ کہ یہ گفتار سے
 ہرزہ گوئی تفاوت پذیرد۔ عمار کہ یہ
 گناہ جناب نبوت تاب آمد آنحضرت
 بدست مبارک اشک او پاک میکرد
 وہی فرمود ترا چیست ان عاد والک
 بعد لہم یعنی اگر باز گردانند
 بگو اکراه باز گردید ایشان بہاں کلمہ
 و حق سبحانہ میں آپ سرستاد کہ من
 کفر باللہ من بعد ایمانہ
 ہر کہ کافر شود بجزائے پس از ایمان
 خویش مرید گرد و چون ابن حنظل و

جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا مثل بلال و
 عمار یا سر و غیرہ کے ایذا میں دینے لگے اور
 ان کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے۔
 مگر وہ لوگ اپنے دین و ایمان پر مستقل
 اور ثابت قدم رہے اور مصائب جھیلنے
 اور صبر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت
 عمار کے والد حضرت یاسر اور ان کی ماں
 سمیہ نے ان منظام سے شربت شہادت
 نوش کیا اور حضرت عمار بوجہ ضعف اور
 کم طاقتی کے ان مصائب کے متحمل نہ ہو سکے
 تو مجبور ہو کر حسب خواہش کفار یہ کلمہ زبان
 پر لائے "امننت بالحق والطاغوت"
 یہ خبر بنی صلعم کو پہونچی کہ عمار نے کفر اختیار
 کر لیا اور دین اسلام سے پھر گئے یہ سنکر
 حضرت نے فرمایا کہ میں اس امر کو ہرگز باؤ
 نہیں کرتا کہ عمار اپنے ایمان سے پھر گیا ہو
 اس لئے کہ وہ سر سے پاؤں تک ایمان
 میں ڈوبا ہوا ہے اور ایمان اس کے گوشت
 اور خون میں سرایت کئے ہوئے ہے یعنی
 ایمان اس کے قلب و جگر میں اس قدر
 سرایت کر گیا ہے کہ ممکن نہیں ہے کہ ہرگز
 ناکس جاہل و احمق کے بہکانے پر پھر جائے
 اسی اثنا میں عمار بھی روتے ہوئے آنحضرت
 کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت اپنے
 دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھتے

و طعمہ و مقیس و امثالہ و ایشان و عرض
سخط الہی باشد الا من اکذہ مگر
کسیکہ اکراہ کردہ شود و قلب او
مطمئن باشد بالا ایمان ارمیدہ باشد
با ایمان و عقیدہ او متغیر نہ گرد و چون
عمار بن یاسر -

(تفسیر حسینی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نولکشور)

تھے اور فرماتے تھے کہ کیا ہوا اگر کفار کفر کی باتیں تم سے کہلا
تو تم زبان سے کہہ دو اس پر خدا نے پاک نے یہ آیت
نازل فرمائی من کفر الخ یعنی جو کوئی ایمان لائیکے بعد
پھر جب سے کفر اختیار کرے جیسا کہ ابن خنظل اور طعمہ اور مقیس
وغیرہ نے کفر اختیار کیا تو وہ مستوجب غضب الہی ہوگا لیکن
جو کوئی کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے اور دل سے اپنے ایمان
پر ثابت قدم ہو مثل عمار یا سر کے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔

پس مومنین کے ایمان لانے کا قوی سبب تو نجات آخرت تھا۔ ہاں جو لوگ منافق
تھے وہ اسلام لانے کے بعد زبان سے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے
لیکن دل میں امنت بالجہت و اطاعت کے قائل تھے جس پر آیہ کریمہ من کفر با اللہ
شاہد ہے اور اصحاب محمد و حین اہل سنت کے ایمان لانے کا قوی سبب محض طلب دنیا
تھی۔ چنانچہ اس نازک زمانہ جاہلیت میں لوگ گاہنوں اور بوجہیوں کے بہت معتقد تھے
اور ان کی بات پر فوراً یقین لے آتے تھے انھوں نے حکم لگایا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر
مبعوث ہوں گے جن کو بہت قوت اور غلبہ حاصل ہوگا اور تمام ملک ان کے تسلط میں
آئے گا۔ اس نبی کے اصحاب حکومت اور سلطنت سے بہت متمتع ہوں گے۔ چنانچہ
علماء اکابر اہل سنت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو کابن اور بوجہیوں
نے خبر دی تھی کہ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث ہوں گے ان کی حیات میں تم ان کے مصائب
ہو گے اور بعد وفات ان سے خلیفہ بن بیٹھو گے۔ چنانچہ ان کی پیشین گوئی راست آئی۔
کہ حضرت ابوبکر کو وزارت بھی ملی اور خلافت بھی۔

اور حضرت عمر کے اسلام لانے کا قوی سبب خود آپ ہی کی تحریر سے معلوم ہوتا
ہے کہ وہ حضرت ہزار شتر سرخ بال والے اور بہت سے درہم و دینار کی طرح پر جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے تلوار گلے میں حائل کر کے چلے تھے۔
مگر جب امیر حمزہؓ کا یہ کلام سنا۔ اگر نیک ارادہ سے آ رہا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار
ہے اور اس کا سر نیز حضرت امیر حمزہؓ کو تیغ بکٹ اپنے سر پہ دیکھا اور ادھر آنحضرت
صلم کو نہایت غیظ و جلال میں پایا تو خوف زدہ ہو کر بجزوری کلمہ شہادت پڑھا۔

اصحاب ثلاثہ کے
ایمان لانے اسباب

اور حضرت عثمان کے اسلام لانے کا سبب علامہ سید علی حسامی نے کبر کے صفحہ ۱۳۱
جلد اول میں خود حضرت عثمان کی زبانی جو تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیسا
جاتا ہے۔

اخرج ابن عساکر عن عثمان بن
عفان قال كنت رجلا مستترا
بالنساء فاني ذات ليلة ايفداء الكعبة
قاعد في راس من قریش اذا اتينا
احد قبيل لنا ان محمد اقد انكعبه
بن ابي لهب من راقية ابنته و كان
راقية ذات جمال رابع فد خلتنى
الحسرة لما لا اكون سليقت الى
ذات فلم البت الى ان انصرفت
الى منزلى فاصبت خالتي قاعدة
و كانت قد تكهنت عند قومها
فلما راقتي قالت البشر و حيث ثلاثا
ثلاثا ثلاثا ثلاثا و ثلاثا اخرى ثم
باخرى كى تم عشر اناك خيرو
وقيت شر اناك و الله حصاننا زهر
وانت بكر لقيت بكر اذ ابيتها بنت
عظيم قد راى قال عثمان ف عجبت
من قولها و قلت يا خالتي ما تقولى
ف قالت عثمان لك الجمال و لك
اللسان و هذا النسبى معك البرهان
و ارسله بمحمد الى ان و جاءه
التنزيل و الفرقان ف اتبعه لا

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ ہم نسواں کو محبوب کہتے
تھے ایک دن ہم خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ
کسی نے کہا محمد نے اپنی بیٹی راقیہ کا عقد عتبہ بن
ابولہب سے کر دیا یہ سن کر ہمارے دل میں حسرت پونئی
کہ کیوں ہم نے سبقت نہ کی تاکہ یہ ہم کو مل جاتی
جب ہم وہاں سے گھر آئے تو خالہ کو موجود پایا جو گناہ
تھی اس نے کہا کہ بشارت ہوا اور مبارک ہو تین
مسلل پھرتیں اور پھر ایک تاکہ دین لوری کرے قسم
خدا کی تو نے نکاح کیا حصان درخشاں سے
تو بھی بکر ہے اور ملاقات کی بکر سے
تو اس کو ایک عظیم القدر بیٹی پاگے
..... عثمان کہتے ہیں
کہ ہم کو اس قول سے تعجب ہوا۔ میں
نے کہا اے خالہ کیا کہتی ہو تو جواب
دیا کہ اے عثمان! یہ نبی ہیں جن کے ساتھ
برہان ہے جس کو خدا نے حق کے ساتھ
بھیجا ہے اور اس کے پاس تنزیل و
فرقان آیا ہے تو اس کی پیروی
کر ایسا نہ ہو کہ بت تجھے دھوکا دیں۔
عثمان نے کہا اے خالہ تم وہ بات
کہتی ہو جس کا ذکر ہمارے شہر میں
نہیں ہے۔ صاف بیان کرو تو کہا کہ

تَعْنَاكَ الْاَدْنَانَ قَلْتِ يَا خَالَةَ اِنَّكَ لَتَذَكِّرِيْنَ
 شَيْئًا مَا وَقِعَ ذِكْرُهٗٓ بِبَيْتِنَا فَاَبِيْنَهٗ لِي
 فَقَالَتْ مِمَّنْ بِنَ عِبْدِ اللّٰهِ رَسُوْلٌ مِّنْ
 عِنْدِ اللّٰهِ جَاءٌ بِتَنْزِيْلِ اللّٰهِ يَدْعُوْا اِلٰى اللّٰهِ
 ثُمَّ قَالَتْ مَصْبِيْحًا مَّصْبِيْحًا وَدِيْنَهٗ فَلَاحٌ
 وَامْرَاةٌ نَّجِيْحٌ وَفَرَسٌ نَّكَاحٌ ذَلَّتْ لَهٗ الْبَطَاحُ
 مَا يَنْفَعُ الصَّبِيْحَ وَلَا يُوْقِعُ الذِّيْحَ وَوَسَلَتْ
 الصَّفَاحَ وَوَمَدَّتْ الذَّمَّاحَ قَالَتْ لَمَّا انْصَرَفْتُ
 وَقِعَ كَلَامُهٗا فِيْ قَلْبِيْ وَجَعَلَتْ اِنْفَكْرَهٗ فَيَدُ وَكَانَ
 لِيْ مَجْلِسٌ عِنْدَ اَبِيْ بَكْرٍ فَاتَيْتُهٗ فَاخْبَرْتُهٗ بِمَا
 سَمِعْتُ مِنْ خَالَتِيْ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا عَثْمَانُ اِنَّكَ
 رَجُلٌ حَازِمٌ مَا يَخْفَى عَلَيْكَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ
 مَا هَذِهِ الْاَدْنَانُ لَعِيْدٌ كَمَا قَوْمُنَا الْيَسْتُ
 مِنْ حِمَارَةٍ صَوْرًا لَا تَسْمَعُ وَلَا تَنْصُرُ وَلَا تَنْصُرُ
 وَلَا تَنْفَعُ قَلْتِ بَلِيْ وَاللّٰهُ اِنْهَا كَذٰلِكَ فَقَالَ فَقَدْ
 وَاللّٰهُ صَدَقْتَ خَالَتُكَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ
 بِنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ لَبِثَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِرِسَالَتِهٖ اِلٰى
 خَلْقِهٖ فَوَلَّكَ اَنْ تَاْتِيْتِهٖ فَتَسْمَعُ مِنْهٗ فَقَلْتِ بَلِيْ
 فَاتَيْتُهٗ فَقَالَ يَا عَثْمَانُ اِحْبِبِيْ اِلٰى اللّٰهِ اِلٰى جَنَّتِهٖ
 فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ وَالِيْ خَلْقِهٖ قَالَ فَوَاللّٰهِ

مَا تَأْتِيكَ مِنْ سَمْعٍ قَوْلُهُ اِنَّكَ لَسَلِيْمَةٌ
 ثُمَّ لَمَّا لَبِثَ اَنْ تَزُوْجَتْ رَقِيْبَةً فَكَانَ
 يُقَالُ حَسَنٌ زَوْجٌ رَقِيْبَةٍ وَعَثْمَانُ

(محمد بن عبد اللہ) خدا کے رسول ہیں جن کے پاس تنزیل خدا آیا ہے اور خدا کی طرف دعوت کرتے ہیں۔ ان کا مصباح مصباح ہے اور ان کا دین فلاح ان کا امر دستگاری اور شاخ ان کی نکاح ہے تمام بطحا ان کا تابع ہوگا جب ذبح شروع ہوگا اور تلوار کھینچ جائے گی۔ اور نیرے دراز کئے جائیں گے تو چھیننا اور چلانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ خالہ تو چلی گئیں مگر ان کا کلام دل میں گھر کر گیا چونکہ ابو بکر کے پاس ہم آیا جا یا کرتے تھے اس لئے ہم نے اس قصہ کو ان سے بیان کیا۔ ابو بکر نے کہا تو مرد عاقل ہے حق و باطل کچھ پر مخفی نہیں ہے یہ بت کیا چیز ہے جن کو ہماری قوم پر جیتی ہے کیا یہ پھر نہیں ہیں جو نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر، تو جا کر حضرت سے باتیں سن۔ عثمان حضرت کی خدمت میں گئے تو آپ سے فرمایا اے عثمان خدا کی اجابت کر اس کی جنت کی طرف آ۔ کہ ہم تیری طرف اور تمام خلق کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ عثمان کہتے ہیں کہ اس وقت ہم کو اپنے دل پر قابو نہ رہا اور فوراً اسلام لائے جس کے چند روز بعد رقیبہ کا ہم سے نکاح ہوا جس پر لوگ کہتے تھے کہ عثمان اور رقیبہ کا اچھا جوڑ ہے۔

(منقول تنقید البخاری حصہ سوم صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷)

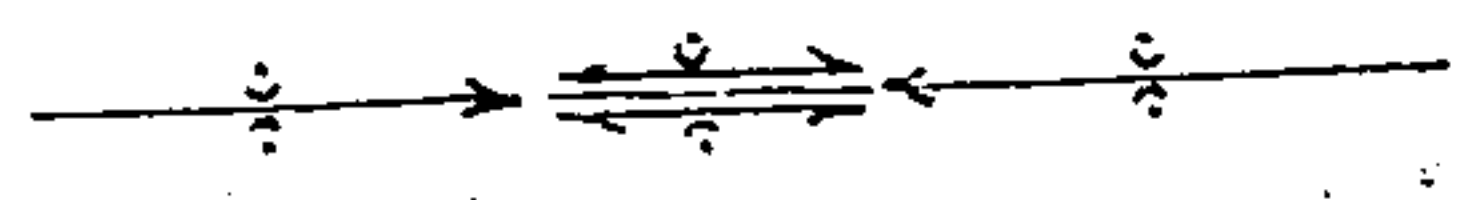
ہم اس مقام پر اس امر کا اظہار کر دینا ضروری و لازمی سمجھتے ہیں کہ حضرت رقیبہ

ام کلثوم اور زینبؓ اور خیران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے شوہر
 اول سے یا ان کی ہمیشہ کی بیٹیاں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عقد عقبہ سے اور
 حضرت ام کلثوم کا عقبہ قرزندان ابو لہب سے کر دیا تھا ان دونوں کو ان کے شوہروں
 نے جگم ابو لہب طلاق دیدی تھی پھر دونوں یکے بعد دیگرے زوجیت عثمان میں
 آئیں۔ یہ وجہ تسمیہ آپ کے ذوالنورین ہونے کی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل
 کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما
 لكل امرئ ما نوى فمن
 هجر تدالی الدنيا لصدیها
 امرأة ینکحها فحجرتالی ما
 الیہ (بخاری جلد اول صفحہ ۲)

اعمال کا نتیجہ نیت کے موافق ہوتا ہے
 جو بغرض دنیا ہجرت کرتا ہے اس کو
 دنیا ملتی ہے اور جو بغرض کسی عورت
 کے ہجرت کرتا ہے تو جس عارض سے وہ
 ہجرت کرتا ہے وہی اس کا نتیجہ ہے۔

پس یہ اسباب قوی ان حضرات کے اسلام لانے کے ہیں آخر جس نیت سے
 اسلام لائے تھے اس میں کامیاب ہوئے۔ غرض جب خاص خلفاء ثلاثہ کے
 اسلام لانے کے یہ قوی اسباب تھے تو ان کے ہوا خواہوں کے اسلام لانے کے وجوہ
 کس شمارہ و قطار میں ہیں۔



قَالَ

اگر ہم اس بات کو سوچیں جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تھا تو ہم کو اُس کے صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ۔ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کریں اور اس امر کو مانیں کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضا مندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے دہم میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اس دین سے پھر گئے ہوں اور کبھی انہوں نے اس محبت کو جو ان کو ایمان و اسلام کے ساتھ تھی نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کے وقت میں گوارا کیا ہوگا اور برسوں اُس کے پیچھے رنج اور دکھ اٹھائے ہوں گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہوں گے بلکہ مرتے دم تک اس پر دل سے ہی ثابت قدم رہے ہوں گے۔ اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کریں کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہوں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جس کو ذرا بھی ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا وہ اس امر کو خیال کر سکتا ہے اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر۔ جو کچھ مال و دولت کی عرض تھی وہ معلوم۔ پس ثابت ہو کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اس امید پر ایمان لانا ان کا ثابت ہوا تو پھر اس سے ان کا پھرنا غیر ممکن تھا۔

(آیات بینات صفحہ پنجم)

تو صحابہ نجات
میں عرض
اسلام لانا
اور اس سے نہیں پھر

اقول

بیان کی توجیہ
مذکورہ بالا

اصحاب کے اسلام لانے کے وجوہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں مگر اس سے یہ
م نہیں آتا کہ اسلام لانے کے بعد پھر اس سے نہ پھرے اس لئے کہ ایمان
ت ہی تازہ کرنا امر ہے جب تک کہ خاتمہ بخیر نہ ہو اس پر فخر و ناز کرنا بیجا ہے۔ انسان
کیا ذکر ہے ابلیس جو معلم الملکوت تھا گمراہ ہو گیا جس نے ہزار ہا سال عبادت الہی
کی اور اسی طاعت و عبادت کی وجہ سے معلم الملکوت ہوا تھا۔ چنانچہ اس کی
دست کا یہ حال تھا کہ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول
کہ ہے۔

مذہ اس نے دو رکعت نماز اس قدر طویل دے کر پڑھی کہ چار ہزار برس کی مدت
اس میں صرف ہو گئی۔ لیکن جب خدائے پاک نے تمام ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام
کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سب نے فوراً فرمان الہی کی تعمیل کی مگر اس نے براہ
تکبر و غرور سجدہ کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں کیوں کر اس کو سجدہ کروں جس کو
تو نے مٹی سے بنایا ہے حالانکہ میری خلقت آگ سے ہے آخر کار اس نافرمانی
پر صد ہا سال کی عبادت خاک میں مل گئی اور مقبول بارگاہ الہی ہو کر مردود ہو گیا۔
گیا شیطان بار ایک سجدے کے نہ کر نہیں اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
اب فرمائیے کہ جس نے محض نوشتہ دی و رضائے عبود کے لئے سا لہا سال اس
عبادت کی ہو کہ کوئی جگہ سجدہ کرنے سے نہ بچی ہو جس نے دو رکعت نماز چار ہزار برس
دا کی ہو۔ جس نے درگاہ باری تعالیٰ (بنا بترت) معلم الملکوت کا خطاب پایا ہو، وہی ایک
انافرمانی کر کے کیوں مردود ہو گیا۔ اسی طرح بڑے بڑے طماع و حریف جو مدتوں گمراہ
یک بیک مومن صادق بن گئے مثلاً حضرت حسرت بن ریاحی کے حال پر نظر ڈالئے
بہا بن کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو باظہار ضرورت بیعت کے

لئے دعوت دی اور آپ ان کے اصرار پر مکہ معظمہ سے جانب کوفہ روانہ ہوئے تو حضرت
ابن ریاحی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے بعض بطبع متعصب و جاگیر ایک ہزار سوار کے سپہ سالار
بن کر اس کام پر مامور ہوئے تھے کہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کو کسی اور طرف
جانے نہ دیں۔ چنانچہ جب وہ راہ میں سلطان کربلا سے مشرف ہوئے تو حضرت نے
استفسار فرمایا کہ تم ہماری مدد کے واسطے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے کو، حرم نے کہا
کہ میں حاکم کوفہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے اس امر پر مامور ہوا ہوں کہ آپ کو
ابن زیاد کے پاس لے جاؤں اور کسی دوسری جانب جانے نہ دوں حضرت نے فرمایا کہ
اس طرح سے میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ حرم نے کہا کہ کچھ بھی ہو میں تو آپ کو ضرور لے جاؤں گا
چنانچہ جب آپ کوفہ کی راہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوئے تو حرم بھی اپنے لشکر کو لے کر
آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے چلے آخر جب حضرت تکم قضاہ قدر داخل ارغز کربلا ہوئے
اور بروز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے عزیز و انصار کے میدان کارزار
میں رونق افروز ہوئے اور عمر سعد آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور آپ نے ایک فصیح و
بلیغ خطبہ پڑھا تو حضرت حرم خوف خدا سے لڑنے لگے اور فوراً لشکر عمر سعد سے نکل کر
مخ اپنے بھائی اور فرزند و عسلا م کے سبط رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کرنے لگے یا بن رسول اللہ میں نے بڑی خطا کی کہ راہ میں حضرت کا حائل ہوا۔
میرا تقصیر عفو فرمائے اور قدم مہینت لزوم پر نثار ہونے کی مجھے اجازت دیجئے تاکہ
سب سے پہلے میں ہی درجہ شہادت سے مشرف حاصل کروں حضرت نے ان کو اپنے
سینے سے لگایا اور روضہ رضواں کی بشارت دی اب حرم فوج خدا کی طرف سے میدان
جنگ میں آئے اور لشکرِ شام سے خوب لڑے آخر کار امام پر نثار ہوئے جن کی
رفاقت میں یہ درجہ پایا کہ جب زخمی ہو کر زمین پر گرے تو خود سبط رسول اللہ
لشکر میں جا کر ان کو خیمہ گاہ میں اٹھالائے اور نقوش کوٹا کر زانو سے مبارک پران
کاسر رکھا سنوز جان باقی تھی کہ حرم نے آنکھیں کھول کر جواب نہ بارت حاصل
کیا اور سبط رسول اللہ کے قدم پر اپنی جان نثار کی۔

بچہ ناز رفتہ باشد جہاں نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن لبش رسد باشی

یہاں بھی حضرت عمر اور حضرت حرم کے مال کار پر غور فرمائیں کہ حضرت حرم کو تو وقت

آخریہ مرتبہ اور درجہ ملا اور جناب عمر کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت رحلت ناراض ہو کر اپنے پاس سے ہٹا دیا تھا۔ دیکھو بخاری شریف میں تو سوا ^{عنفاً} اب آپ حضرت حُر کے آغاز اور انجام پر غور فرمائیں کہ جو شخص صرف مال و دولت کے لالچ سے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن بن کر چلے وہی اسی دولت و اموال سے اور اہل و عیال سے متنفر ہو کر دفعۃً محض بجاتِ آخرت کی غرض سے سب کے اول راہ خدا میں اپنی جان فدا کرے۔

کبھی اس حسن سے بنتا نہیں بگڑا ہوا کام صبح دوزخ میں ہوئی گلشن فرسوس میں شام
اگر ہم آپ کی خاطر سے مان بھی لیں کہ صحابہ نے صرف اپنی بجاتِ آخرت ہی کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا تب بھی کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ جن اصحاب کا آپ محض بجاتِ آخرت کی وجہ سے ایمان لانا بیان فرما رہے ہیں انہیں سچے اسلام اور سچے ایمان والوں میں سے اکثر اصحاب اسی نازک وقت میں اسلام و ایمان سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے تھے جیسا کہ تحقیقین اور مؤرخین اہل سنت کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے مشرف ہو کر واپس آئے اور معراج کا ذکر اصحاب سے فرمایا تو اس کو سن کر اکثر اصحاب نے معراج کی تکذیب کی اور اسی وقت ایمان اور اسلام سے پھر گئے۔ دیکھو عروج الاسلام، جلد ششم صفحہ ۳۵ جو علامہ ابن اثیر جندی کے بیان کا ترجمہ ہے اس کی نقل یہ ہے:-

”جب حضرت مکہ کو لوٹ آئے تو آپ نے خیال کیا کہ اگر میں اس بات کو لوگوں سے کہوں گا تو وہ اسے سچ نہیں مانیں گے اس لئے آپ مسجد میں منہمک بیٹھ گئے اتفاقاً ابو جہل اور اعرس گذرے اس نے پوچھا کہ کیا آج رات میں کوئی نئی بات حاصل ہوئی ہے فرمایا ہاں آج رات کو مجھ کو خدائے تعالیٰ بیت المقدس لے گیا تھا۔ ابو جہل نے کہا تو پھر آج صبح کو ہمارے پاس آگئے کہا ہاں آج ابو جہل نے دل میں یہ بات کہی کہ اگر میں لوگوں سے جا کر کہوں کہ محمد ایسا کہہ رہے ہیں اور جب لوگ ان سے پوچھیں تو کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ میں نے تو ایسا نہیں کہا ہے اس واسطے اس نے حضرت سے پوچھا کیا تم اپنے لوگوں سے بیان کر دے گے حضرت نے فرمایا ہاں ابو جہل نے کہا یا معشر نبی کعب بن لوی! ادھر آؤ۔ وہ سب آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں

سے اپنی معراج کا حال بیان کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے تو سُن کر اُسے سچ جانا اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹ بتایا اور کتنے لوگ جو ایمان لائے تھے اور آپ کی نبوت کی تصدیق کر چکے تھے حضرت سے پھر گئے۔

(عروج الاسلام جلد ششم صفحہ ۵۳)

صحابہ کے ارتداد کو شیخ عبدالحق دہلوی نے بھی لکھا ہے۔

چوں باز آئے آن حضرت از اسرا
صبح کرد حدیث کرد مردم را بدان مرتد
جب آنحضرت معراج سے واپس ہوئے
اور صبح ہوئی تو آنحضرت نے لوگوں سے
اس واقعہ کو بیان فرمایا۔ اس کو سُن کر
شدند جماعت از ضعیف الایمان

(مدارج النبوة)

بہت سے لوگ جو ضعیف الایمان تھے

پھر گمراہ اور مرتد ہو گئے۔

(جلداول صفحہ ۱۶۵)

اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ یہ وہی اصحاب تھے جو بقول آپ کے اس نازک وقت میں محض نجاتِ آخرت کی امید پر ایمان لائے تھے اور خدا کی رضا مندی کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ چکے تھے لیکن پھر اس دین سے پھر گئے اور ایمان و اسلام کی محبت کو دفعتاً دل سے نکال دیا۔ ہر چند کہ اس نازک وقت میں مال و دولت نہ تھا مگر کامیابیوں کے بیانات سے آئندہ اس کے حاصل ہونے پر یقین تو تھا۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وعدہ ہی پر تلوار گلے میں جمائل کر کے آنحضرت صلعم کا فرق مبارک لانے کو چل دئے تھے اور حضرت ابو بکر کا ہن سے سُن کر باسیدِ خلافتِ اسلام لے آئے تھے۔ نہ تنہا عشق از دیدارِ حبیذ و بسا کہیں دولت از گفتارِ خبیذ یہ حال تو اس نازک زمانے کے وقت کا تھا کہ صرف معراج کی تکذیب کر کے اسے پھر گئے تھے اور جب دینِ اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور جہاد میں غنیمت ملنے لگا تو اس وقت سچے اسلام اور پکے ایمان لانے والوں کے اسلام و کامیابی کا یہ رنگ تھا کہ صبح ایمان لاتے تھے اور شام کو مرتد ہو جاتے تھے۔ سامنے آنحضرت کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرتے تھے اور پیچھے تکذیب جس کا اہل سنت کسی طرح انہیں نہیں کر سکتے کیونکہ خود اللہ جل شانہ نے متعدد آیات میں اُن کے کفر و ارتداد کا اظہار فرمایا ہے۔ ازاں بعد بعض یہ ہیں۔

قال

ووسری دلیل

جب کہ ہم خلفائے راشدین اور مہاجرین و انصار کے حالات پر نظر کرتے ہیں اور ان کے چال چلن پر خیال کرتے ہیں تو اس سے ہم کو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس کے رسول صلعم کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے۔ ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر نثار کیا۔ کون سی مصیبت رہ گئی جو کفار نے ان کو نہیں دی اور کون سی تکلیف باقی رہ گئی جو مشرکین نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی۔ جب عرب عامتہ اور قریش خاصہ حضرت صلعم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت

دلیل
خلفاء راشدین مہاجرین
و انصار کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اس کے رسول صلعم کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے۔ ان کے دشمن بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو نہایت خوشی سے حضرت پر نثار کیا۔ کون سی مصیبت رہ گئی جو کفار نے ان کو نہیں پہنچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اس وقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام میں کیسی سعی بلیغ فرمائی۔ جب عرب عامتہ اور قریش خاصہ حضرت صلعم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اس وقت

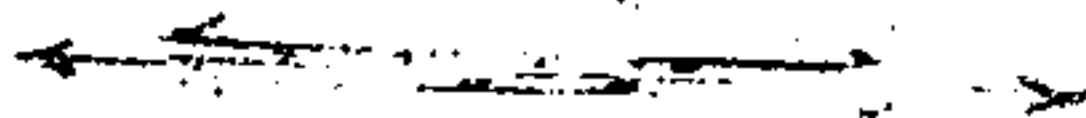
دیاراں دی خود را سپردے ساختہ از مشرب عشق چہ باد ہا کہ نخوردند و چہ مستہا کہ

نہ کہ دند و ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد ما مور شد اصحاب وے در مقابلہ کفار چہ زخم

کہ نہ کشیدند و چہ غمما کہ نہ چشیدند

پس اگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ان لوگوں کو نہ تھی تو کیوں جانوں اور مالوں کو تلف کرتے تھے اور کیوں سختیاں اور مصیبتیں اپنے اوپر اٹھاتے تھے۔ سو چنانچہ کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ بنا دیا۔

رنگیں کہ کہ و پنجہ مژگانم این چنین
نعل و گہر کہ رفیت بدامانم این چنین



اقول

بائیں بڑھ بڑھ کے نہ کیجئے ہمیں معلوم ہے ہم پتہ کی جو کہیں گے تو خجالت ہوگی
 اصحاب کے کسی کام میں حرص و ہوا کو دخل نہ دینے اور جان و مال نثار کرنے کی باہمت
 یہ فرمایا ہے کاش بھجوائے آئیہ کرمیہ۔

فا تو ابرہا نکم ان کتتمہ
 صادقین
 اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو کوئی دلیل
 پیش کی ہوتی۔

خلفائے راشدین اور
 صحابین اور انصار
 کا قدم قدم پر چلنے سے
 کی مخالفت کرنا اور
 آیات و احادیث
 اصحاب کی حرص و ہوا
 سے باز رہنا

اس کا کچھ ثبوت بھی دیا ہوتا۔ یہ تو آپ نے صرف ہمارے سنی بھائیوں کے عقائد
 مار کیا ہے۔ چنانچہ آپ تو اس شد و مد سے اصحاب کو جناب رسول مقبول صلی اللہ
 وآلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے والے اور حرص و ہوا سے پاک بتاتے ہیں۔ مگر خدا اور
 ان کی شہادتوں اور کتب صحاح و حدیث و اخبار اہل سنت کے دیکھنے سے منکشف ہوتا
 ہے وہ قدم قدم پر اپنے پیغمبر کی مخالفت ہی کیا کرتے تھے اور ہر ایک کام میں حرص و ہوا
 دخل دیا کرتے تھے جیسا کہ کتب صحاح کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آن
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا خود اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ
 وقت میرے بعد ابواب دنیا تم پر مفتوح ہوں گے تو تم حرص و ہوا میں پھنس جاؤ
 حدیث یہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی
 قال انکم لتحرصون علی الامار
 و سیکون ندامتہ یوم القیامہ
 (مشکوٰۃ لمصابیح کتاب الامارہ جلد ۱۰ ص ۱۸)
 ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ
 صلعم نے اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ امارت
 کی حرص کرو گے اور یہی امر بروز حشر تمہاری
 خجالت کا باعث ہوگا۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے۔ اب آپریت ملاحظہ
 فرمائیے جو خداوند متعالی ارشاد فرماتا ہے:-

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا
 قریب ہے کہ تم حاکم ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد

فی الارض وتقطعوا ارضکم اولئک الذین لعنہم اللہ فاصہم واعمی البصار کھسم (پ ۲۶ - س محمد ۳۷)

آیت و حدیث شریف کے بعد اقوال محدثین و مفسرین پر نظر ڈالئے کہ وہ اصحاب کی حرص و ہوا کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں۔ منجملہ ان کے امام فخر الدین رازی کا قول ملاحظہ ہو جو تفسیر کبیر پر یہ کریمہ ولی انفق ما فی الارض الخ کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ :-

”جب رسول اللہ نے وفات پائی اور ابواب دنیا اصحاب پر مفتوح ہوئے اور اُس کے

خواباں و جویاں ہوئے تو پھر اپنی حالت سابقہ پر عود کر گئے“ جلد ۴ ص ۵۶۳

اس تفسیر کی پوری نقل پانچویں دلیل کے جواب میں ملاحظہ فرمائیے جو اسی جلد میں

ہے اور جناب امام غزالی کا جو قول ہم مسئلہ فضیلت صحابہ نقل کر آئے ہیں اس پر غور فرمائیے جو صاف صاف فرماتے ہیں کہ :-

”حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی خلافت کو رد فرمایا۔ لیکن بعد اس کے عہد

غدیرہ کو توڑ کر راہ مخالفت اختیار کی اور غایت ہوا پرستی اور نفسانیت سے

اپنی حالت قدیم پر عود کر گئے۔ اور رسول اللہ کے مخالف بن گئے جیسے کہ پہلے تھے

اور تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر اپنا جو ہر ایمان نہایت اڑاں اور کم قیمت

شے پر بیخ ڈالا“

اور جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رحلت کے

وقت مسجد میں ہماجرہ میں اور انصار کے سامنے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں

منجملہ دیگر ہدایتوں اور نصیحتوں کے اصحاب سے خطاب کر کے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد

تم لوگ دنیا کی حرص کرو گے اور آپس میں جدال و قتال کرو گے اس عبارت کی نقل

یہ ہے :-

آنحضرت صلعم اس چہنیں و غط و تکرہ

بجای آورد و در حق اصحاب گفت کہ زہی

اسی طرح آنحضرت صلعم و غط و نصیحت

فرماتے رہے پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے

پوری عبارتہ سر العالمین کے حوالے کے ساتھ پہلے لکھی جا چکی ہے۔

من برشما از شرک و لیکن می ترسم کہ از
دنیا رغبت بکنید و تقاضای کفینہ ہو دیگر
(مدارج النبوة صفحہ ۸۸۲ مطبع مظهر العجاوب)
تو مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم لوگ شرک
کر دو گے مگر اس کا خوف ضرور ہے کہ دنیا
کی خواہش کر دو گے اور اس کے پیچھے آپس میں مرو گے۔
(جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ سطر ۷)

آخر کار بموجب ارشاد منجر صادق صلعم اصحاب کی حرص و ہوا یہ رنگ لائی کہ جناب
سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دنیا کی طرف ایسے جھک پڑے
کہ بقول مشہور ہے

چوں صحابہ حُب دنیا داشتند مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند
اپنے پیغمبر کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا۔ افسوس کہ ادھر تو آنحضرت صلعم کی پیمبر
نکفین کی فکر ہو رہی تھی۔ اور ادھر سقیفہ میں مابین ہاجرین و انصار خلافت کے
پیچھے

”ایں گریباں گرفت و آں دامن“

کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ پس یہ حرص و ہوا ایسی ویسی نہیں ہے کہ کسی کے چھپا
چھپ سکے۔ چنانچہ خود ہوا خواہان صحابہ اپنے خلفاء کی حرص و ہوا پر طعنہ زن ہیں۔
جیسا کہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ جب بحث خلافت کی چھڑی
تو آپ موجود نہ تھے۔ اس کا جواب حضرت علیؑ نے کتنا معقول دیا جو دل پر اثر کرنے
بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھ سے یہ توقع رکھتے تھے کہ پیغمبر کا جنازہ
چھوڑ کر پھر سے خلیفہ بننے کو چلا آتا۔ کتنی پر تاثیر تقریر تھی۔

(تاریخ اسلام، احسان اللہ عباسی ص ۲۰۱ باب چہارم فصل اول)

ہم اصحاب کی حرص و ہوا کی تصویر انشاء اللہ ایک خاص جلد میں کھینچیں گے
جس کے ملاحظہ سے بخوبی ظاہر ہو گا کہ اُن کی حرص و ہوا نے تو دین خدا اور آل رسولؐ
کا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔ اس جگہ ہم فقہاء کی رفاقت اور جان و مال نثار کرنے کا کچھ حال نمونہ
عرض کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

واضح ہو کہ اصحاب رسولؐ کلام اجمعین مومن نہ تھے۔ بلکہ ان میں بہت سے منافق

تھے چنانچہ مومنین ہر لحاظ و ہر ساعت خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا کے طالب رہے ایمان اور اسلام کے پیچھے انھوں نے ہر طرح کی تکلیفیں جھیلیں جیسا کہ ہم پہلی دلیل میں حضرت عمار اور ان کے والدین کا حال بیان کر آئے ہیں کہ باوجودیکہ کفار و مشرکین ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تہمت آفتاب میں پہاڑ کی چٹان پر ٹا کر ایذا میں دیتے تھے مگر وہ عاشقانِ خدا و رسولؐ اپنے دین سے نہ پھرے، آخر کفار کی ایذا سے جامِ شہادت پی کر داخلِ روضہٴ رضواں ہوئے اور اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی سند حاصل کی۔ اسی طرح دیگر مومنین بھی ہمیشہ خدا و رسولؐ کی رضا کے طالب رہے اور جب جہاد کے لئے ان کو دعوت دی گئی تو اس خوش خبری کو سنتے ہی سے

صحابی مومنین کا
اعلانِ کلمۃ التوحید میں
مدد کرنا

یوں جاتے تھے میدانِ شہادت میں وہ برابر جس طرح کے پھڑی ہوئی بلبلی سو گزرا
خود روکتے تھے فرق پہ جب آتی تھی تلوار بارانِ کرم جانتے تھے تیروں کی بوجھ
برہنچھی جو لگی نخیل شہادت میں کھل آیا
جان آگئی جس وقت پیامِ آجل آیا

یہی تو ہیں خدا کے خالص بندے جن کی صفت دشنا اور اپنی خوشنودی کا اظہار

خود خدا کے پاک اس طرح فرماتا ہے:-

لکن الرسول والذین امنوا
معہ جاہدوا باصولہم
وانفسہم واولئک لہم الخیرات
واولئک ہمد المفلحون طاعد
اللہ لہم جنۃ تجری من تحتہا
الانہار یخلدن فیہا ذلک
الفوز العظیم ہ

لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ
اللہ پر ایمان لائے ہیں (ان سب نے)
اپنے مالوں اور جانوں سے (خدا کی راہ میں)
جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لئے دنیا
آخرت کی) سب خوبیاں ہیں اور وہی لوگ
(آخر کار) فلاح پانے والے ہیں اللہ نے
ان کے لئے جنتیں تیار کی ہیں جنکے نیچے نہریں
بہتی ہیں ان میں رہنے والے ہوں گے یہی تو بڑی

پ ۱۰ س توبہ

کا سیاہی ہے۔

ع ۱۰

لیکن جو اصحاب کہ اتفاق کی صفت کے ساتھ متصف تھے وہ ہمیشہ جہاد سے جی چڑا کرتے

آیات صحابہ مطہرین
کی نسبت

تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی شان میں ارشاد فرماتا ہے

(۱) واذا انزلت سورة ات
امنوا بالله وجاهدوا مع
رسوله استاذنك اولوا الطول
منهم وقاتلوا ذرنا نكن
مع القعدین رضویان بکنونی
مع الخوائف وطیح علی قلوبهم
فهم لا یفقهون ہ
پ ۱۰۔ س توبہ
ع ۱۱

اور جب کوئی سورۃ اس حکم کے ساتھ
نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور
اس کے رسول کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو
ان میں سے جو صاحبان مقدرت ہیں وہ تم
سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو
چھوڑ دیجئے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ
رہیں وہ اس پورا صحنی ہیں کہ جو رسول کے ساتھ
اور ان کے دلوں پر چھاپہ لگا دیا گیا۔ پس وہ
وہ کچھ سمجھتے نہیں۔

(۲) یا ایہا الذین امنوا
مالکم اذا قیل لکم انفروا
فی سبیل اللہ اثاقلتم الھ
الارض وارضیتم بالجیوة الذ
من الاخرة فما متاع الحیوة
الدنیاء فی الاخرة الا قلیل
تنفروا العید بکم عذاب الیمنا
ویستبدل قومًا غیرکم ولا
تضروہ شیئًا واللہ علی کل
شیء قذیر ہ
پ ۱۰۔ س توبہ ۶۴

اے ایمان لانے والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ
جس وقت تم سے کہا جاتا ہے کہ راہِ خدا میں
جہاد کیلئے نکلو تو تم لدھڑ ہو کے زمین کی طرف
جھکے پڑتے ہو تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا
کی زندگی کو پسند کرتے ہو تو (سمجھو) کہ دنیوی
زندگی کا ساز و سامان آخرت کے مقابلہ میں
بہت ہی تنگوار ہے اگر اب بھی تم نہ نکلو گے تو
خدا تم پر دردناک عذاب نازل فرمائے گا
(خدا) کچھ مجبور تو ہے نہیں خدا سے بدلے کسی
دوسری قوم کو لے آئیگا اور تم اس کا کچھ بھی بگا
نہیں سکتے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) ان منافقوں پر یہاں تک عتاب فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو نماز جنازہ پڑھنے اور
ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی منع کیا ہے۔ وہ آیات پاک یہ ہیں :-

فرح المحلفون بمقعدہم
خلف رسول اللہ وکفرہوا
(جنگِ تبوک میں) رسول خدا کے پیچھے رہ جانے
والے اپنی جگہ بیٹھ رہنے اور (جہاد میں نہ جانے)

خدا کے پاس لے
آنحضرت کو منافقین
کے جنازہ کی نماز پڑھنے
سے منع فرمایا۔

سے خوش ہوئے اور اپنے مال اور اپنی جانوں
سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا ان کو نکرہ وہ
معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اس گرمی میں گھر
سے نہ نکلو (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ جہنم کی
آگ جس میں تم جلو گے اس سے کہیں زیادہ
گرم ہے اگر وہ کچھ سمجھیں جو کچھ وہ کیا کرتے
تھے اس کے بدلے انہیں چاہئے کہ وہ
کم سنیں اور بہت روئیں تو (اے رسولؐ)
اگر خدا تم کو ان منافقین کے کسی گروہ کی طرف
جہاد سے صحیح اور سالم واپس لائے اور پھر تم سے
جہاد کے واسطے نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم
صاف کہہ دو کہ تم ساتھ لڑنے نہ پاؤ گے تم نے
پہلی مرتبہ گھر میں بیٹھ رہنا پسند کیا تو اب بھی سمجھے
رہ جانے والوں کے ساتھ گھر میں بیٹھے رہو اور
(اے رسولؐ) ان منافقین سے جو مرجعے تو نہ
کسی پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر جا
کھڑے ہونا ان لوگوں نے یقیناً خدا اور اس کے
رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور بد کرداری ہی کی حالت
میں مر گئے۔

ان يجاهدوا باموالهم
وانفسهم في سبيل الله و
قالوا لا تنفروا في الحس
قل نار جهنم اشد حرا
لو كانت ليقهوت فليضحكوا
قليلا وليبكوا كثيرا
جزاء بما كانوا يفسون فان
رجعت الله الى طائفة منهم
فاستاذنوك للخروج فقل
لن يخرجوا معي ابد اولت
تقاتلوا معي عدوا انكم
رضيتم بالقعود اول مرة
فاقعدوا مع الخالقين ولا
تصل على احد منهم مات
ابدا ولا تقم على قبره
انصروا الله وراسوله
وما لى اوههم فاسقون ه
پا۔ اس توبہ ع ۱۱

اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن سے اصحاب منافقین کا احکام خدا اور رسولؐ سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیہ دوم مندرجہ بالا کا اطلاق تو خود آپ نے صحابہ اور ہاجرین و انصار پر کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

”جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینہ میں قیام فرمایا کہ قصد جہاد دوم کا کیا تو بعض لوگوں پر نہایت گہرا گزرا اس لئے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور و دراز تھا خرمیوں کے پکنے کی فصل تھی اور دوم

کا خوف بھی غالب تھا۔ تب اللہ جل شانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتوں کو نازل فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ تم جہاد پر مستعد نہ ہو گے تو خدا تم کو دنیا و آخرت میں عذاب دے گا۔ اور تمہارے بدلے غیر قوم کو پیدا کر دے گا۔

صحابہ کرام وقت جان
نثاری اپنی جان
بچانا

الغرض اصحاب کے جو صفات آپ نے تحریر فرمائے ان سے متصف وہی اصحاب ہو سکتے ہیں کہ جو صدق دل سے ایمان لائے تھے اور خاتمہ ان کا ایمان پر ہوا تھا۔ اگر ان صفات کو آپ اصحاب ثلاثہ سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ان کا ایمان تو ثابت کیجئے جس سے علماء امامیہ کو انکار ہے جیسا کہ جناب غفران مآب فرماتے ہیں۔
”اول ایمان اصحاب ثلاثہ باثبات باید رسانید بعد از میں باین ترتیب باید
سراپید زید کہ دانستی کہ مسلک امامیہ در میں باب آنت کہ اصحاب ثلاثہ اذ امر اول
اد ایمان بہرہ نداشتند“

یوں تو ہمارے سستی بھائی یہی خوش اعتقاد ہی سے جو چاہیں فرمائیں۔ لیکن اگر ان کے حالات کو منصفانہ نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو وہ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہوں نے نہ تو حضرت کی رفاقت کا حق ادا کیا اور نہ اپنی جانوں اور مالوں کو آنحضرت پر نثار کیا۔ جیسا کہ پہلی دلیل کے جواب میں ہم اس کا اظہار کر آئے ہیں کہ جب کفار و مشرکین کی سختی اور اذیت ہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہر ابو طالب میں لے آئے جہاں آپ تین سال تک محصور رہے اور عزیزوں کے سوا ان رفقا میں سے کسی نے بھی اس نازک وقت میں آپ کی رفاقت نہیں کی بلکہ کفار و مشرکین سے مل جل کر امن وامان میں رہے۔ وہاں پیغمبر خدا پر تو فائقے ہر فائقے گذرتے تھے۔ اور یہاں یہ رفقا اپنی قوم کے ساتھ عیش و آرام میں تھے ان کی رفاقت کی یہ کیفیت تو اس نازک وقت میں تھی اور جب آنحضرت صلعم جہاد پر مامور ہوئے تو اس وقت بھی ان جان نثاروں نے نہ تو اپنی جانیں اپنے پیغمبر پر نثار کیں اور نہ وقت جان نثاری اعانت و حمایت آپ کی یاری و مددگاری کی ہاں تعلقیاں بہت کچھ کیا کرتے تھے اور وقت جان نثاری صاف جی چراتے تھے۔ چنانچہ ان کے مخلصوں کی وقا واری اور ان سچے جان نثاروں کی جان نثاری ایک غزوہ احد ہی میں ملاحظہ فرمائی جائے کہ جب مشرکین و کفار جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے اور حضرت مجروح ہو گئے تو یہ سب سچے جان نثاران

وفا شعار اپنے محبوب کو دشمنوں کی تلواروں کے سایہ میں تنہا چھوڑ کر ہوا ہو گئے۔
 دگر کس نہ بد زان و لہیراں بجا رسول خدا ماند و شیر خدا
 نہ کس از ہماجر نہ انصار ماند علی ماند یا تیغ خو بخوار ماند
 چہ بکر و چہ عمرو و چہ زید و ولید شدند آن زمان از نظر تا پدید
 یکے زد بسرض و دگر زد بطول نہ بیم از خدا و نہ خوف از رسول
 اس کلام کی تائید میں مدارج النبوة ملاحظہ فرمائیے کہ جناب شیخ عبدالحق
 محدث دہلوی نے ان جاں نثاروں اور وفاداروں کے فرار کو کفر سے تعبیر کیا
 ہے اس کی نقل یہ ہے۔

چون مسلمانان رو بہ ہزیمت آوردند رسول خدا
 را تنہا گذاشتند حضرت صلعم در غضب آمد و عرق
 از پیشانی ہمایوش متقا و گشت و شمال
 مروارید از جبین فیض شیمش فرود ویدد
 حالت نظر کرد علی ابن ابی طالب را دید کہ
 در پہلوے دے استادہ است فرمود
 اے علی چوں ست کہ تو با برادران خود
 ملحق نہ گشتی علی گفت اے کفہ بعد
 الایمان ان لی بک اسوۃ ایا کافر
 شوم بعد از ایمان بدستی کہ مرا بتواقتا
 است یعنی مرا بتو کاراست با یاران و
 برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت
 نمودند چہ کار دارم۔

(مدارج النبوة جلد ۲ صفحہ ۱۶۷ سطر ۱۶)

اگرچہ ان رفقا اور جان نثاروں کا جہاد سے جی چرانا اور عزت و ات بد
 حنین خندق و خیبر وغیرہ سے فرار کرنا جلد دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے
 بیان کیا جائے گا۔ مگر چونکہ جناب محدث صاحب موصوف اس روایت میں مصلحتاً

عزاد اور
 صاحب کا
 فرار ہونا

صرف یہ جملہ (مسلمانانِ روم بزمیت آور دند) لکھ کر گریز نہ کر گئے ہیں اس لئے ہم اس جگہ جناب شمس العلماء شبلی نعمانی کا قول نقل کرتے ہیں جس کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ وہ کون مسلمان تھے وہ یہ ہے :-

تمام روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کچھ لوگ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ انہوں نے مدینہ سے ادھر دم نہیں لیا اور کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے کہ رسول اللہ کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے بعضوں نے مایوس ہو کر سپردال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت عمر اس تیسرے گروہ میں تھے۔ علامہ طبری نے بسند متصل روایت کی ہے کہ اس موقع پر جب انس بن نضر نے حضرت عمر اور طلحہ اور حنیفہ ہاجرین اور انصار کو دیکھا کہ مایوس ہو کر بیٹھے گئے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ بیٹھے کیا کرتے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ نے تو شہادت پائی۔ انس بولے رسول اللہ کے بعد زندہ رہ کر کیا کر دے گے تم بھی انہیں کی طرح لڑ کر مر جاؤ۔ یہ کہہ کر کفار پر حملہ آور ہوئے اور شہادت حاصل کی۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا ہے کہ انس بن نضر میرے پاس سے گذرے اور مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ پر کیا گزری، میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہوئے۔ انس نے کہا کہ رسول اللہ شہید ہوئے تو ہوئے، خدا تو زندہ ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے کھینچ لی اور اس قدر لڑے کہ شہادت حاصل کی۔ علامہ بلاذری نے النساب الاشراف میں حضرت عمر کا یہ حال لکھا ہے کہ حضرت عمر ان لوگوں میں تھے جو احد کے دن بھاگ گئے تھے لیکن خدا نے ان کو معاف کر دیا۔ علامہ بلاذری نے ایک اور روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت عمر نے جو اپنی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے روزیے مقرر کئے تو ایک شخص کے روزیہ کی نسبت لوگوں نے کہا کہ ان سے زیادہ مستحق آپ کے فرزند عبداللہ ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ نہیں، کیونکہ اس کا باپ احد کی لڑائی میں ثابت قدم رہا تھا اور عبداللہ کا باپ (یعنی خود حضرت عمر) نہیں رہا تھا۔

۱۹۲ صفحہ

۹۵

دال فاروق حصہ اول صفحہ ۲۵ تا ۲۷) (یعنی خود حضرت عمر) نہیں رہا تھا۔

سبحان اللہ جو رفقا کفار و مشرکین کی ایذا دہی کے وقت اپنے پیغمبر کی سطلق حمایت

نہ کریں، جو جاں نثار، وقت جاں نثاری اپنی جان بچا کر فرار ہو جائیں۔ جو خود اپنی زبان سے اپنے فرار کا اقرار کریں اور کل مورخین و محدثین اہل سنت اپنی اپنی کتابوں میں ان حالات و واقعات کی تصدیق کریں اور شاہ صاحب ان کے فرار کو کفر بتلائیں واجباً کہ آپ تمام ان باتوں پر پردہ ڈال کر یہ فرمائیں :-

یاران دے خور اسپر دے ساختہ از مشرب رفقائے آنحضرت نے اپنے کو حضرت کی
عشق چہ باد ہا کہ نخورد و چہ سیتہا کہ نہ کرد سپر بنا کر مشرب عشق سے کیا کیا جام
ہر گاہ کہ آنجناب بہ ہجرت و جہاد مامور شد نہیں پئے اور کیا کیا ولولے نہیں کرے جبکہ
اصحاب دے بمقابلہ کفار چہ رہنما کہ نہ وہ جناب ہجرت و جہاد پر مامور ہوئے تو
پشیدند و چہ غمہا کہ نہ کشیدند۔ فاعتبروا آپ کے اصحاب نے بمقابلہ کفار کون سے
یا ادنی الا بصار۔ رنج تھے جو نہیں پائے اور کون سے غم تھے

جو نہیں اٹھائے۔

پس عسلے التعموم ہما جبرین و انصار کا حق رفاقت ادا کرنا اور اپنی جانوں اور مالوں کو فدا کرنا تو سر اسر باطل اور بے اصل ہے۔ البتہ ان کا طامع اور حرص ہونا۔ مال غنیمت پر جھگڑنا۔ ہر ایک گروہ کا اپنے آپ کو تنہا اس کا مستحق سمجھنا۔ بلکہ اپنے پیغمبر پر خیانت اور تقسیم مال غنیمت میں عدل نہ کرنے کا اتہام لگانا (نعوذ باللہ) بلاشبہ ثابت ہے چنانچہ ان کی اس حرص و طمع کا اظہار مورخین اور محدثین و مفسرین نے بہت ہی وضاحت و صراحت سے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے اور خدائے پاک نے بھی صاف صاف فرمادیا ہے جو کہ ہوا خواہان اصحاب کے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا۔ منجملہ ان کے ہم چند روایات اور آیات اس جگہ نقل کرتے ہیں :-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا جو کچھ مال و اسباب کفار غنیمت بدر کے لشکر میں تھا وہ سب جمع کیا گیا مگر اس کی نسبت مسلمانوں میں اختلاف ہوا جنہوں نے جمع کیا تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال ہمارا ہے اور جو لوگ دشمنوں سے لڑتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم اگر ان سے نہ لڑتے اور انہیں نہ روکتے تو تم کو یہ مال کیسے ملتا۔ اور جو لوگ عریش کے پاس رسول اللہ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے کہنے لگے کہ تم لوگ ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو ہم دیکھ رہے تھے کہ یہ مال ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا تھا اور کوئی

اصحاب کا غنیمت پر جھگڑنا اور نزول سورہ انفال

ان کا حفاظت کرنے والا نہ تھا ہم چاہتے تو اسی وقت اُسے لے سکتے تھے مگر ہم نے دیکھا کہ ہمیں دشمن رسول اللہ پر حملہ نہ کریں اس لئے ہم آپ کی حرمت پر کھڑے رہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے انفال (یعنی مالِ غنیمت) کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا اختیار عطا فرمایا۔

(عروج الاسلام جلد ۶ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ آگہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیایائے ہوازن سے فارغ ہو گئے تو آپ سوار ہو کر روانہ ہوئے لوگ آپ کے پیچھے روانہ ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! ہماری غنیمت ہم کو تقسیم کیجئے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہوئی تو ایک درخت کے پاس آپ سے جا لیٹے اور چادر مبارک آپ کی کھینچ لی آپ نے فرمایا اے صاحبو! میری چادر تو مجھے دے دو میں کیا تم کو دینے میں نخل کرتا ہوں (ایضاً جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور دیگر قبائل عرب پر ان غنائم کو تقسیم کر دیا اور انصار کو کچھ حصہ نہ دیا تو وہ اپنے دلوں میں طرح طرح کے شبہات کرنے لگے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی قوم میں مل گئے (ایضاً جلد ۶ صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳)

عباس بن مرد اس کو تین اونٹ دئے جس سے وہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا یہ اونٹ اسی لوٹ کے ہیں جسے میں نے اپنے گھوڑے پر چڑھا کر اور دیت میں حملہ کر کے حاصل کئے ہیں۔ اور لوگ جب سو جاتے تھے تو میں ان کو جگاتا تھا اور جب نیند میں مدہوش ہوتے تھے تو اس وقت بھی میں کبھی غافل نہیں رہتا تھا۔ اب میری لوٹ اور میرے غلاموں کی لوٹ کا مال عتبہ اور اقرع کو دیا جا رہا ہے حالانکہ میں نے تو دلاوری اور جو انردی کے کام کئے ہیں اور مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۲)

جب مالِ غنیمت کے لئے ہاجرین اور انصار نے اس طرح حجت و تکرار کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یسئلونک عن الانفال ط
قل الانفال لله والرسول فانقوا
الله واصلحو اذ استبدینکم
اے رسول مسلمان سپاہی تم سے مالِ غنیمت
کا حکم دریافت کرتے ہیں تم کہہ دو کہ مالِ غنیمت
اللہ و رسول کا ہے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو

۱ طیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم
موسنین ۵
(پ ۸ س انفال ع ۱)

اور آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرتے
رہو اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو۔

امام فخر الدین رازی اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر کرتے ہیں :-

ان یوم یدر الشبان قتلوا و اسروا
والاشیاء و قفوا مع رسول اللہ
فی المصاف فقال الشبان الغنائم
لنا لا ناکتلنا و هم منا و قال
الاشیاء کنار دعاکم و لو انهم متهم
الانحر تم الینا فلا تدھبوا بالغنائم و
فوقعت الخاصة یحذ السبب فنزلت
الایة

بروز جنگ بدر جوانوں نے قتال کیا اور
قید کیا اور جو بوڑھے تھے وہ لڑائی میں
رسول اللہ کے ساتھ تھے جوانوں نے کہا مال
غنیمت ہم کو ملنا چاہیے کیونکہ ہم نے جنگ کی
اور کفار کو بھگا یا بوڑھوں نے کہا ہم تمہاری
پشتی پر تھے اگر تم ہزیمت پاتے تو تمہارے
ہی پاس آتے اسلئے تم تمہا اسکے مستحق نہیں
ہو سکتے جب دونوں فریق میں نزاع ہوئی

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۱۰۹ سطر ۱)

یہی تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۰۸ میں بھی ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب اپنے قرآن شریف
مترجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ایک دوسرے سے ایک طرح کی بدگمانی پیدا ہو گئی
ہر ایک اپنے کو زیادہ ہی مستحق سمجھتا تھا اس واسطے کہ اس نے اپنے زعم میں زیادہ
کوشش کی تھی سو خدا نے سمجھا دیا کہ فتح جو تم کو نصیب ہوئی یا مال غنیمت ہاتھ آیا یہ
تمہاری کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض خدا کا فضل ہے اور مال غنیمت سارے
کا سارا اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا جس کو جتنا دیا جائے وہ خوش دلی سے
لے لے اور اس کو خدا اور اس کے رسول کا انعام سمجھے۔“

اسی طرح شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا بیان ہے کہ :-

”جنگ بدر میں جب فتح حاصل ہو چکی تو کچھ لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہوئے
بہت دور تک چلے گئے اور کچھ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ تعاقب کرنے
والے جب واپس ہوئے تو انھوں نے دعویٰ کیا کہ غنیمت ہمارا حق ہے کیونکہ ہم دشمنوں

سے لڑ کر آئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ تھے اس لئے ہم تم سے زیادہ حقدار ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لیسنونک
عن الانفال (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۰)

شبلی صاحب نے جن ہماجرین و انصار کو حاضر خدمت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتایا ہے میں مورخین نے حضرت ابو بکر صدیق کا اسم مبارک خاص طور پر ملحوظ کیا ہے اور یہ پتہ دیا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم بارگاہ انبوی میں فتحیابی کی دعائیں محو تھے تو اس وقت حضرت ابو بکر نے آنحضرت صلعم کو بقول صاحب رضی اللہ عنہما (صدیق آن سب رو را بیدار ساخت و عرض کرد یا رسول اللہ مشرکین بہانزدیک سیدند) یہ کلمہ بیدار کر دیا تھا کہ دشمن ہمارے پاس پہنچ گئے۔ پس جبکہ بقول شبلی صاحب غیر اصحاب حقائقین آنحضرت نے اپنے آپ کو مال غنیمت کا مستحق بتایا اور اس کے لئے باہم جھگڑے جس پر آیہ انفال نازل کی تو وہ سب حضرات آیہ وافی ہدایہ۔

تجسس المال جباً جماراً (س الفع) تم مال کو جی بھر کے دوست رکھتے ہو۔
کے مصداق ہوئے۔

واضح ہو کہ ہماجرین و انصار نے صرف طلب مال غنیمت ہی پر اکتفا نہیں کیا۔
بلکہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے اس طرح کے گستاخانہ کلام بھی کئے کہ :-
کا الزام رکھنا

”آپ جنگ پر تو ہمیں بھیجتے ہیں لیکن مال غنیمت جو ہمارا حق ہے اس کو اپنے عزیز و تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور اس تقسیم میں خدا کی مرضی کا خیال نہیں کرتے۔“

چنانچہ بخاری شریف میں ایک طویل روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :-

اخیر فی النس بن مالک	انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں
رضی اللہ عنہ قال ناس موت	کہ فتح خیبر کے بعد جب غنیمت کا مال
الانصار حین افاوا اللہ علی رسولہ	ہوا ان تقسیم کیا گیا تو آنحضرت صلعم
صلعم ما افاوا من اموال ہوازن	نے اس میں سے سو سو اونٹ قریش کو دے
فطفق النبی صلعم ليعطی رجالا	اس پر انصار نے کہا خدا رسول کی مغفرت
المائة من الابل فقالوا ليعفوا	کرے کہ قریش کو دیتے ہیں اور ہم کو نہیں
لرسوله يعطى قریشا ویتروکنا	دیتے حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش

سینو فنا لقطر من دما لہم۔ کے خون ٹپک رہے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ مولوی خلیل الرحمن پٹواری ضللاً)

اسی میں دوسری روایت اس عنوان سے منقول ہے:-

عن عبد اللہ قال لما قسم النبی
صلعم قسمۃ حنین قال رجل من
الانصار ما ارادہ یھا وجہ اللہ
فایت النبی صلعم فاخبرتہ فتغیر
وجہہ ثم قال رحمۃ اللہ علی
موسی لقد اودی باکثر من
لھذا فصبر۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)

عبداللہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ
صلعم نے غنیمت حنین تقسیم کیا تو انصار میں
سے ایک شخص نے کہا کہ اس تقسیم میں خود تیری
خدا منظور نہیں ہے اس پر میں نے رسول
خدا کو اس سے مطلع کیا یہ سن کر چہرہ مبارک
کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ موسیٰ پر خدا کی
رحمت ہو ان کو تو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں
دی گئی تھیں پھر صبر کیا۔

صد حیف کہ ہما جرین و انصار نے مال غنیمت کے متعلق اپنے پیغمبر پر خیانت اور عدل
نہ کرنے کا بھی اتہام لگایا جس پر خدائے پاک نے اپنے حبیب اور رسول کی عصمت پر یہ
آیت نازل فرمائی۔

ماکات لنبی ان یغل ومن
یغل یات بما علی یوم القیمۃ
پا ۲

کسی نبی کی یہ شان نہیں ہے کہ خیانت کرے
اور جو خیانت کرے گا تو جس چیز کی خیانت
کی ہے قیامت کے دن ہی چیز خدا کے سامنے لانی ہوگی۔

چنانچہ مفسرین اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ:-

”مسلمانوں کو یہ سمجھانا ہے حضرت پر گمان نہ کرے کہ غنیمت کا مال کچھ چھپا
رکھا۔ بدر کی لڑائی میں ایک چیز غنیمت کے مال سے گم ہو گئی تھی سو کسی نے کہا شاید
حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔“

(ترجمہ قرآن مجید شاہ عبدالقادر صاحب مطبوعہ میرٹھ)

اسی طرح مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ میں ہے:-

”جنگ بدر میں جو لوٹ کا مال ہاتھ آیا تھا اور وہ جمع کیا جا رہا تھا کہ آخر کار فوجیں
تقسیم کیا جائے گا اس میں سے ایک اوڑھنے کی چادر اور ایک ٹنگی گم ہو گئی کسی بد باطن نے

نے پیغمبر کی نسبت شبہہ کیا۔

تیز تفسیر حسینی میں ہے :-

بناشد نتر اور از مر پیغمبر سے را کہ خیانت کند
 وہ غنیمت بعضے اقویا صحابہ از پیغمبر در خواست
 می نمودند کہ مارا از ہر غنیمت کہ می افتد زیادہ
 از حصہ ضعفاء چیرے بدہ۔ آیت آمد کہ خیانت
 پیغمبر در قسمت عتائم روا نیست۔
 گویند از عتائم بد گلمے سرخ گم شد
 و چھے سیاہ دلان از روئے نفاق نسبت
 آن بہ سید عالم صلعم علی الاطلاق کہ زندگی
 تعالیٰ ذمہ حبیب خود را خصوصاً و ذمہ جمیع
 انبیاء و عموماً از میں خیانت بری گردانید و فرمود
 کہ هیچ پیغمبر در غنیمت خیانت نہ کرد نہ کند

(تفسیر حسینی صفحہ ۸۸ و ۸۹)

بعض صحابہ جو قوی تھے انہوں نے رسول اللہ
 علیہ السلام سے درخواست کی کہ جو
 غنیمت حاصل ہوتی ہے اس میں سے بہ نسبت
 ضعیف صحابہ کے ہمیں کچھ زیادہ دیا
 کیجئے۔ آیت آئی کہ نبی کی شان سے بعید ہے
 کہ خیانت کرے بعض کہتے ہیں کہ بدر کی
 غنیمت سے ایک کبلی سرخ رنگ کی گم
 ہو گئی بعض سیاہ دلوں نے نفاق کی راہ
 سے سید عالم کی طرف بدگمانی کی تب حق تعالیٰ
 نے ارشاد فرمایا کہ کسی نبی نے بھی غنیمت میں
 خیانت نہیں کی کبھی اور نہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم) کرتے ہیں۔

جب ہاجرین و انصار نے آنحضرت سے یہ گستاخیاں کیں اور آپ پر خیانت اور
 عدل نہ کرنے کی تمہت کی اور تقسیم غنیمت پر خلاف شان آنحضرت یہ کلام کہے تو اللہ جل
 شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

و منہم من یلمزک
 فی الصدقات فان اعطوا منها
 ما سئوا وان لم یعطوا منها اذاً
 یسخطونہ
 (پ ۱۰ - س ۱۰۷ ع ۷)

ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں (اے رسول)
 جو لوگوں کے مال کی خیرات کی تقسیم میں انصافی
 کا تم کو الزام دیتے ہیں۔ پورا اگر ان میں سے انہیں
 حسب خواہش دیا جائے تو خوش ہو گئے اور اگر
 ان کی مرضی کے موافق نہیں دیا گیا تو بس فری بگڑ جائیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب مال دنیا پر بڑے
 تھے اور وہ یہ ہے۔

قال اهل المعانی هذه الآية تدل
 اہل معانی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کی

نزل آیت شریف
 نسبت اصحاب
 منافقین۔

علی رکاکة اخلاق اولئک المنافقین
 ودائنة طبا عہد وذلک لاندلشد
 مشرہم الی اخذ الصدقات عابوا
 الرسول فنسبوا الی الجور فی القسمة مع
 انہ کان بعد خلق اللہ تعالیٰ عن
 المیل الی الدنیا قال الفصاحت کان
 رسول اللہ یقسم بینہم ما اتاہ
 اللہ من قلیل المال وکثیرہ وکان
 المؤمنون یرضون بما اعطوا و
 یحمدون اللہ علیہ ولما المنافقون
 فان اعطوا کثیرا فرحوا وان اعطوا
 قلیلا سخطوا وذلک یدل علی
 ان رضائهم وسخطهم یرتبط
 بالنصیب لا اجل الدین

(تفسیر کبیر ۲۴ صفحہ ۶۶۹ و صفحہ ۶۷۰)

امام محمد اسمعیل بخاری نے جب دیکھا کہ ان آیتوں سے تو اپنے اصحاب کے ایمان
 اور طمع و حرص کی قلعی کھلتی ہے تو ان جملہ ذمائم کا سہرا ایک شخص ذوالخویصرہ تمیمی کے سر پر
 باندھ دیا تاکہ اپنے اصحاب کے دامن عصمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ چنانچہ وہ روایت بخاری
 شریف سے نقل کر کے ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

امام بخاری کا
 اس آیت کو ذوالخویصرہ
 سے منسوب کرنا

ان اباصعید الخدری قال بینما
 نحن عند رسول اللہ وهو یقسم
 قسما اذا اتاہ ذوالخویصرہ وهو
 رجل من بنی تمیم فقال یا رسول
 اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل
 اذ لم اعدل قد خبت وخصرت
 ابوصعید خدری سے مروی ہے کہ ہم رسول
 کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کی تقسیم
 فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو بنی تمیم سے
 تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ انصاف کیجئے
 حضرت نے فرمایا دائے ہو کچھ پر اگر میں انصاف
 نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا اگر میں انصاف

رکاکت اخلاق اور ان کی دنائت طبع پر دلالت
 کرتی ہے کیونکہ وہ صدقات کے لینے پر بڑے
 حرص تھے۔ انہذا انہوں نے رسول اللہ پر عیب
 لگایا اور حضرت کی تقسیم پر ناانصافی کے مدعی
 ہوئے حالانکہ آنحضرت تمام مخلوقات میں اس
 سے بری تھے کہ دنیا کی طرف میل کر میں ضحاک
 کہتے کہ جو کچھ قلیل و کثیر مال آتا تھا حضرت اس
 کو تقسیم کر دیتے تھے جو منین تو اس تقسیم سے راضی
 ہو جاتے اور شکر خدا بجالاتے تھے۔ مگر منافقین
 کو اگر زیادہ ملتا تو خوش ہوتے اور کم ملتا تو
 ناخوش ہوتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان
 کی رضا و رغبت بطلب مال دنیا ہے
 نہ بغرض دین۔

ان لم اعدل فقال عمر يا رسول الله انك انت لي فيه فاضرب عنقه فقال دعوه فان له اصحابا يحقر احدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم يقرءون القرآن لا يجاوزتوا فيه غير قون من الله كما يمزق السهم من الرمية ينظر الى صلاته فلا يوجد فيه شيء ثم ينظر الى وصافه فلا يوجد فيه شيء ثم ينظر الى نضيبه وهو قد حده فلا يوجد فيه شيء ثم ينظر الى قذرة فلا يوجد فيه شيء قد سبق الفرت والدم انهم را جل اسود احدى عضدا به مثل ثدي المروءة او مثل البضعة تدور ايجز جون على حين فرقة من الناس قال ابو سعيد فاشهد اني سمعت هذا الحديث من رسول الله واشهد ان علي بن ابي طالب قاتلهم وانا ساعد قاتلهم الرجل فالتمس فاتي به حتى نظرت له علي بن النبي صلعم الذي نعت -

نہ کروں گا تو خائب و خاسر ہوں گا عمر نے کہا یا حضرت اجازت دیجئے کہ میں اس کو قتل کروں حضرت نے فرمایا جانے دو کہ اسکے ایسے اصحاب ہیں جن کے نماز روزہ کے سامنے تم اپنی نماز کو حقیر جانو گے یہ قرآن کو پڑھتے ہوں گے منکران کی سمجھ میں نہ آئے گا اور ایسی تاویل کریں گے جو خلاف مقصود ہوگی یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے پھر جو اس کے لوہے میں دیکھا جاتا ہے جو تیر میں لگا رہتا ہے تو کچھ اس میں نہیں ملتا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تیر جب اپنی تیری سے شکار کو چھید کر نکل جاتا ہے اور شکار کا کوئی حصہ بھی اس میں نہیں رہتا اسی طرح یہ لوگ اسلام سے نکل جائیں گے کہ کوئی اثر بھی اسلام کا ان میں نہ رہے گا یہ سردار اس کا ایک سیاہ مرد ہوگا جس کا ایک بازو مثل پستان زن ہوگا یا گوسفند کا ایک ٹکڑا جو حرکت کرتا ہوگا جب کہ لوگوں میں اختلاف ہوگا اس وقت یہ لوگ ظاہر ہوں گے ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خود میں نے اس حدیث کو رسول اللہ سے سنا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے ان سے قتال کیا اور آپ نے حکم دیا اس کو تلاش کرو جب وہ لایا گیا تو اس کو ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔

اس روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کمال جو ش ایمان کی وجہ سے

ذوالخویصرہ تمیمی کی گستاخی ویلے ادبی کی تاب نہ لاسکے اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ و مستعد ہو گئے لیکن امام بخاری کی یہ محبت ان کے کچھ کام نہ آئی اس لئے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ خود حضرت عمر تقسیم غنیمت میں آنحضرت پر معترض ہوئے تھے اور کہا تھا کہ یہ تقسیم درست نہیں ہے وہ روایت یہ ہے۔

امام بخاری کا تقسیم غنیمت میں اعتراض

عن سلمان بن ربیعۃ قال قال
عمر بن الخطاب قسم رسول الله
قسما فقلت والله يا رسول الله لغير
هؤلاء كان احق به من هذا قال
فمخيروني بين ان يسئلوني بالقس
يفيلوني ولست بياخل
يعنى سلمان بن ربیعہ راوی ہیں کہ خود حضرت
عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول خدا صلعم
نے کچھ تقسیم کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ
جن لوگوں کو آپ نے دیا ہے دوسرے لوگ
ان سے زیادہ مستحق تھے حضرت نے فرمایا مجھے
مخیر کیا ہے اس میں کہ وہ سوال کریں ہم سے بخش
بد گوئی سے یا ہم کو نیک سے نسبت دیں حالانکہ
ہم بخیل نہیں ہیں۔

(صحیح مسلم صفحہ ۳۳۳)

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر جو اعتراض ذوالخویصرہ کا نہ رسول اللہ پر تھا نہ ہی حضرت عمر کا بھی ہے پس کون سی وجہ اس امر کی داعی ہے کہ اہل بیت
الجماعت ذوالخویصرہ کو تو صاف منافق کہیں۔ اور واجب القتل ٹھہرائیں اور حضرت عمر کو مہر
انہ فلک اسلام کا خطاب عطا کریں۔ حالانکہ اس کا تو صرف یہی ایک اعتراض تھا اور حضرت
عمر کے ایک نہیں بلکہ بیسوں ہیں جو آئندہ اپنے موقعوں پر مذکور ہوں گے۔

روایات مندرجہ
سیرۃ النبی ص ۱۱۱
کے قریب و قریب کے
بارہ میں

اس موقع پر ہم دو چار روایات کا خلاصہ سیرۃ النبی مولفہ جناب شمس العلماء بشیر
نعمانی سے بھی نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ جس میں صاحب موصوف نے اصحاب سے
کی حرص و طمع پر کافی روشنی ڈالی ہے ملاحظہ ہوں۔

”چونکہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں لڑائیوں کی اصلی بنیاد ضرورت معاش سے شروع
ہوتی تھی۔ اس لئے عرب کے نزدیک مال غنیمت سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ تھی اور ذرا
معاش میں سب سے زیادہ حلال اور طیب اسی کو سمجھتے تھے یہ خیال اس قدر دلوں میں
راسخ اور رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا کہ اسلام کے بعد بھی ایک مدت تک قائم رہا۔
یسئلونک عن الانفال قل جو لوگ تم سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں

الانفال لله والرسول کہہ دو کہ مال غنیمت خدا اور رسول کا ہے۔ اس آیت سے یہ مقصود ہے کہ مجاہدین مال غنیمت کا خود دعویٰ نہیں کر سکتے اس کی تقسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار میں ہے جس طرح آیت میں تقسیم فرمائیں۔ اس سے اتنا ہوا کہ لڑائیوں میں جو ہر شخص لوٹ کر جو چیز چاہتا تھا لیتا تھا بند ہو گیا لیکن میدان جنگ کے علاوہ اور موقعوں پر لوٹنا مدتوں موقوف نہیں ہوا، سنن ابی داؤد میں ایک انصاری سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے، بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو اتفاقاً سامنے بکریاں نظر پڑیں۔ ان کو لوٹ لائے اور ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ شریف لائے اور کہاں جو ہاتھ میں تھی اس سے دیکھیاں الٹ دیں اور فرمایا کہ لوٹ کی چیز مردہ سے بڑھ کر حلال نہیں، خیر کی لڑائیوں میں ہونے پر اس وقت تک یہ حال تھا کہ امن کے بعد لوگوں نے یہود کے جانور اور کھیل لوٹ لئے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ وسلم کو نہایت غصہ آیا آپ نے تمام صحابہ کو جمع کیا اور فرمایا۔

ان الله تعالى لم يجل لكم ان
تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا
بإذن ولا ضرب نساءكم ولا
اكل ثمارهم اذا اعطوكم الذي
عليهم (سيرة النبی صفحہ ۲۲۲) پر فرض ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ وسلم چاہتے تھے کہ غنیمت کے ساتھ لوگوں کو جو شتف ہے کم ہو جائے لیکن مدت تک غنیمت کی محبت اور وارفتگی نہ لگئی۔۔۔۔ (صفحہ ۲۶۷) غنیمت اس قدر محبوب تھی کہ بعض صاحبوں کو کسی کافر کے مسلمان ہونے پر اس بنا پر رنج ہوا کہ اسلام لانے کی وجہ سے اس کا مال نہ لے گا۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک سریہ میں حملہ کرنا چاہا، قبیلہ والے روئے ہوئے آئے انہوں نے کہا لا الہ الا اللہ کہو تو

تمہاری جان اور مال پڑ جائے گا۔ انھوں نے کہا لا الہ الا اللہ کہا اور ان کو من
دے دیا گیا جب یہ اپنے ساتھیوں میں آئے تو لوگوں نے ان کو ملامت کی
احرمتنا الغنیمہ (تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کر دیا۔

۵۲۸ صفحہ

(صفحہ ۲۲۲)

سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مال غنیمت کے ساتھ لوگوں کو اس قدر شغف
تھا کہ لڑائیوں کا بہت بڑا سبب ہی ہوتا تھا اس کی اصلاح میں نہایت تدریج
سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت میں تو غنیمت محبوب ترین چیز تھی تعجب یہ ہے کہ اسلام
میں بھی ایک مدت تک اس کو ثواب کی چیز سمجھتے تھے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا

سراجہل یرید الجہاد فی سبیل اللہ ولہ فرض من اغراض
الدنیا فقال النبی لا اجر لہ
فاعظم ذلک الناس و قالوا
للرجل عدلی رسول اللہ
فاعلمک لہ تفہمہ

ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا
ہے لیکن کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے
آپ نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں ملنے
کا۔ یہ امر لوگوں کو بہت گراں معلوم ہوا اور
لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھو
خاتم نے آنحضرت صلعم کا مطلب نہیں سمجھا

بار بار لوگ دریافت کرتے کرتے گئے بھینچتے تھے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بالاخر جب آپ نے تیسری دفعہ بھی فرمایا
کہ لا اجر لہ (یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔) تب لوگوں کو یقین آیا۔ (قدرے اختلاف
قرآن مجید میں غنیمت کی نسبت متاع دنیوی کا لفظ آتا تھا اور اس کی طرف انہماک اور
وارفتگی پر ملامت کی جاتی تھی۔ جنگ احد میں جب اس بنا پر شکست ہوئی کہ کچھ لوگ
کفار کا مقابلہ چھوڑ کر غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی: ہر
منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة
تم سے کچھ لوگ دنیا کے طلبگار تھے اور
کچھ آخرت کے

جنگ بدر میں لوگوں نے جب اجازت سے پہلے غنیمت لوٹنی شروع کر دی یا بقول
بعض مفسرین فدیہ کی خواہش سے لوگوں کو گرفتار کیا تو یہ آیت اتری

قَدِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ
يُرِيدُ الْآخِرَةَ
تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور خدا
آخرت کی۔

باوجود ان تمام تصریحات اور بار بار تاکیدات کے عزوہ حنین میں جو
شہ میں واقع ہوا تھا اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے
لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ صحیح بخاری میں عزوہ حنین کے ذکر میں ہے۔

قَاتِلُوا الْمُسْلِمِينَ عَلَى الْغَنَائِمِ
وَاسْتَقْبِلُوا نَابِ السَّهَامِ
مساہان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں
نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا۔

اس بناء پر موقع بہ موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو زیادہ
تصریح سے بیان فرماتے تھے۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ کوئی شخص غنیمت کے لئے کوئی نام کے لئے، کوئی اظہار شجاعت کے لئے
جہاد کرتا ہے کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ قَاتَلَ لِيَتَكُونَ كَلِمَةً لِلَّهِ
عَلَى الْعُلْيَا
جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ خدا
کا بول بالا ہو۔

بالآخر آپ نے فرمایا کہ جو جہاد کسی نیت سے کیا جائے لیکن جب مجاہد مال
غنیمت قبول کرتا ہے تو دو تہائی ثواب کم ہو جاتا ہے پورا ثواب اسی وقت ملتا
ہے جب غنیمت کو مطلق ہاتھ نہ لگائے۔ صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے یہ الفاظ ہیں:۔

مَا مِنْ غَارِيَةٍ تَغْرَوَانِي سَبِيلَ اللَّهِ
فِي صَيْبُونَ الْغَنِيمَةَ إِلَّا قُجِلُوا ثَلَاثَ
أَجْرٍ هَمَّ مِنَ الْآخِرَةِ وَيَسْقَى لَهُمُ
الْثَلَاثَ وَإِنْ لَمْ يَجِينُوا غَنِيمَةَ اللَّهِ
لَهُمْ أَجْرُ هَمٍّ۔
جو غازی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور
مال غنیمت لیتا ہے وہ آخرت کے ثواب
کا ہمیں دوثلث لے لیتا ہے اور آخرت
میں اس کا حصہ صرف ایک تہائی رہ جاتا
ہے البتہ اگر غنیمت مطلق نہ لے تو اس کو

آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

داینا صفحہ ۲۲۲ تا ۲۲۶) عین فتح کے وقت جب کہ مجاہدین فتح کے نشہ میں چور ہیں مال غنیمت

فروخت ہو رہا ہے ایک ایک کو ہزاروں کی رقمیں وصول ہو رہی ہیں ایک ایک صحابی خوش خوش آتے ہیں اور جو پیش مسرت میں کہتے ہیں یا رسول اللہ آج میں نے مال غنیمت سے جس قدر نفع اٹھایا کبھی نہیں اٹھایا۔ پورے تین سو اوقیہ آئے (ایک اوقیہ دس روپے کے برابر ہوتا ہے) آپ فرماتے ہیں کہ میں اس سے زیادہ نفع بناؤں تو بڑے شوق سے پوچھتے ہیں کیا ارشاد فرمائیے۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ نماز فرض کے بعد دو رکعت۔

(خلاصہ سیرۃ النبی ص ۲۴۲ تا ۲۵۱)

بھائیو! ذرا اپنے علماء کے مرتبہ روایات کو علی العموم اور ان روایات کو علی الخصوص جن میں شمس العلماء شہابی نعمانی نے ہماجرین و انصار کی طبع و حرص کی پوری تصویر کھینچی ہے بنظر تعمق و غور ملاحظہ کرو۔ اور خود ہی فیصلہ کر لو کہ ہماجرین کو کس کے عشق نے گھروں سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا۔

اب ذرا جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ حیدر گراہ غیر فرار کے زہد و عساکر اص عن الدنیا پر بھی نگاہ کرو جس کے معترف خود تمھارے علماء ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحداد دیگر علماء کی دو ایک روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

روایات اللہ
صداہ زید
جناب امیر

وذكر الشعبي قال دخلت
الرجل بالكوفا اذا تاعلام
في علمان فاذا انا بعلی عليه السلام
فانما علی صبر تبت من
ذهب و فضمة معه مخففة
وهو يطرد الناس بمخففة ثم
يرجع الى المال فيقسمه بين الناس
حتى لم يبق منه شيء ثم انصرف
ولم يحمل الى بيته قليلا و
كثيرا فرجعت الى ابی
فقلت لعل لقد رأيت اليوم
خير الناس او احسن الناس

شعبی کہتا ہے کہ بچپن میں شہر کوفہ
رجہ میں چند لوگوں کے ساتھ میں گیا
تو دیکھتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام سونے
اور چاندی کے دو انبار کے پاس کھڑے
ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈہ بھی ہے
جس سے لوگوں کو ہٹا رہے ہیں۔ پھر ان
انباروں کے پاس آکر ان کو آدمیوں میں
تقسیم کر رہے ہیں یہاں تک کہ دونوں انبار
بانٹ دئے اور ان میں سے کوئی چیز باقی
نہ رکھی اس کے بعد واپس چلے آئے اس
شان سے کہ اپنے گھر ایک جہ بھی نہ لائے
یہ دیکھ کر میں نے اپنے باپ سے آکر کہا کہ آج میں نے

(۱)

قال من هو یا بنی قلت علی
بن ابی طالب امیر المؤمنین
رأیتہ یصنہ کذا فقصصت
علیہ فبکی وقال یا بنی بل رأیت
خیر الناس

(مراد التحفی)

کہا یا بنی بل رأیت خیر الناس (بیتا) وہ تو بہترین
ناس ہیں)

(۲) روی محمد بن فضیل عن لھارون
بن عنتر عن زاذان قال انطلقت
مع قنبر غلام علی علیہ السلام فاذا
هو یقول قم یا امیر المؤمنین
فقد خبت لك خبیئاً قال وما
هو دیحك قال قم فقام
فانطلق بہ الی بیتہ بغرادة
جملوۃ من جامات ذهباً وفضة
فقال یا امیر المؤمنین رأیتك
لا تترك شیئاً الا قسمتہ
فاذخرت لك هذا عن بیت المال
فقال علی علیہ السلام ویحك یا
قنبر لقد جبت ان تدخل بیتی ناراً
عظیمة ثم سل سیفہ وضر بہ ضرباً
کثیراً فانتشرت من بین ابناء
مقصوم نصفہ واخر ثلثہ ونحو ذلك
ثم دعا بالناس فقال اقسموں با
ثم قام الی بیت المال فقسمة ما وجد
قیہ ثم رائی فی البیت ابرۃ و مسالا

زاذان راوی ہیں کہ میں حضرت علی
علیہ السلام کے غلام قنبر کے ہمراہ ایک دفعہ ہو گیا
تو حضرت علی سے آکر کہنے لگے کہ یا حضرت تشریف
لے چلے یہ سن کہ حضرت اٹھے اور قنبر کیسی گھرا کے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بورہ میں بہت سے پیاز
سوئے اور چاندی سے بھرے ہوئے رکھے ہیں
قنبر نے عرض کی مولاس نے دیکھا کہ آپ کچھ بچا
ہیں اور سب کا سب تقسیم کئے دیتے ہیں میں نے
بیت المال سے آپ کیلئے اس مال کو بچا لیا ہے
حضرت نے یہ دیکھ کر فرمایا قنبر تم پر وائے ہو کیا
تم کو میرے گھر میں اتنی بڑی آگ جمع کرنا اچھا معلوم
ہوا یہ کہہ کر حضرت نے تلوار کھنچ لی اور اس پورے
پرکھی دار لگائے جس سے اس کے ظروف ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئے پھر لوگوں کو فرمایا اس مال کے
حصوں کو تقسیم کرو اس کے بعد بیت المال کے
پاس تشریف لائے اور جو کچھ پایا اس کو تقسیم
کر دیا بلکہ اس میں ایک سوئی اور سوا دیکھا تو
فرمایا اس کو بھی تقسیم کر لو ان لوگوں نے کہا
کہ ہمیں اسکی ضرورت نہیں ہے اور حضرت کا معمول

تھا کہ جو شخص جو چیز بناتا وہی چیز اس سے بطور خراج یا ٹیکس لیتے (پس یہ سوئی اور سوا بھی) اس طرح بیت المال میں آئے تھے تو ان کا جواب سن کر حضرت ہنسے اور فرمایا اچھی چیزوں کے ساتھ بڑی چیزیں بھی لینی پڑیں گی۔

فَقَالَ لَتَقْسِمُوا هَذَا فَقَالَوَاللَّهِ
حَاجِدُنَا فِيهِ وَقَدْ كَانَتْ عَلَيَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَأْخُذُ مِنْ كُلِّ عَامِلٍ مَا
يَعْمَلُ فَضَحِكَ وَقَالَ لِيُؤْخِذَنَّ
شِرَاهُ مَعَ خَيْرٍ (ازروالتحفہ ۲۶۸)

اسی طرح روضۃ الاحیاب میں ہے :-

جب حضرت امیر المؤمنین نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو اس کے ہتھیار اور زرہ و جامہ وغیرہ کو ویسا ہی چھوڑ دیا اور اس پر مطلق التقات نہیں کیا جب اس کی بہن نعش پر آئی اور اس نے زرہ جو پیش بہا تھی اس کے جسم پر دکھی تو اس نے کہا کہ آسکا قاتل کوئی بڑا عالی خاندان شخص ہے پھر اس نے لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب ہیں یہ سن کر اس نے دو شعر پڑھے۔

مرو لیت کہ چوں امیر المؤمنین کرم اللہ
وجہہ عمرو ابن عبدود را بکشت التقات بجاہ
وسلاح دے نہ کرو خواہ عمر و بیامد و بر بالین
بنشست و دید کہ جامہ و سلاح او بجال
خود اسرت گفت ساقتلہ الا کف کر لیم
نہ کشتہ است اور الا مہسر گرامی انگاہ پر
کہ قاتل دے کیست گفتند علی بن ابی طالب
بن عبدالمطلب پس اس دو بیت گفت

(۳)

لَکُنْتُ اَبْنٰی عَلَیْهِ اٰخِرًا لَا اَبَد
اپنے بھائی کے مارے جانے پر بدت العمر گریہ و بکا کرتی
مَنْ کَانَ یَدْعٰی کَدَّ یَمَایٰ بَرَضَةَ الْبَیْئَد
جو عیس القوم پکارا جاتا ہے جس کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔

ولو کان قاتل عمر و غیر قاتل
اگر اس کا قاتل غیر علی ہوتا تو میں
لَا کُنَّ قَاتِلٌ مِّنْ لَا یُعَابُ لَهُ
لیکن اس کا قاتل وہ شخص ہے

لے بھائیو! تم اپنے اصحاب کرام اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ایمان و اعراض عن الدنیا کا تقابل کر کے انصاف سے کہو کہ آیتہ کریمہ :-

مَنْکُمْ مِّنْ یَّرِیدُ الدُّنْیَا
کے مصداق کون اصحاب ہیں اور :-

بعض تم میں سے طالب آخرت ہیں
کس پر مصداق آتا ہے۔ کن لوگوں پر مال دنیا کی محبت میں آیتہ کریمہ
ان انسان لخبیر لشدید اور آدمی مال کی محبت پر بہت مضبوط ہے۔

تقابل بین اصحاب
وجناب امیر المؤمنین
علیہ السلام

کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور کس نے اپنے مالک کی ہدایت

فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة متاع زندگانی دنیا بمقالہ آخرت کے

الاقلیل بہت ہی قلیل ہے۔

پر دنیا کو طلاق بائن دے کر خوشنودی رب حبلیں حاصل کی۔

اگر آپ بفرط محبت اصحابِ مؤمن و منافق اور نیک و بد میں امتیاز نہیں کرتے تو

ذکر کریں خالقِ ارض و سما تو کر چکا اور ان کو خوب پہچان چکا ہے تو لہ تعالیٰ

ولیعلم اللہ الذین امنوا اور ضرور اللہ ان کو بھی جانتا ہے جو ایمان

لیعلمت المنافقین لائے اور ان کو بھی جو منافق ہیں۔

(پ: ۲۔ س عبکوت - ع ۱)

اصحاب کی حرص اور لوٹ مار کے حالات تو سن چکے اب ان مخالفتوں کا بھی حال

سنئے جو انہوں نے آنحضرت صلعم سے کی تھیں۔

کتب سیر و تواریخ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں

بنی ازدواج کو حکم دیا تھا کہ یہ تمہارا آخری حج ہے اس کے بعد اب کوئی حج کے لئے گھر سے

باہر نہ نکلے مگر حضرت عمر نے خلاف حکم آنحضرت ان کو حج کی اجازت دی اور نامحرموں

ان کے ہمراہ کر دیا۔ جیسا کہ ازالۃ الخفا میں ہے۔

راوی ان عمر اذن ازواج النبی فی

یعنی حضرت عمر نے ازواجِ نبی کے ہمراہ

حضرت عثمان اور عبد الرحمن کو

حج کے لئے بھیجا۔

آخر حجۃ بجمعھا فبعث معھن عثمان بن

عمران و عبد الرحمن۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ

نے بلوایا اور اپنے دونوں نعلین دیکر فرمایا یہ میری

نعلین بطور تصدیق کے لیجاؤ پھر جس کی اس سے دیوار

کے باہر ملاقات ہو اور وہ توحید کی شہادت

صدق دل سے دیتا ہو اسے جنت کی بشارت دو

پس سب پہلے عمر کے نکلے گئے ابو ہریرہ نے دونوں کیا ہیں

میں نے کہا رسول کی نعلین میں مجھے ان کو دیکھا ہے

(ازالۃ الخفا حصہ دوم صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۵)

ان رسول اللہ قال یا ایہا ہریرہ

واعطانی نعلیہ فقال اذہب بعلی

ہاتین فمن لقیك من وراء هذا

الحائط ویشہد ان لا الہ الا اللہ

مشیقنا بما قلبنا البشرۃ بالجنة فکان

اول من لقیتم عمر فقال ما ہاتان

ذکر وروایات
جن میں صحابہ نے
آنحضرت کی مخالفت کی

بھیجا ہے کہ جسے توحید کا اقرار کرتے ہوئے
دیکھوں اُسے جنت کی بشارت دوں یہ سنتے
ہی عمر نے میرے سینے پر ایسی ضرب ماری کہ
میں سرین کے بھل زمین پر گر پڑا۔

النعلون یا اباہریرة قلت نعلک
رسول بعثتی بھما من لقیتم بشہد
ان لا اله الا الله مستیقنا بما
قلب البشرا بالجنته ف ضرب بعز
شدنی فخرت کالیستی

(صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۵ سطر ۴)

(۳)

امام فریبانی و ابن عساکر رادی ہیں کہ ایک
شخص نے حضرت خدیفہ سے کہا کہ اگر میں رسول
اللہ کو پاتا تو آپ کی خدمت کرتا خدیفہ نے
کہا کہ میں شب احزاب رسول اللہ کے ساتھ
تھا حضرت نماز شب نہایت سخت جاڑے
میں پڑھ رہے تھے ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہو کر
فرمایا کوئی ایسا ہے جو جا کر مخالفین کے لشکر کی
خبر لائے خدا اسکو ہمارے ساتھ جنت میں داخل
کرے گا۔ آپ نے ابو بکر کا نام زیادہ استغفار
یعنی معاف فرمایا کہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے
فرمایا اگر چاہو تو جا کر کہتے ہو پھر آپ نے عمر کا نام زیادہ
بھی استغفر اللہ کہہ کر رہ گئے حضرت نے پھر مجھ سے
فرمایا میں نے کہا لبیک اور حاضر خدمت ہوا اس وقت
سردی اس شدت کی تھی کہ میرے دونوں پہلو جاڑے
سے لیز رہے تھے حضرت نے میرے سر اور پھرے پر
اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا اس قوم کی
طرف جاؤ اور ان کی خبر لاؤ مگر کوئی کام نیانہ
کرنا جب میں روانہ ہوا تو معلوم ہوا تھا کہ میں حمام
میں جا رہا ہوں کہاں تو وہ سردی تھی اور اب میرے

اخرج الفریابی و ابن عساکر عن ابراہیم
التمیمی عن ابيه قال قال رجل لواء
رسول الله صلعم لحلت و لفعت
فقال خديفة رايتي ليلة الاحزاب
و نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصل من الليل في ليلة باردة ما قبله
وما بعده بودا كان اشد من حمان
منى التفاتة فقال الا رجل يد هيب
الے هولاء فيا تينا خبرهم جعله
الله معي يوم القيمة قال فما قام منا
انسان قال فسكنوا ثم عاد فسكنوا
ثم قال يا ابا بکر فقال استغفر الله ورسوله
فقال ان شدت ذهبت فقال (صلعم)
يا عمر فقال استغفر الله ورسوله
ثم قال يا خديفة قلت لبیک
فقلت حتى اتيت و ان جنبي لضر بان
من البرد فمسحوا اسی و وجهی ثم
قال اذهب انت هولاء القوم
حتى تا تينا خبرهم لا تخذ حد

دعا کے اس قدر گہری ہے جب میں وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ان پر ایسی آندھی آئی ہے کہ ان کے خیموں کی کل طنابیں اور مہینیں اکھڑ گئیں اور ان کے مویشی اور کل چیزیں برباد ہو گئیں اور ابو سفیان آگ سے تاپ رہا ہے حدیفہ بڑے نشانہ باز تھے چاہا کہ تیرکمان میں جوڑ کر نشانہ پر ماریں مگر ارشاد رسول اسرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد کر کے رک گئے۔ لوگوں نے کسی جاسوس کی موجودگی کا شبہ کیا۔ مگر ایک تدبیر سے میں محفوظ رہا۔ جب وہاں سے آکر آنحضرتؐ سے کل واقعہ عرض کیا تو حضرت فرط مسرت سے ہنس پڑے کہ اس تاریکی شب میں آپ کے دندان مبارک نمایاں ہوئے حضرت نے اپنے پائے مبارک کے پاس مجھے بٹھالیا اور اپنی چادر کا ایک گوشہ مجھ پر ڈال دیا میں سردی کے مارے اپنے سینہ اور پیٹ کو حضرت کے قدم مبارک سے ملا دیتا تھا جب صبح ہوئی تو وہ لشکر بھاگ گیا اسی طرف آئیہ کریمہ فارسلنا علیہم را بجا و جنود السہ نرومھا (اور ہم نے ان پر ہوائے تیز اور لشکر بھیجا جس کو وہ دیکھ نہ سکے) میں اشارہ ہے۔

حتى ترجع ثم قال اللهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته حتى يحتم قال فلا ت يكون ارسلها كان حب الى من الدنيا وما فيها قال فانطلقت فاخذت امشي نحي هم كافي امشي في حمام قال فوجدتهم لم يبق اظنابهم وابنتهم ذهب بنحوهم ولم تدع شيئا الا اهلكته و ابى سفیان قاعد يصطلي عند نار له قال فنظرت اليه فاخذت سمها فوضعت في كبد قوسي قال وكان حديفه راميا فاذكرت قول رسول الله صلعم لا تحذون حد تا حتى قال قال فوردت سمهي في كنانتي قال فقال رجل من القوم الا فيكم عين للقوم فاخذ كل بيد جليبه فلخذت بيد جليسي فقلت من انت قال سبحان الله اما تعرفني انا فلان بن فلان فاذا رجلى من هوازن فوجعت الى رسول الله صلعم فاخبرته الخبر فلما اخبرته ضحك حتى بدت انيابها في سواد الليل وذهب عني الداء قال فادنا في رسول الله فاناسني عند رجليه واتي على طرف ثوبي فان كنت لا ترق بطني صداه بطن قد سلمنا اجمعوا هزم الله الاحزاب من قوله فارسلنا عليهم رجلا و جنودا (تفسير در مشور جلد ۵ صفحہ ۱۰۵)

(۴) جاء بلال بن العمار المزني الى رسول

الله فاستقطع ارضاً طويلاً فلما

ولى عمر قال لبلال انك استقطعت

رسول الله ارضاً عرضاً طويلاً

قطعتها وان رسول الله ليرى ان

يمنع شيئاً يسالها فانك لا تطيق

ماني يد يد فقال اجل قال فانظرا

ما قويت عليه متما فامسكه وماله

تطوق عليه فادفعه الينا نقسم بين

المسلمين فقال لا افعل والله شئ

اقطعني رسول الله فقال عمر والله

لتفعلن فاخذ ما عجز عن عمارته

فقسم بين المسلمين -

(کنز العمال)

جناب شمس العلماء شبلی نعمانی الفاروقی میں تحریر فرماتے ہیں:-

کتب سیر و احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے موقع پیش آئے کہ رسول اللہ

صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر

کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبداللہ بن اُبی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی

تو حضرت عمر نے کہا کہ آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں۔

قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرت کی بکواس سے الگ تھی۔

صلح حدیبیہ میں انھوں نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اس طرح وہ کہہ کر

صلح کی جائے۔ (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۱)

آنحضرت نے جنگ تبوک میں جزیہ کی تعداد فی کس ایک دینار مقرر کی تھی حضرت عمر

مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں (ایضاً صفحہ ۵۸۱)

آنحضرت نے حسان کو ترک کی یہ ترک کی جواب دینے کی اجازت دی تھی حضرت عمر

یعنی بلال بن عمار مزنی نے آنحضرت

سے ایک طویل و عرض زمین کی خواہش

کی، اس کو حضرت نے اس کی معافی میں

دے دیا جب عمر خلیفہ ہوئے تو بلال سے کہا تم

نے آنحضرت سے ایک طویل و عرض زمین

حاصل کی ہے اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ

جو کوئی کچھ مانگتا تھا تو آپ انکار نہیں فرماتے

تھے۔ تیری یہ حالت ہے کہ پوری زمین آباد

نہیں کر سکتا لہذا جس قدر آباد کر سکتا ہے

انہی رکھ لے اور باقی ہم کو دیدے کہ ہم مسلمانوں

میں تقسیم کر دیں اس لئے کہا و اللہ میں اس میں

سے کچھ نہ دوں گا۔ کیونکہ وہ مجھے آنحضرت سے

معافی میں ملی ہے چنانچہ جسے آباد نہیں کر سکتا تھا

وہ سب لے لی اور مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔

آنحضرت سے حضرت
عمر کا مخالفت کرنا

اپنے عہد خلافت میں حکم دے دیا کہ وہ پڑھے پڑھا لے نہ جائیں کیونکہ ان سے پرانی
رہنمائی تازہ ہوتی ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۵۰) (یعنی اشعار حسان ۱۲ منہ)

حج کے ارکان میں (رمل) ایک رکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلے دو تین دروں میں
آہستہ آہستہ دوڑتے ہیں اس کی ابتدا یوں ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ
سے مکہ تشریف لائے تو کافروں نے مشورہ کیا کہ مسلمان ایسے نحیف اور کمزور ہو گئے
ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کر سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر رمل کا حکم دیدیا۔
اس کے بعد یہ معمول ہو گیا۔ چنانچہ آئمہ اربعہ اس کوچ کی ایک ضروری سنت سمجھتے
ہیں۔ لیکن حضرت عمر نے صاف کہا کہ اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکوں
کو عرب دلانا مقصود تھا سو ان کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۲۶ تا ۵۲۷)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے لوگوں سے جہاد پر بیعت
لی تھی۔ اس بنا پر وہ درخت متبرک سمجھا جانے لگا لوگ اس کی زیارت کو
آتے تھے۔ حضرت عمر نے اس کو جڑ سے کٹوا دیا۔

ایک دفعہ سفر حج سے واپس آ رہے تھے راستہ میں ایک مسجد تھی جس
میں ایک دفعہ آنحضرت نے نماز پڑھی تھی اس خیال سے لوگ اس کی طرف دوڑے
حضرت عمر نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اہل کتاب انھیں باتوں کی بدولت
تباہ ہوئے کہ انھوں نے اپنے پیغمبروں کی یادگاروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ (ایضاً صفحہ ۱۶۹)

آیات حکمت میں اپنے مقام پر جناب شمس العلماء کا وہ کلام نقل ہو چکا ہے جس میں
ناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال میں تفریق کی ہے یعنی ایک منصب
سالت سے اور دوسرا انسانی حیثیت سے جناب موصوف اس کی تصریح اس طرح کرتے ہیں کہ:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اقوال میں حضرت
عمر نے تفریق کی ہے

نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانے
میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے
ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ
بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں
تشریحی اور مذہبی نہیں ہوتے اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمر نے صاف اور واضح
کر دیا کسی نے نہیں کیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۲۲) اس میں بڑا نکتہ یہ تھا کہ آنحضرت کے وہ

اقوال جو منصب رسالت سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ جو تشریحی حیثیت سے نہیں باہم
مختلط نہ ہونے پائیں۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۸)

اس بنا پر جناب ممدوح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کو منصب
رسالت سے خارج کر کے حضرت عمر کو مخالفت کے الزام سے یہ فرما کر ہی کرتے ہیں :-
ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر رسول اللہ کی ان
باتوں کو منصب رسالت سے الگ سمجھتے تھے۔ (ایضاً حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

جناب شمس العلماء کے اس بیان پر دو امر قابل توجہ ناظرین ہیں :-

اول یہ کہ صاحب دماغین عن الہوان ہوا لا وحی یوحی کے کلام پاک میں جو تفریق

کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

دوم نماز جنازہ عبداللہ بن ابی صالح حدیبیہ - فدویہ قیدیان بدر یہ امور منصب
رسالت سے متعلق ہیں یا انسانی حیثیت سے یہ امر تو اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ اسرحل شاہ
نے جا بجا قرآن مجید میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا
حکم دیا ہے دیکھو آیہ کریمہ

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، اور ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

اسی طرح متعدد آیات ہیں۔ ان آیات پاک کا مطلب یہ ہے، اے لوگو! خدا اور رسول

کی اطاعت کرو۔ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

اس جگہ دو چار آیات کی تفسیر میں جناب امام فخر الدین رازی کی مشہور و مستند تفسیر

کبیر سے نقل کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی اطاعت و متابعت کا اطلاق کس صورت میں ہو سکتا ہے۔

(۱) تفسیر آیہ شریفہ :-

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ خدا کا دربارہ متابعت رسول حکم دینا۔

من اقوی الدلیل ان الرسول معصوم

اس امر پر قوی دلیل ہے کہ آنحضرت

فی جمیع الاوامر والنواہی کل ما

کل اوامر و نواہی میں معصوم ہیں کیونکہ

یبلغہ لانه لو اخطا فی شئ منہا

جو کچھ خدا آپ پر تبلیغ فرماتا ہے اگر ان

لم یکن طاعت طاعة اللہ ایضاً

میں آنحضرت کچھ خطا کریں تو طاعت

رسول اللہ کے کلام پاک میں جو تفریق کی گئی ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں اس کی تفسیر میں جناب امام فخر الدین رازی کی مشہور و مستند تفسیر کبیر سے نقل کی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے دیکھو آیہ کریمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے دیکھو آیہ کریمہ

و جب ان یكون معصومين مافی جمیع اقوالہ و افعالہ و احوالہ
(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۹۷ سطر ۱)

پس ثابت ہوا کہ کل افعال و اقوال میں رسولؐ کی فرماں برداری خدائے پاک کی اطاعت اور فرماں برداری کرے۔ ل
(۲) و قوله اطیعوا الله و اطیعوا الرسول
یوجب الاقتداء بالرسول فی کل افعالہ و قولہ اطیعوا الرسول یوجب الاقتداء بہ فی جمیع اقوالہ و لا شک انہما اصلان معتبران فی الشریعۃ ان کنتم تحبون اللہ و بالجملة فکل احد من فرق العقلاء یدعی انہ یحب اللہ و یطلب رضایہ و طاعتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قل ان کنتم صادقین فی ادعاء محبتہ اللہ فکونوا منقادین لادامرہ محترزین عن مخالفتہ و تقدیر الکلام ان من کان محبا للہ تعالیٰ لا بد ان یکن فی غایۃ الخدرا مما ینبغی جب سخطہ و اذ قامت الدلائل القاطعة علی نبوتہ صمد صلی اللہ علیہ وسلم و جہت متابعتہ فان لم تحصل معذرا المتابعۃ دل ذلک علی

رسول طاعت خدا نہیں ہے۔ اور واجب ہے کہ رسول اپنے کل افعال و اقوال و احوال میں معصوم ہو۔

اطاعت کر و خدا و رسول کی یعنی تمام اقوال و افعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی واجب ہے۔ اور بلا شبہ یہی اصل شریعت ہے۔ آیہ ان کنتم تحبون اللہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ غرض جتنے عقلا کھے وہ اس امر کے مدعی کھے کہ ہم خدا سے محبت رکھتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں تو خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ ان سے کہو اگر دعوائے محبت خدا میں صادق ہو تو ہمارے اور ان کو وہی کا امتثال کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کو دوست رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ پورے طور پر ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے اس کی مخالفت لازم آئے اور چونکہ دلائل قاطعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت ثابت ہو چکی۔ لہذا حضرت کی متابعت واجب ہوئی اگر یہ متابعت نہ ہو سمجھنا چاہئے کہ

ان تلك المحبة ما حصلت ان اتبع
 الاماين حى الى (جلد دوم صفحہ ۶۲۹ سطر ۱۸)
 پ ۱۳ سورہ یونس) معنا لا الاين حى اتبع
 انى فهذا يدل على انه لا يحكم
 الا بالوحى وهذا يدل على انه
 لا يحكم قط بالاجتهاد

خدا کی محبت ہی نہیں ہے میں تو اسی کا پابند ہوں
 جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس آیت کے
 یہ معنی ہیں کہ آنحضرت نے کوئی حکم بغیر وحی نہیں
 دیا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ کوئی حکم
 آپ کا اجتہاد سے نہ تھا۔ یہ آیت اس امر پر دلائل
 کرتی ہے کہ آنحضرت نے کوئی عمل نہیں کیا

مگر وحی سے۔

(جلد ۲ صفحہ ۸۱۶ سطر ۲۷)

اس آیت شریفہ کی توثیق آیہ کریمہ وما ينطق عن الهوى ان هوى الا وحى

جو وحی سے ہوتی ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ رسول اپنی خواہش نفسانی سے کلام نہیں

کرتے بلکہ جو وحی کی جاتی ہے وہی کہتے ہیں۔

ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال و افعال
 احوال مطابق وحی تھے۔

جناب شمس العلماء اس تفریق مراتب کی بابت یہ تحریر کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی

فرمایا ہے کہ

”میں بشر ہوں اس لئے جب دین کی بابت کوئی حکم دوں تو اس کو لو اور جب

اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں ایک آدمی ہوں“ (حصہ دوم صفحہ ۵۷۹)

لہذا مدوح حضرت عمر کے ولولہ محبت میں جناب محمد مصطفیٰ اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو عامتہ الناس میں شامل کر کے حضرت کے اقوال و افعال کی قدر و منزلت عوام الناس
 کے اقوال و افعال کے برابر سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے ایک بشر کو بھی دوسرے
 بشر پر افضلیت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے فضلنا بعضکم علی بعض“ اسی
 طرح طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی حسب آیت کریمہ

تلك الرسل فضلنا بعضهم

علی بعض مشہور من علم اللہ

ورفع بعضهم درجات

(پ ۲۔ ص بقرہ ۱۸)

ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر

فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے

خدا نے کلام کیا اور ان میں سے بعضوں کے درجات

بلند کئے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبقہ انبیاء و مرسلین میں بھی افضل و اشرف ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام عاشقانِ خدا تھے۔ لیکن خاتم الانبیاء شاہ و کسرا محبوبِ خدا ہیں۔

آپ کے اقوال کی عظمت و منزلت میں خداوند عالم فرماتا ہے۔

قل انما اتنا بشر مثلکم اے رسول ان سے کہہ دو اگرچہ میں بھی مثل

یوحی الہی تمہارے بشریوں مگر مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمر کو بحیثیت بشر برابر جاننا

آپ کے اقوال و افعال کو ان کے اقوال و افعال کے مساوی سمجھنا۔ یا ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اور تجویز پر ان کی رائے کو فوقیت دینا جیسا کہ شبلی صاحب فرماتے ہیں۔

بعض امور میں وحی الہی نے حضرت عمر کی رائے کی تائید کی یا ان کی رائے

کے مطابق وحی نازل ہوئی۔

کمال بے ادبی و گستاخی بلکہ درپردہ انکار نبوت و عصمت ہے

”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“

قال اللہ تعالیٰ

یا ایہا الذین امنوا لا تقدوا

بین یدی اللہ وراسولہ و اتقوا

ان اللہ سمیع علیم اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بڑا سننے والا

اور جاننے والا ہے۔

(پ ۲۶ س حجرات)

ہم اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حبیبِ خدا بشر ہیں۔ لیکن عمومی بشر نہیں۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے بلکہ ہم ان کو افضل البشر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حق سبحانہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے جملہ افعال و اقوال وغیرہ کی تقلید کرنے کی بابت حکم فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول

اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو

اے لوگو بے شک تمہارے لئے پیروی کرنے کو چاہا

نمونہ خود رسول اللہ موجود ہیں یعنی اس شخص کے

اللہ والیوم الآخر و ذکر اللہ کہ شیوا۔

لئے جو اللہ اور قیامت کے دن کی امید رکھتا
ہو اور اللہ کی بہت یاد کرتا ہو۔

یہ آیه دانی ہدایہ بطلان تفریق اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دلالت کرتی
ہے۔ پس اس ذکر کبریا اور حجت خدا کو عام اشخاص سے نسبت دینا مسادات قرار دینا
نقص ایمان کی بین دلیل ہے۔

غرض جو آیات الہیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و متابعت کے
کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور مفسرین نے جو تفسیر کی ہے ان کا مفہوم یہی ہے کہ محبت و اطاعت
خدا کے پاک کی یہی ہے کہ کل افعال و اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی پیروی و اطاعت کی جائے اور ان باتوں سے جن سے آپ کی مخالفت ہو اجتناب کیا جائے
مگر حضرت عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وقت تک مخالفت ہی کرتے رہے اور اس تفریق کلام
کی بنیاد بھی انہیں حضرت نے ڈالی ہے۔ اس صورت میں جو تفریق جناب سرور عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام پاک میں کی گئی ہے وہ بددے آیات الہیہ اور تفسیر مفسرین
اہل سنت باطل و نامعتبر ثابت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ جناب خلافت ناب جو اس فرق مراتب
کے موجود ہیں رسالت و نبوت کی ان کے نزدیک کچھ شان و منزلت ہی نہیں تھی اور نہ عدم اطاعت
مخالفت رسول اللہ کی وجہ سے مومنین کے مرتبے و درجے کو پونچھے نیز جناب شمس العلماء کبھی
جنہوں نے اس تفریق کلام پہ جناب خلیفہ صاحب موصوف کے ہم رنگ ہو کر الفاروق کو اس
جملہ سے۔

”نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً لوگ غلطی کرتے آئے ہیں“

زینت دے کر اپنے اہل مذہب کو ہدایت کی ہے کہ رسول اللہ بھی مثل تمہارے ایک نبی
ہیں۔ لہذا حضرت کے کل افعال و اقوال کو مذہبی و شرعی نہ سمجھو۔

اب ہم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ سے بحث کرتے ہیں۔ اگرچہ جب مسئلہ تفریق اقوال
باطل ثابت ہوا تو پھر ان امور کو منصب رسالت سے ثابت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی مگر یہ
رفع حجت ان کو بھی ثابت کرتے ہیں کتب صحاح وغیرہ میں مذکور ہے کہ جس وقت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر نے آپ کو
دائیں مبارک پکڑ کر کھینچا اور کہا آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ خدا نے منع کیا

ہم نے اس مسئلہ کی
کوئی کتاب نہیں لکھی
کہ نماز جنازہ
دکھو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہم ہو کر فرمایا "ہٹو، اے عمر! خداوند متعال نے مجھے مختار کیا ہے کہ میں منافقوں کے لئے استغفار کروں یا نہ کروں۔ آخر آنحضرت نے نماز جنازہ پڑھی اور حسبِ خواہش فرزند عبد اللہ بن ابی کو اپنا قمیص بھی کفن کے لئے عطا فرمایا۔ نماز جنازہ اور قمیص مبارک کا یہ اثر ہوا کہ عبد اللہ بن ابی کی قوم کے ہزار آدمی اسلام لے آئے اور حضرت عمر اپنی حرکت پر نادم و خجل ہوئے بلکہ کتر العمال میں سے کہ حضرت عمر نے خود اپنی زبان سے فرمایا کہ "مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جو اس وقت ہوئی۔"

چونکہ جناب سبلی صاحب نے ان تمام باتوں پر پردہ ڈالا ہے۔ لہذا ہم ان کے ثبوت میں خاص بخاری شریف کی روایتیں ترجمہ بخاری شریف سے جس کے مترجم مولوی وحید الزمان المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر ہیں نقل کرتے ہیں:-

حدیثنا عبید بن اسمعیل عن ابی اسامہ عن عبد اللہ عن نافع عن عمر قال لما توفي عبد الله جاء ابن عبد الله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فساله يعطيه قميصه يكفن فيه اياه فاعتلاه ثم سأل يصرى عليه فقال رسول الله يصلي فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله صلعم فقال يا رسول الله تصلي عليه وقد نھاك ربك ان تصلي عليه فقال رسول الله انما خير في الله فقال استغفر لهم ولا تستغفروا لهم سبعين مرة وزياداً على السبعين قال انه من اذنى قال فصلى عليه رسول الله صلعم فانزل ولا تصلي على احد منهم مات ابد اولاً ثم على قبره (بخاری کتاب التفسیر پارہ ۱۹ صفحہ ۹)

عبید بن اسمعیل نے بسلسلہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق مر گیا اس کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ نے جو سچا مسلمان تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا کرتا عنایت فرمائیے کہ میں اپنے باپ کو اس سے کفن دوں آپ نے کہتا دے دیا پھر اس نے درخواست کی کہ نماز جنازہ بھی پڑھئے، آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت عمر نے کھڑے ہو کر آپ کا دامن کھینچا اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافق لوگوں پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع نہیں کیا بلکہ مجھ کو اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ان کے لئے دعا کرے یا نہ کرے اگر تو ستر بار ان کے لئے دعا کرے گا جب بھی اللہ ان کو بخشے دالا نہیں۔ میں ستر بار سے زیادہ دعا کروں گا۔ حضرت عمر نے کہا

استغفر لهم اولاً تستغفروا لهم سبعين مرة وزياداً على السبعين قال انه من اذنى قال فصلى عليه رسول الله صلعم فانزل ولا تصلي على احد منهم مات ابد اولاً ثم على قبره (بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۶ - طبع مصر کتاب التفسیر سورہ براءۃ باب قولہ استغفر لهم اولاً تستغفروا لهم)

یا رسول اللہ وہ تو منافق تھا۔ خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا کہنا نہ سنا۔ اس پر نماز پڑھی اس وقت یہ آیت اتری کہ ان منافقین سے کوئی مر جائے تو اس پر نماز پڑھو اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہو۔ اس حال کی مسلسل تین حدیثیں ہیں :-

حضرت عمر کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو خود تعجب ہوا کہ تو نے اللہ کے رسول پر ایسی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں :-

قال عمر یعجب بعدی جراتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
(ترجمہ بخاری شریف پارہ ۱۹ صفحہ ۱۱۹)

مولوی صاحب موصوف ان روایتوں کی نسبت صفحہ ۱۰۰ کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں :-

روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرا کچھ اس کے کام آنے والا نہیں مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ عبد اللہ بن ابی کی قوم کے لوگ یہ حال دیکھ کر بہت سے مسلمان ہو گئے ایک روایت میں یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی ابھی زندہ تھا اس نے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا اور آپ سے کہتا مانگا اور دعا کی درخواست کی کنز العمال کی جس روایت کا ذکر ہم نے کیا ہے اس کی نقل یہ ہے۔

عن المشعبی ان عمر بن الخطاب قال
لقد اصبحت فی اسلام کھفوة ما اصبحت
مثلها قط اذا اسر اذ رسول اللہ صلعم ان
یصلی علی عبد اللہ بن ابی ناخذت بشوہ
فقلت واللہ ما امرک اللہ بهذا القدر استغفر
لہد اولاً تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبلین
مرۃ فلن یغفر اللہ لہم فقال رسول اللہ قد
خیر فی رابی فقال استغفر لہم اولاً
تستغفر لہم الخ (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد
اول صفحہ ۲۶۷)

شعبی سے منقول ہے کہ عمر بن الخطاب نے
کہا کہ مجھے اسلام میں کبھی غرض نہیں ہوئی تھی
جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ صلعم
ارادہ فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی کعب کے جنازہ
کی نماز پڑھیں میں نے آپ کا کپڑا پھینچ لیا اور
عرض کی خدانے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا۔
رسول اللہ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھ
اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے دعا کروں
نہ کروں تلاخبر۔

اس روایت کو خود جناب شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبوی میں اس طرح لکھا

ہے:-

شہہ قریش نے مکہ سے لے کر مدینہ تک آگ لگا دی اور مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں آنحضرت صلعم مدینہ سے چار سو صحابی کو لے کر نکلے اور ذات الرقاع تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد سن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ (صفحہ ۳۸)

اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے لالچ سے منافقین بھی داخل ہو گئے تھے اور فتنہ گری کی کوشش کر رہے تھے ایک دن چشمہ سے پانی لینے پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو گیا۔ قریب تھا کہ جنگ چھڑ جائے مگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے جو رئیس المنافقین تھا انصار سے کہا تم نے یہ بلا خود مولیٰ مہاجرین کو تم نے بلا کر اتنا کر دیا کہ اب وہ خود تم سے برابری کا مقابلہ کرتے ہیں اب بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا تم ہاتھ اٹھاؤ تو وہ خود یہاں سے نکل جائیں گے۔ یہ واقعہ لوگوں نے آنحضرت صلعم سے آکر کہا حضرت عمر بھی موجود تھے غصہ سے بیتاب ہو گئے عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو اس منافق کی گردن اڑا دے آپ نے فرمایا کیا تم یہ چہرہ چاہیں گے کہ تمہارے محمد اپنے ساتھ والوں کو قتل کرتے ہیں عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی جیسا منافق اور دشمن اسلام تھا اس کے صاحبزادے کہ ان کا نام بھی عبداللہ تھا اسی قدر اسلام کے جان نثار تھے آنحضرت صلعم کی ناراضگی کی بنا پر یہ خبر پھیل گئی تھی کہ آپ عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ سن کر وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں لیکن یہ مرضی ہے تو مجھے حکم ہو میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو حکم دیں اور میں غیرت اور محبت کے جوش میں آکر قاتل کو قتل کروں آپ نے اطمینان دلا یا کہ قتل کے بجائے میں اس پر مہربانی کروں گا۔ یہ ارشاد اس طرح پورا ہوا کہ جب وہ مرا تو کہن کے لئے آپ نے خود پیرا ہن مبارک عنایت فرمایا۔ جنازہ کی نماز پڑھی۔ حضرت عمر نے دامن تھام لیا

۱۲ یہ ایجاد شمس العلماء کی ہے حدیث میں تو لفظ اصحاب ہے ۱۲

کہ آپ منافق کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں لیکن دریائے کرم کا بہاؤ کون روک سکتا تھا۔

(صفحہ ۸۲، ۳۸۳)

ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ اس معاملے کو منصب رسالت سے سمجھتے تھے چنانچہ ان کا عبد اللہ بن ابی کے نفاق پر غصہ سے بیتاب ہونا۔ آنحضرت صلعم سے اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہنا۔ آنحضرت صلعم کا حالت نماز میں دامن پکڑ کر کہنے چاہنا۔ اس کا اعتراف کرنا کہ تو نے اللہ کے رسول پر اتنی جرأت و دلیری کیوں کی کہ بار بار آپ کو نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ہر کام کی مصلحت خوب جانتے ہیں۔ اس کا بھی اقبال کرنا کہ مجھے اسلام میں لغزش کبھی نہیں ہوئی جیسی کہ اس وقت ہوئی جبکہ رسول اللہ عبد اللہ کے جنازے کی نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے یہ باتیں ان کے علم پر شاہد ہیں اور یہ عین مخالفت ہے اور مخالفت رسول کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خدا ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت کرے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول سچے ہیں اور انکے پاس کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو توفیق ہدایت نہیں دیتا۔

بیشک جو اللہ اور رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے کھلی نشانیاں اتاری ہیں اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے۔

جناب شمس العلماء نے صلح حدیبیہ کو بھی منصب رسالت سے جدا بتایا ہے حالانکہ یہ صلح بموجب حکم خداوند متعالیٰ کے ہوئی تھی اس صلح سے اصحاب مؤمنین تو خوش ہوئے مگر اصحاب منافقین ناراض ہوئے اور خدا و رسولؐ سے بدظن ہو گئے حضرت عمر فاروقؓ اتنے بگڑے کہ خود ان کا قول ہے کہ مجھے کبھی رسول کی رسالت میں ایسا شبہ نہیں ہوا جیسا کہ آج ہوا۔ صلح حدیبیہ کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے اور سورہ انا فتحنا

کیف یصدی اللہ قوم کفر و البعد
ایمانہم و شہد و ات الرسول
حق و جاء ہما لیئنا ت و اللہ
لا یصدی القوم الظالمین ہ
(پ ۲، س۔ آل عمران ۶۷)

ان الذین یجادون اللہ و رسولہ
کتوا کما کیت الذین من قبلہم
وقد انزلنا آیات بیانات و للکافرین
عذاب مہین۔

(پ ۲۸ - س - مجادلہ)

اس بارہ میں نازل فرمایا ہے جس میں مومنین پر اظہار خوشنودی اور جنت کی بشارت۔ اور اصحاب منافقین پر عتاب فرمایا ہے بلکہ اور کچھ بھی۔ دیکھو آیہ

المنفقین و المنافقات و المشرکین
والمشركت الظالمین باللہ ظن السوء
علیہم دائرة السوء و غضب اللہ علیہم
ولعنہم واعدلہم جہنم و ساءت
مصیرا ۵ (پ ۲۶ - س فتح - ۱۴)

اور منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک
مرد اور مشرک عورتوں پر جو خدا کے حق میں
برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب نازل کرے
ان پر مصیبت کی بری گردش ہے اور خدا ان پر
غضبناک ہے۔

یہ واقعہ اسلام میں مہتمم بالشان ہے اس سے بیعت رضواں کا تعلق ہے اس صلح
میں اصحاب نے بہت کچھ خدا اور رسول پر بدگمانیاں کی ہیں یہ صلح اصحاب مومنین کے ایمان
اور منافقین کے نفاق پر بین دلیل ہے چونکہ آیات بیانات میں آیہ کہ یہ :-

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۗ

سے اصحاب کی فضیلت کا استدلال کیا ہے اور بہت کچھ خدا کے پاک کی طرف سے ان کی
مدح و ثنا کی ہے جو قرآن اور واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ لہذا اس جگہ ہم نے اس کا
ذکر صرف اشارۃً کر دیا ہے اور مفصل حال جلد سوم میں لکھا ہے جو انشاء اللہ قابل ملاحظہ ہوگا۔
جناب شمس العلماء ان محافلہوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ توجیہ کرتے ہیں۔

”حضرت عمر کو اس اثنا از براتب کی جرات اس وجہ سے ہوئی کہ آنحضرت کے متعدد احکام
میں جب انھوں نے دخل دیا تو آنحضرت صلعم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہیں کی۔“

(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵۸۱)

سبحان اللہ! ایس گل دیگر شگفت حالانکہ انھیں کے مذہب کی کتابوں سے منکشف
ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان محافلہوں پر برہم ہوا کرتے تھے چنانچہ
تقسیم غنیمت کے بارے میں یہ روایتیں نقل ہو چکی ہیں۔ جن میں یہ جملہ ہے کہ آنحضرت نے
برہم ہو کر فرمایا۔

”اے عمر اس بارہ میں ہم سے فحش اور بدگوئی نہ کرو“

جب حضرت عمر تو ریت سنانے لگے تو آنحضرت کا چہرہ مبارک غصہ سے
سرخ ہو گیا۔ نماز جنازہ عبد اللہ بن ابی کے معاملہ میں فرمایا۔

رسول اللہ نے
حضرت عمر کی
مخالفت پر
ناپسندیدگی ظاہر
نہیں فرمائی۔

نہیں قبول شد۔

”ہو اے عمر!“

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة میں تحریر فرماتے ہیں:-
 ”عمر بن الخطابؓ انہ جانیے برحبت وگفت نمازی گزارى بر فے حالانکہ

وہ منافق بود۔ حضرت گفت دست از من بدار“ (صفحہ ۸۳۶)
 لشکر اسامہ سے تعلق کیا تو حسب مندرجہ نمل و نخل شہرستانی مجمع اصحاب میں بالاک
 ”لعنہ اللہ است تملف عنہا“ فرمایا۔ ”علم ووات کی مخالفت پر آزرده
 مہر ہو کر حسب بیان امام بخاری صاحب حجرہ مبارک سے اٹھوا دیا۔ دیکھو
 بخاری شریف میں یہ ارشاد ہے۔

”قموالاینبغی عندی التنازع“

قصہ مختصر اصحابؓ ملثمہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیات و حیات میں
 اختلاف و انحراف ہی کرتے رہے اور جب خود زہیب وہ مسند خلافت ہوئے تو اپنی سلطنت
 و حکومت کے استحکام کی غرض سے بفقوائے آئیہ کہہ بیہ:-

و یفسد و ت فی الارض و لیکث وہ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں و

فسد الخسارون (پا-ع ۲۵) وہی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔

مفسدین کو تقویت دی اور ظالموں کی رعایت کی مظلوموں پر انواع و اقسام
 کے ظلم کئے جن مسلمانوں نے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی اور زکوٰۃ نہ دی ان کو مرتد
 ٹھہرا کر قتل کر دیا۔ مسائل میراث خمس اور نئی مشرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 میں احکام خدا و رسول سے انحراف کر کے اپنی رائے اور مصلحت ملکی پر عمل کیا۔ بیت المال
 کی تقسیم میں خلاف عمل اپنے پیغمبر کے اقویا و اقربا کو زیادہ اور ضعیفا کو کھوڑا حصہ دیا۔
 سنت رسول اللہؐ کو بالائے طاق رکھ کر امور شریعت میں اپنی رائے اور مرضی سے
 احکام دئے جیسا کہ ماہ رمضان میں تراویح اور اذان فجر میں کلمہ ”حی علی خیر العمل“
 کے بجائے (الصلوٰۃ خیر من النعم۔ متعۃ النساء و متعۃ الحج کا حرام ٹھہرانا
 وغیرہ وغیرہ۔ حضرت عمر نے مخالفت رسول پر صرف اپنی حیات ہی تک قناعت نہیں کی
 بلکہ اپنے بعد بھی تا حشر اپنی یادگار چھوڑ گئے۔ یعنی مجلس شورے جو آپ نے اپنی وفات کے
 وقت انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کی تھی اور اپنے رفیق خاص عبدالرحمن بن عوف کو اس

لہ یہ جملہ شرح سوانح اور جلد سادس ابن ابی الحدید میں بھی ہے۔

مجلس کا میر مجلس کیا تھا چنانچہ جب ان کے دفن و کفن کے بعد وہ مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک رکن جناب امیر علیہ السلام بھی تھے تو خلیفہ کے انتخاب میں منجملہ دیگر شرائط کے سیرت شیخین کی بھی شرط لگائی گئی۔ چنانچہ میر مجلس نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ

” میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا اور سنت رسول

اور سیرت شیخین پر چلنے کا اقرار کریں۔“

آپ نے سیرت شیخین کی شرط قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمن نے آپ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمان سے کہا گیا تو انھوں نے بہ ظہیر خاطر یہ شرطیں منظور فرمائیں اور تاج خلافت حضرت ذی النورین کے فرقہ مبارک پر رکھا گیا۔ آخر یہ نتیجہ ہوا کہ کتاب خدا اور سنت رسول کو تو پس پشت ڈال دیا اور سیرت شیخین کے مطابق خلافت سرانجام پاتی رہی۔

حضرت عثمان

حضرت عثمان ذی النورین تو اپنے پیغمبر کے قدم بقدم چلنے میں اپنے بڑے بھائیوں سے بھی دس قدم آگے ہی رہے آپ کی بدعتوں اور مخالفت رسول کی وجہ سے جو حشر ہوا اور اصحاب مبارک پر تشدد اس سے سب کتب خانہ اہل سنت کے بھرے ہوئے ہیں۔ اس جگہ چند سطرین رسالہ محرم نامہ سے جس کے مولف کٹر سنی یعنی جناب خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

” رسول اللہ صلعم کا دستور تھا کہ حج کو جاتے تو مناکے مقام میں قصر کر دیتے۔ حضرت عثمان حج کو گئے اور منامیں اقامت اختیار کی تو چار رکعت نماز پڑھی اس پر اصحاب برہم ہو کر بولے یہ کیا بدعت ہے رسول اللہ نے تو یہاں چار رکعتیں نہیں پڑھیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف تو اس قدر تیز ہوئے کہ بھرے مجمع میں کہا اٹرا کیا اقرار تھا کیا تو بھول گیا، کیا یہ عہد نہیں کیا تھا۔ کہ کتاب خدا اور سنت رسول صلعم پر عمل کروں گا اب تو سنت پیغمبر سے انحراف کرتا ہے۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ خفا کیوں ہوتے ہو حضرت صلعم مسافرت کے سبب نماز قصر کیا کرتے تھے میں مقیم ہوں۔ مجھے قصر نماز جائز نہیں ہے صحابہ کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا، اور چند روزیں سارے نکلوں میں دھوم مچ گئی کہ امیر المؤمنین سنت رسول اللہ کے خلاف کام کرتے ہیں۔“

اپنے چچا حکم بن عاص کو جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ سے خارج البیضاء کیا تھا۔ باحترام و اکرام پھر مدینہ میں بلا لیا اور ایک لاکھ درہم بیت المال سے عطا کئے مروان بن حکم جو آپ کا چچا زاد بھائی تھا۔ جس پر آنحضرت صلعم نے لعنت کی تھی اور مدینہ سے نکلوا دیا تھا اس کو اپنا وزیر و مشیر بنایا اور افریقیہ کا پورا اہم بخش دیا۔ اپنے بھائی بنی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو ایک بڑے صوبہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ حالانکہ یہ وہ مرتد تھا جس کے قتل کا آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا حضرت ابو ذر غفاری حضرت عمار بن یاسر۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ جو جلیل القدر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھے جن کے فضائل میں خود بخاری وغیرہ میں متعدد حدیثیں ہیں ان کو اس بنا پر کہ یہ لوگ آپ کے نایبوں کے احکام میں بوجہ مخالفت سنت رسول معترض ہو کر تھے اور سنت نبوی پر چلنے کی نصیحتیں کرتے تھے خارج البیضاء کیا اور اپنے غلاموں سے پٹوایا۔

اب فرمائیے کیا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے معنی یہی ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں جاؤ اور خدا کی راہ میں تکلیفیں بردار کر کے کفار و مشرکین سے لڑو یہ مجاہد و غازی بجائے قاتلوں وقتلوں کے میدان جنگ سے ایسے فرار ہوتے ہیں کہ مدینہ سے ادھر وہ نہیں لیتے اور بعض تو تین تین دن تک غائب رہتے ہیں۔ جناب رسول خدا صلعم حکم صادر فرماتے ہیں کہ اُسامہ کے ساتھ جہاد کو جاؤ اطاعت گزار مشورہ کرتے ہیں کہ ہم غلام کے ماتحت نہ جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو ملکہ جانے کا حکم دیتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ کفار و مشرکین میرے دشمن ہیں مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ محبوب خدا اصحاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر کوئی خدا کا دوست۔ عمرو بن عبد ود سے مقابلہ کو میدان جنگ میں جائے اشداء علی الکفار (حضرت عمر) کہتے ہیں کہ وہ ایسا شجاع اور بہادر ہے جس نے ایک شتر کے بچے کو بجائے سپر ہاتھ میں لے کر ہزار ڈاکو بہکا دیا فوج اسلام سے کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عز و جہنم میں اصحاب مفرورین کو بایں الفاظ مبارک پکارتے ہیں۔

انا رسول اللہ انا بنی اللہ فارجعوا

لیکن وہ جانثار پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ جناب رسالت مآب قرآن مجید اور اپنی عترت

اطعام رسول
میں اصحاب
کا کربانی

امامت کا ہادی اور امام بنا کر ان کی اطاعت اور پیروی کا حکم دے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ
 اگر ان دونوں کو پکڑے رہو گے تو تم ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ یہ فرمان بڑا اہمیت
 کی اطاعت سے منحرف ہو کر خود ان کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں۔ جناب سرور عالم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابتداء سے بعثت کے وقت اپنی رسالت و نبوت کے اعلان کے
 ساتھ اپنے کھائی علی کی امامت کا بھی بایں الفاظ مبارکہ

بھذا زحی ووصی ودارثی یہ میرا بھائی میرا وارث میرا وزیر اور
 و خلیفتی فیکم فاسمعوا میرا خلیفہ تم لوگوں میں سے اس کا حکم
 و اطیعوا سنو اس کی اطاعت کرو۔

اظہار کرتے ہیں یہ ان کی اخوت اور اطاعت سے کچھ سوزتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ارشاد رب العزت حضرت علیؑ کو بلائے مہر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر
 من اکت مولیٰ فعلی مولیٰ میں جس کا سردار ہوں علی بھی اس کا سردار ہے
 فرما کر اپنا جانشین کرتے ہیں۔ یہ جان نثار و اطاعت گزار اس پر ایسے بہیم ہوتے ہیں
 کہ خود محبوب خدا کو ہلاکت کرنے کا سامان کرتے ہیں۔

جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت رحلت ارشاد فرماتے ہیں
 کہ مجھے دو بات کا غزوہ و تاکہ میں تم کو ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ
 رکھے۔ یہ حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ بلکہ اس حکم کو ہڈیاں بتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔
 ”کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کا فی ہے“

المختصر ان خلفاء کا قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلنے اور حرص و ہوا کو دخل نہ دینے کے
 حالات اور واقعات ہم نے جلد سوم میں مفصل لکھے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے ان کی حرص
 و ہوا بخوبی منکشف ہوگی کہ اپنے پیغمبر کے جنازہ کو بے غسل و کفن و بے گھبراہٹ تکفین چھوڑ کر
 سقیفہ میں پہنچے اور انصار سے حجت و ٹکرا کر سند خلافت پر متمکن ہو گئے اور اپنے
 پیغمبر کی وصایا کو عموماً اور انی تارک فیکم الثقلیت کو خصوصاً فراموش کر گئے۔
 یوم غدیر جس ولی خدا کو خلافت کی مبارکباد دے چکے تھے اس سے اپنے

۱۱۔ یہ واقعہ لیثۃ العقبہ کا ہے جو دوسری جلد میں درج ہوا ہے ۱۲

Marfat.com

عہد کو توڑ کر منحرف ہو گئے۔ بلکہ اس ولی خدا اور وحی رسول اللہ کو اپنی بیعت کے لئے طلاق
کیا جب نفس رسول نے آنے سے انکار کیا تو بیعت الشرف بنت رسول اللہ کو آگ لگانے
کے لئے تیار ہو گئے۔ اس نفس رسول کو بجز تشدد و دربار خلافت میں لے گئے اور کہنے لگے
اگر ہماری بیعت نہ کر و گے تو تمہاری گمراہی کا دن کاٹیں گے۔ جب وہ جناب ان کی بیعت
انکار کر کے دولت سرا پرہ واپس تشریف لے گئے تو آل رسول کی تباہی کے مشورے
کرنے لگے۔ آخر کار بنت رسول اللہ سے فدک جس کی آمدنی ایک لاکھ چالیس ہزار
کھنٹی ضبط کر لیا اور بنی ہاشم پر خمس بند کر دیا۔ بعد ضبطی فدک جب بنت رسول ان
جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے خلیفہ اول صاحب سے ناجائز حکم کی شکایت کی تو
صاحب نے ہبہ فدک کے متعلق شہادت طلب کی۔ جناب امیر المؤمنین اور حسنین علیہما السلام
اور ام ایمن نے ان معصومہ کے قابض و متصرف ہونے کی شہادت دی اس شہادت کو یہ فرمایا
”ام ایمن زن عجیبہ ہے اور حسنین کم سن ہیں۔ رہے علی وہ خود فریق مقدم ہیں
ان کی شہادت قابل قبول نہیں۔“

دعویٰ خارج کر دیا۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ وراثتاً بھی مجھے فدک ملنا چاہیے اس لئے
وہ میرے باپ کی ملک ہے اس پر باوجود دعوائے حسبتنا کتاب اللہ آیہ شریفہ (یوسف
اللہ فی اولادکم الا کو پس پشت ڈال کر فرمایا کہ

”آنحضرت سے ہم نے یہ حدیث نخت معاشر الا انبیاء کا لڑنا و کلافت
و ما تدرکنا لا صدقہ سنی ہے ہم انبیاء کسی کے وارث نہیں ہوتے اور نہ کوئی ہمارا وارث
ہوتا ہے اور جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔“

نیز خمس کا حصہ بھی اقربائے رسول سے ساقط کر لیا جس کی نسبت قرآن شریفین
صاف حکم ہے کہ جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں ہاتھ آئے اس میں پانچواں حصہ خدا اور پیغمبر
اور رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ چنانچہ آنحضرت اسی
ذوی القربی کو حصہ تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ آخر کار جناب سیدہ علیہا السلام بعد وفات
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھتر دن زندہ رہے کہ ان صدقات سے رحلت فرما گئیں اور
وفات ان حضرات سے ناراض رہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے یہ حیلہ خوں بہا ہے
حضرت عثمان اپنی شفقت مادرانہ کا اظہار علی رؤس الا شہادا اس طرح کیا کہ نفس رسول میں

کی شان میں رسول اللہ نے "لحمک لحي ودماک دمی" ارشاد فرمایا تھا ایک لشکر بغاوت اثر و ضلالت نشان کی سپہ سالار بن کر چڑھائی کی اور بہ نفس نفیس خاص معرکہ جنگ کے وقت ایک شازدہ شتر پر سوار اور قلب لشکر میں رونق افروز ہو کر اہل لشکر کو جوش دلارہی کھیں۔ حالانکہ حضرت عثمان کی ہلاکت کا باعث آپ ہی کھیں اور ان پر اس قدر غیظ و غضب کیا کہ تی کھیں کہ ایک یہودی سے تشبیہ دے کر طعن فرمایا کہ تی کھیں جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۵ میں ہے۔

عائشہ تادیر مدینہ بود در شان عثمان می گفت لعن الله نعشاً و قتل نعلاً
 اسی طرح نواسہ رسولؐ ز من جناب امام حسن علیہ السلام کی نعش مبارک ان کے
 نانا کے حجرے میں دفن نہ ہونے دی بلکہ ایک جمیعت ہمراہ لے کر اور پھر یہ سوار ہو کر جنازہ پر
 تروں کا منہ برسوا یا۔ اصحاب ثلثہ نے اپنے استحقاق خلافت کے لئے خاندان بنی امیہ کو
 ہر طرح کی تقویت اور عروج دیا حالانکہ اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں شجرہ ملعونہ جو
 فرمایا ہے اس سے مراد بنی امیہ ہیں اور اپنے حبیب کو رویائے صادقہ میں دکھا دیا کہ بنی امیہ
 میر رسالت پر مثل بندروں کے کو درے ہیں اس خواب سے آنحضرت پر اس قدر غم و ملال
 طاری ہوا کہ پھر اس کے بعد آپ نے تبسم نہیں فرمایا۔ ہر چند کہ آیہ شریفہ اصحاب کے سامنے
 نازل ہو چکی تھی۔ اس خواب سے آپ نے انہیں آگاہ بھی کر دیا تھا۔ بایں ہمہ اپنے عہد خلا
 فت میں محض خاندان رسالت کے مٹانے اور بہ باد کرنے کی غرض سے نہ صرف اس قوم کو سوج
 و عروج دیا بلکہ خلیفہ دوم صاحب اپنے جیتے جی خلافت بھی بنی امیہ میں منتقل کر گئے آخر ان کا
 مقصد حاصل ہوا کہ جناب امیر المؤمنین کے مسند نشین خلافت ہوتے ہی امیر معاویہ نے علانیہ
 جنگ و جدل کی اور اپنے عہد خلافت میں ان جناب پر سب و شتم کے بارے میں احکام صادر
 کئے جن پر اتنی سال تک علانیہ خاص مسجد الحرام و دیگر کل مساجد میں بالائے منبر جناب امیر و جناب
 حسین علیہم السلام پر تبرا ہوتا رہا۔ یہ تبرا خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ اس کو عمر بن عبدالعزیز نے
 خطبہ سے خارج کر دیا اور بجائے اس کے آیت قرآنی شامل کی۔

ان کے فرزند رشیدینہ بد حبیب تورت نشین ہوئے ان کے دست خزاں سے تو گلستان
 مصطفوی و بوستان مرتضوی ایسا پامال ہوا کہ پتہ پتہ اور بوٹا بوٹا ناراج ہو گیا۔
 غرض کہ آل رسولؐ کی تباہی و بربادی کا وہ مستحکم سنگ بنیاد رکھا کہ ان کے جانشین

یکے بعد دیگرے بفرجائے شعر " نشت اول چون نهد محارکج تاثر یا میرود دیوار کج " اپنے پیشواؤں اور آباؤں کے نقش قدم پر چل کر آل نبیؑ و اولاد علیؑ کا استیصال کرتے رہے۔ رسولؐ و فاطمہؑ زہرا کا گھر تباہ کیا نہ پاس حرمت پیغمبرؐ آگے کیا خدا کا خوف نہ سنگین دلوں نے آہ کیا شہید گیارہ اماموں کو بے گناہ کیا

نبیؑ کے باغ کا اک اک ہر استجر کاٹا

کسی کو زہر سے مارا، کسی کا سر کاٹا

و سید علمہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۱۰

چونکہ یہ حالات اور واقعات مزید توضیح و تصریح طلب ہیں اور علماء اہلسنت نے ان واقعات کی طرح طرح سے پردہ پوشی کی ہے اور جناب شاہ صاحب نے تو ان بدعتوں کو اصحاب ثلاثہ کی خاطر مفتریات شیعوہ اور شیطاٹین کو ذمہ سے بتایا ہے۔ لہذا یہ سب واقعات مفصل آگے بیان کئے جائیں گے اس کے ملاحظہ سے ناظرین باتمکین پر روشن ہو گا کہ حسب روایات مندرجہ کتب معتبرہ اہل سنت رسول اللہؐ کی دولت اسی خلافت کی بدولت راج ہوئی جس کو اہل سنت خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ ان حادثات درد انگیز اور سانحات رستخیز کا سنگ بنیاد انھیں لوگوں کے ہاتھ سے رکھا گیا تھا جن کو وہ ہر ماہ فلک اسلام بتاتے ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور جہاں وہ ہوا کسی کام میں دخل نہ دیتے تھے۔

نہ گھبراؤ بتو کل حشر میں کھل جائیں گے عقدے

تمہارے ظلم سب اللہ کے آگے بیاں ہوں گے

قوله تعالیٰ

اس دن تم پیش کردے جاؤ گے

اور کوئی بھی نہ تمہارا چھپانہ رہے گا۔

یومئذ تعرضون لا تخفی

سکم خافیہ

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
تحریر خدا	۲	کتاب خدا	۱۷	طلاقت	۳	طاقت	۲
یا مری	۱۰	مر	۲۸	پڑے	۱۶	پڑے گا	"
لیکن	۱۲	اور	"	بھائی صاحب	۱۸	بھائی	"
بعون	۳	بعون	۳۲	اولیاء	۲۳	اولیا انا	۳
ایدیکم	۱۱	ایدیکم	۳۳	فرمائے	۷	فرمائیں گے	۴
زیر وزیر	۵	اور زیر	۳۴	دین کا	۲	دین	۵
نرت	۲	نرت	۳۵	افزودہ	۱۷	افزودہ	۸
یہ صرفہ	۱۹	بعرقہ	۳۶	تالیف کا	۱۶	تالیف	۹
سے	۸	سے ہی	۳۷	نہ ہوں	۲۰	ہوں	"
خفیہ	۲۲	خفیہ	"	کہ	۲۷	کو	۱۱
لحاظ سے	۲۳	لحاظ	"	تفسیر	۹	تفسیر	۱۲
شروع میں نقل کیا	۲۴	شروع کیا	۳۸	بندگان	۱۷	بندگان	۱۳
الازدی	۲۱	الازدی	۵۲	میں موجود	۱۹	موجود	"
راویان	۹	روایان	۵۳	بہ کنگا شہا	۱۵	گنگا شہا	۱۵
لا	۲	لا	۵۴	عنما	۳	عنما	۱۷
دباغت	۵	دباغت	۵۵	اسی	۵	اس	۱۸
ضروریات	۲	ضروریات	۵۷	فرمود	۱۲	فرمود	"
بھی	۸	بھی ہے	"	ایسے	۲	اپنے	۱۹
ملل	۲	بلل	۵۹	آئیں	۷	ایس	۲۱
صحیح نسائی	۲۳	صحیح	۶۳	زبان	۹	وہ زبان	۲۵
ہے	۲	ہو	۶۶	چاک ہو	۲۳	چاک ہوا	۲۶
کا	۹	کے	۶۷	ظاہر ہو	"	ظاہر ہوا	"

27/4/10

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
السيرة	۲۰	السيرة	۱۲۵	نجا	۳	نجا	۷۳
"	"	"	"	وکیل	۲۰	کاہیل	۷۷
کثیرین	"	کثیرین	"	سے	۲۰	سے ہیں	۷۹
تاکہ آپ از سر نو	۱۲	چنانچہ اسلام کی	۱۲۶	کنڈہ	۲۳	کنڈہ	"
اسلام لاتے		ابتدا آپ ہی ہوئی		تنازع	۵	منازع	۸۱
عبد	۲۱	حد	۱۳۶	جمعے	۷	جمع	۸۲
ایشان	۱	ایشان	۱۳۸	اور	۲۲	اور	۹۰
سیاہ	۶	سیا	۱۵۷	انگارندیکس الایمان	۳	انگارند	۹۲
فراہ	۳	قراد	۱۶۸	مدار کار	۴	کار	"
ہمارے	۱۰	تہمارے	۱۷۰	مگر	۲۱	یہ	۹۵
ان میں	۵	میں	۱۷۱	یخروجون	۸	تخروجون	۱۰۷
کرنے	۱۵	کرتے	۱۷۸	انخوانم	۲۲	انخوانم	۱۰۸
حضرت	۱۶	آنحضرت	۱۸۰	مجھے	۳	مجھے	۱۱۱
خیر	۵	حیر	۱۸۱	اور	۵	کہ اور	۱۱۲
یعباب	۱۷	یعباب	۱۸۲	الایلا	۶	الایلا	۱۱۳
یدعی	"	یدعی	"	ان	۱	بنی	۱۱۵
منا لفتوں	۱۰	مخالفتوں	۱۸۳	محبت	۱۵	محیب	"
ستیقنا	۲۳	ستیقنا	"	یتغفروا	۲	یتغفروا	۱۱۶
ملی ہے عمر نے کہا یہی پڑی	۱۳	ملی ہے	۱۸۶	دشمن	۱۷	دشمن	۱۱۸
ہے	۵	کرے	۱۸۹	فی الحیۃ	۲۲	الحیۃ	۱۲۱
الحذر	۲۰	التحذ	"	السا بقون	۱۱	ایسا بقول	۱۲۳
مفہدہ	۲۲	مفہدہ	"	خلفوا	۲۳	خلفوا	"
برجو	۲۳	برجوا	۱۹۱	"	۷	"	۱۲۲
نخل	۲	نخل	۱۹۸				

ہماری کتابیں

معاویہ کے بارے میں میری کتابیں از بابا خلیل داس مرحوم ۱/۷۵ پیسے ۲۰ روپے	تفسیر رضی کامل (چھ حصے) ۱/۷۵ پیسے ۲۰ روپے
کیا معاویہ صحابی رسول تھا ۱/۵۰ " " "	اسلام کا معاشی نظام از علامہ رضی الحق زنگی پوری ۲/۵۰ " " "
قول فیصل حصہ دوم ۱/۷۵ " " "	قاتلان حسین کی گرفتاری ۲/۵۰ " " "
زینتہ الرجال دو ڈاڑھی کے موضوع پر ایک تحقیقی رسالہ ۱/۵۰	انتظار قائم آل محمد بحوالہ طور قائم آل محمد مصنفہ حجۃ الاسلام الحاج مولانا سید ظفر الحسن صاحب قلم (کامل) تین حصے ۲ روپے
نکات معرفت از مولانا نذیر حسن صاحب گوالپوری ۱/۵۰	آخری نبی کی بیٹی از ریاض بناری مرحوم ۲/-
کتاب و عترت " " " ۱/۵۰	تاریخ عوادری جو پور مرتبہ مولوی سید محمد خیر الدین صاحب
خاتم النبیین کا معنی اور جناب امینی کی پریشانی ۱/۵۰	منشی مظفر حسین صاحب ۳/-
سجدہ گاہ از مولانا سید سبط الحسن صاحب بنسوی ۱/۱۳	نجاست مشرکین از علامہ سید محمد عمید صاحب قبلہ ۱/-
تحفہ الحاج (علم عصر کے فتوے کے مطابق ترجیح کے مسائل) ۱/۱۵	الامام الخاتم از مولانا زین العابدین صاحب ۱/-
دینیات (مولانا فرمان علی صاحب مرحوم)	قصائد مظفر از منشی مظفر حسین صاحب جو پوری ۱/۵۰
" " " " حصہ اول ۱/۲۰	تحفہ العباد ۱/-
" " " " حصہ دوم ۱/۷۵	معاویہ پیرے اعتراضات (انگریزی) ۱/-
" " " " حصہ سوم ۱/-	از بابا خلیل داس مرحوم ۱/-
بہائیوں کا کلام اللہ مع تبصرہ از مولانا سید سعید اختر صاحب گوالپوری ۱/۲۵	
حدیث کساء منظوم از منشی مظفر حسین صاحب جو پوری ۱/۲۰	

ہم سے طلب کیے

مرکبات کشفی ۱/۲۵ پیسے ۲۰ روپے	الام الصادق و الذہاب الاربعہ ۳/۵۰
صحیبت کا صحیح تصور (مولانا طیب آغا صاحب) ۲/۵۰	ترجمہ (مولانا سید ذیشان حیدر صاحب) ۲/۵۰
جدید فن مرثیہ نگاری قسم اول ۳/-	ابوطالب مومن قریش قسم اول ۶/-
" " " " قسم دوم ۲/-	ترجمہ مولانا سید ذیشان حیدر صاحب قسم دوم ۲/-
تعبیر الرویا علامہ مجلسی ۲/-	نور العصر از مولانا سید محمد صاحب پوری قسم اول ۲/-
	قسم دوم ۲/۵۰

پیسے	پیسے	نور ایمان مجلد
۹/۰	چمنستان عقیدت	
۶/۰	ریاض شہید	تاریخ آئمہ غیر مجلد
۱۸/۵۰	ذوالفقار	سوانح عمری معصومین (۵ جلد) مکمل سٹ
۳/۰	جواز لعن زہرید	لفظ و اجتهاد ترجمہ مولانا ذیشان حیدر قاسمی
۵/۰	سیر خوار مجاہد	تحفۃ العوام
۲/۰	سوانح حضرت علی اکبر علیہ السلام	سوانح عمری حضرت فاطمہ
۸/۰	علی بن ابی طالب خلفائے ثلاثہ	الفرقۃ الناجیہ (مولانا سید علی صاحب قلیہ)
۲/۵۰	انیس کی شاعری	مصائب الشیعہ چار حصہ (پہر حصہ)
۱۲/۰	استخارہ سجادویہ	ہابیل قابیل (مولانا سید کریم حسین صاحب)
۱/۴۵	جوہر صدف رسالت	سازش (مولانا سید کریم حسین صاحب)
۱/۵۰	رہنمائے ذاکری	باغی " " "
۲/۰	مجالس خواتین	حجرم " " "
	مقتولین معاویہ	چودہ مجالس (مولانا ابن حسن صاحب چارچوی)
	کشف الاستبہا	مجالس الشیعہ (مولانا کبیر صاحب مرحوم)
	مجالس خاتون حصہ اول	جنتناز المجالس (مولانا امیر صاحب)
	حصہ دوم	انتخاب المجالس (مرتبہ مرزا سجاد حسین ایم کام)
	حصہ سوم	زمینت المجالس (مولانا نجفی صاحب مرحوم)
	فتنہ صحابیت	ابوالشہداء (ترجمہ محمد باقر صاحب)
	کمر بلا	زیارت گاہیں
	جشن بعثت نمبر	تلاش منزل
	سفینہ نجات	دادی ابن
	وضو قرآن و سنت کی روشنی میں	عقیدہ و عمل
		میں کیوں شیعہ ہوا

نوٹ

تاجروں کے لئے خاص رعایت کے ساتھ کتابیں دی جاتی ہیں۔ آرڈر کے ساتھ پتہ لکھنا
قیمت کا آنا ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ الجوا ادبک ڈپو جوادویہ کالج بنارس

بکراں
ایک شہیدانہ

(حصہ اول)

نیت پانچ روپے